رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

سنہ ۱۹۲ء

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت تین روپیہ آٹھ آنے سالانہ

قیمت پانچ روپیہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

نوٹ۔ درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۳۱

مسلم پرنٹنگ ورکس [illegible] کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی منیجر رسالہ اشاعت اسلام نے برانڈرتھ روڈ سے شائع کیا

عزیز منزل

برانڈرتھ روڈ لاہور

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید فی الاسلام۔ بلا جلد عہ ر مجلد	۵ر	ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان بلا جلد ۱۲ر	عہ ر
سلک مرواریہ بمعرکۃ الآرا دس لیکچروں کا مجموعہ بلا جلد ۱۲ر	۲ آر	براہین نیرہ بلا جلد ۱۲ر مجلد	۲ عہ ر
ینابیع المسیحیت بلا جلد عہ ر مجلد	۲ آر	پیام اسلام	۸ر
ضرورت الہام بلا جلد ۱۲ر مجلد	آر	مقصد مذہب	۳ر
راز حیات یا انجیل عمل بلا جلد عہ ر مجلد	۱ آر	خطبات غربیہ بلا جلد ۱۲ر مجلد	۸ عہ ر
مکالمات ملیہ بلا جلد ۱۲ر مجلد	۲ عہ ر	سیر افکار یا روحانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲ر مجلد	۱ آر
مطالعہ اسلام بلا جلد ۱۲ر مجلد	عہ ر	ہستی باری تعالیٰ بلا جلد	۶ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۱۴ر مجلد	۲ عہ ر	یسوع کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر	۱۴ر
لمعات انوار محمدیہ بلا جلد ۶ر مجلد	۱۰ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۱۴ر
مذہب محبت	۷ر	صلائے نصرت باہل ہمت۔	۳ر
ذرات عالم کا مذہب	۸ر	حیات بعد الموت	۱۲ر
اسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی بلا جلد	۷ر	جہد للبقاء	۱۴ر

دیگر مصنفین

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
جمع قرآن	۱۲ر	سیرت نبوی قیمت صرف	۱۴ر
قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی مجلد	للعہ ر	لندن میں جلسۂ مولد النبی صلعم	۲ر
دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ بلا جلد	۷ر	قرآن اور جنگ۔ قیمت صرف	۳ر
اسلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف	۳ر	پادری صاحبان کے لیے حل طلب معمہ	۱ر
تفسیر سورۂ فاتحہ قیمت	۲ر	سیرت خیر البشر عہ ر مجلد عہ ر۔ مقام حدیث بلا جلد عہ ر	مجلد عہ ر
اسلام یعنی ہمدردی بنی نوع کا مذہب۔	۱۴ر	تصاویر نو مسلمان یورپ فی درجن ۱۰ر تین درجن مجلد	[illegible]
اسلامی نماز اور اس پر مغربی اعتراض صرف	ار	تصاویر نماز عیدین مسجد ووکنگ قیمت فی درجن	۱۰ر

درخواستیں بنام مینیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) آنی چاہئیں۔

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

جلد ۱۷ | بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۱ء مطابق ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۴۹ھ | نمبر ۲

تفقہ

اشاعت اسلام

بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۳۱ء

جلد ۱۷ نمبر ۲

شذرات

ادارۂ تبلیغ ووکنگ میں ایک قیمتی اضافہ

۲۶ ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء کو مولوی آفتاب الدین احمد صاحب بی۔اے رئیس بردوان ۔ مبلغ اسلام ہوکر ووکنگ کو روانہ ہوئے ۔ نہایت احترام کے ساتھ ریلوے سٹیشن لاہور پر انکی مشایعت کی گئی ۔ آپ ۳۱ جنوری کے جہاز (ملوجا) میں بمبئی سے مع الخیر انگلستان روانہ ہوگئے ۔ بی۔اے کی تعلیم کے بعد تین چار سال آپنے عربی اور دینیات کی تحصیل میں صرف کئے ۔ کسی سرکاری ملازمت کی بجائے آپنے آسام میں جاکر شیلانگ اسلام مشن کھولا ۔ ہم مسلمان چاروں طرف اپنے فرائض سے غافل ہیں ۔ آسام میں ایک کافی تعداد عیسائیوں کی پیدا ہوگئی ہے ۔ انہیں کا زیادہ حصہ وہی اچھوت ہیں ۔ جو ہندو مذہب سے تنگ آکر اپنی نجات کسی ایسی جماعت میں دیکھتے ہیں جہاں مساوات کا رنگ ہو یہ تمیزی نشان تو اسلام کا شعار ہے ۔ اگرچہ جناب مسیح نے بھی امیر غریب کی تمیز اڑائی لیکن یہودیوں سے باہر کے لوگ انھیں دائرہ انسانی میں بھی نظر نہ آتے تھے ۔ یہ تو اسلام کی برکت ہے ۔ جس نے مساوات انسانی کی روح اولاد آدم میں پیدا کی ۔ اسلام کی اس خوبی کی نقل اول عیسائیوں نے کی ۔ اور آج برادران وطن کر رہے ہیں ۔ لیکن مساوات کے جس بلند مقام پر اسلام انسان کو لیگیا ہے وہ نہ عیسائیت کو نصیب ہے اور نہ ہندو مذہب کو ایک مدت تک نصیب ہی ۔ یہ تعلیم مساوات کی ہی برکت تھی کہ مشرقی بنگال میں آج ہر طرف مسلمان نظر آتے ہیں ۔ اگر گذشتہ دو صدیوں سے مسلمان شکار غفلت نہ ہو جاتے ۔ تو آسام کا ایک کثیر حصہ بھی آج مسلمان ہوتا ۔ ان واقعات نے ہمارے مبلغ کے دل میں ایک ایسے مشن کی ضرورت محسوس کرائی ۔ آسام مشن شیلانگ میں قائم ہو گیا ۔ وہ اب بھی موجود ہے ۔ لیکن شیلانگ کے مقابل مغرب میں آپ کی خدمات کی زیادہ ضرورت تھی گو شیلانگ ایک طرح آپ کا وطن ہی تھا لیکن جذبۂ اسلام آپ کو وطن سے سات ہزار میل پرے لیجا رہا ہے ۔ خدا آپ کے اس ارادہ کو ہمارے لئے بابرکت کرے حالات تو اس قسم کے خوشگوار مستقبل کو سامنے لا رہے ہیں کہ اگر نصف درجن اور مشنری وہاں چلے جائیں تو تھوڑے ہیں لیکن سوال تو اخراجات کا ہے ۔ اگر مسلم زکوٰۃ کی تقسیم میں اشاعت اسلام کو مقدم رکھا جائے اور منشائے قرآن بھی یہی ہے تو یہ دقت آسانی سے حل ہو سکتی ہے +

اخراج از جماعت

مسیحی نظام دینیات میں بعض اصول ایسے بھی ہیں جو مشکل ہی سے کسی مسلمان کی سمجھ میں آ سکتے ہیں پادری ای اے میری ویدر نے حال ہی میں اسکی ایک مثال بھی مہیا کر دی ہے۔ موصوف نے ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء کی اتوار کے دن دو آدمیوں اور ایک عورت کو تین سال کے لئے خارج از جماعت عیسوی قرار دیکر گرجہ میں آنے سے روک دیا۔ بشپ آف ڈرہم نے اس تحدید کو مہمل قرار دیا ہے کیونکہ کلیسائے انگلستان میں صرف بشپ ہی کسی شخص کو خارج از جماعت قرار دے سکتا ہے لیکن ہمیں معاملہ کے اس پہلو سے چنداں سروکار بھی نہیں۔ بہرکیف اخراج نامہ کے الفاظ میں یہ فقرہ بھی مندرج ہے کہ جملہ مسیحی نفوس اور کلیسیائیں خارج کردہ اشخاص کے ساتھ کفار اور بیدینوں کا سا سلوک کریں +

اب سوال یہ ہے۔ کہ یہ اصول جو پادریوں کے ہاتھ میں اس قدر طاقت دیتا ہے۔ بذاتہ کیا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ پادریوں کو اختیار حاصل ہے۔ کہ جس شخص کے متعلق مناسب سمجھیں اُسے مسیح کی قائم کردہ کلیسیاء سے خارج کر دیں (دیکھو متی $\frac{16}{19}$ وغیرہ) اور اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ وہ شخص گرجہ کی عبادتوں اور رسموں میں شرکت نہیں کر سکتا +

خارج از جماعت کرنے کی وباء یہودیوں کی بدولت مسیحی کلیسیاء میں رائج ہوئی۔ اور اس رسم کا ماخذ غالباً یہ ہوگا۔ کہ ابتدائی زمانہ میں کسی شخص کو جرائم سے باز رکھنے کی صرف یہی ایک صورت ہوگی۔ کہ اُسے خارج از جماعت کرنے کی دھمکی دی جائے لیکن سوال یہ ہے۔ کہ اس بیسویں صدی میں ان دقیانوسی باتوں کو مذہب سے کیا علاقہ ہے؟ کلیسیاء نے یہ اختیارات اس زمانہ میں حاصل کئے اور استعمال بھی کئے جبکہ لوگ اُسے جنت اور دوزخ کا اجارہ دار سمجھتے تھے۔ اور اُن کی بناء پر زمانہ وسطے میں محکمہ احتساب بھی قائم کیا گیا لیکن موجودہ زمانہ میں یہ نظام مذہبی خدا تعالیٰ کا ایک نہایت محدود تصور پیش کرتا ہے سوال یہ ہے۔ کہ انسان کلیسیاء کا محتاج ہی کیوں ہو؟ کیا وہ کسی دوسری جگہ خدا کی عبادت نہیں کر سکتا؟ کیا خدا کسی خاص گرجہ یا فرقہ میں محدود ہے؟ کیا کسی مندر یا معبد یا گرجہ میں جانا اشد ضروری ہے۔ خدا تو

ہر جگہ موجود ہے لیکن اس رسم کے معنے تو یہ ہیں۔ کہ گرجہ میں جانا نجات حاصل کرنے کیلئے ضروری ہے۔ لیکن وہ زمانہ جبکہ لوگ اخراج از جماعت کی دھمکی میں آجایا کرتے تھے اب گزر چکا ہے +

ہمیں کوئی تعجب نہیں۔ اگر بشپ صاحب نے بجائے اس رسم کو مذموم قرار دینے کے صرف پادری صاحب کو تنبیہ کرنی مناسب سمجھی سبب یہ ہے۔ کہ اُن کے ماتحت نے اُن کے حقوق و اختیارات میں مداخلت بیجا کا ارتکاب کیا ہے۔ ہاں تعجب ہے تو اس بات پر کہ بیسویں صدی میں بھی پادریوں کی یہ جرأت ہے۔ کہ اس قسم کے اوچھے ہتھیاروں کا استعمال کرتے ہیں +

بشپ صاحب نے اپنے خط شائع شدہ ڈیلی میل ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء میں تحریر فرمایا ہے:۔

"جناب من! میں نے معلوم کیا ہے۔ کہ ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو آپ نے اپنے حلقۂ اثر میں تین اشخاص کو خارج از جماعت کر دیا ہے۔ آپ کا یہ طرز عمل کلیسیائی نظام کے منافی ہے۔ لہٰذا میں بحیثیت آپ کے افسر اعلےٰ کے آپ کو ہدایت کرتا ہوں۔ کہ ۱۹۔ اکتوبر کو آپ گرجہ میں اعلان کریں۔ کہ وہ حکم منسوخ سمجھا جائے۔ اور میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ کہ آپ کے اس حکم کی کوئی حقیقت نہیں ہے +

آپ کا وفادار

ہربرٹ ڈنلم

اس کے بالمقابل اسلام کی سادہ اور معقول تعلیم پر نظر ڈالئے جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ اسلام میں پادریوں کی طرح کوئی جماعت نہیں ہے۔ اور نہ اسلام کسی انسان کو مافوق العادت اختیارات کا مستحق قرار دیتا ہے۔ علاوہ بریں اسلام میں صرف مندر گرجہ یا مسجد ہی خدا کی عبادتگاہ نہیں ہے۔ بلکہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول ہے۔ "کہ مجھے بہت سی باتوں میں انبیائے سابق پر امتیاز دیا گیا ہے۔ منجملہ اسکے یہ ہے۔ کہ مجھے ذاتی شوکت و سطوت عطا کی گئی ہے۔ اور کُل روئے زمین کو میرے لئے پاک کر دیا گیا ہے یعنی ساری زمین عبادتگاہ کا کام دے سکتی ہے۔ میں کُل جہان کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ اور مجھے وہ کتاب دی گئی ہے جو ساری کتابوں پر حاوی ہے"+

ہم ان امور کی تفصیل نہیں کرتے صرف اس قدر لکھنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ کہ ان میں سے ہر ایک بات ایک تاریخی واقعہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ انبیائے ماسبق کی دو قسمیں قرار دی جا سکتی ہیں۔ ایک وہ دُنیاوی جاہت اور شوکت سے عاری تھے۔ دوسرے وہ جن کو سطوت شاہانہ حاصل تھی۔ حضرت مسیح پہلی جماعت میں ہیں۔ اور حضرت **داؤد سلیمان** اور **موسیٰ** دوسری میں لیکن اگرچہ حضرت **موسیٰ** کو یہود کو **مصریوں کی** غلامی سے رہائی دلانے میں کامیابی حاصل ہوگئی۔ تاہم ان کی قوم نے ان کی زندگی ہی میں ان کی اطاعت سے مُنہ موڑ لیا۔ حضرت سلیمان ایک طاقتور بادشاہت کے وارث ہوئے۔ لیکن ان کا دربار بتوں سے معمور تھا۔ حضرت مسیح کے متعلق تو جس قدر خاموشی اختیار کی جائے اسی قدر بہتر ہے۔ ان کے برخلاف آنحضرت صلعم نے ایک معمولی انسان کی حیثیت سے زندگی شروع کی۔ آپ کے پاس کوئی ساز و سامان نہ تھا لیکن آپ نے آخر میں اپنے آپ کو ایک کامیاب انسان ثابت کر دکھایا۔ سورہ انفال میں مرقوم ہے۔" اے رسول ہم نے تمہارا رُعب تمہارے دشمنوں کے دلوں میں ڈال دیا ہے" اکثر ایسا ہوا ہے۔ کہ وہ لوگ جو آپ کو قتل کرنے کی نیت سے آئے وہ مسلمان ہو کر واپس گئے۔ باوجود اس رُعب و داب کے جو لوگوں میں قائم تھا آپ ہمیشہ سب سے صاف طور پر کہدیا کرتے تھے کہ میں ایک معمولی انسان ہوں۔ اور ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سُوکھی کھجوریں پکا کر کھایا کرتی تھی +

تمام مذاہب میں اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس میں کسی پرستش یا عبادت کے لئے کسی قسم کی چار دیواری اور قربانگاہ کی ضرورت نہیں ہے۔ خارج از جماعت کرنے اور اسی قسم کی دوسری رسموں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا چار دیواری میں محدود ہے۔ یہود اپنے معبد سے باہر نکلکر نہ خدا کی عبادت کر سکتے ہیں۔ نہ کوئی نذر نیاز چڑھا سکتے ہیں۔ نصاریٰ اگرچہ کی چار دیواری کے باہر نکلکر اپنے خدا کی عبادت نہیں کر سکتے۔ اور نہ گرجہ سے باہر روٹی اور شراب یسوع کے گوشت اور خون میں تبدیل نہیں ہو سکتی ہے۔ اسی طرح ہنود کو بھی عبادت کے لئے ایک خاص مکان کی ضرورت ہے۔ لیکن قرآن فرماتا ہے" تم جس طرف چاہو اپنا مُنہ کرو۔ خدا کو اسی طرف پاؤ گے"۔ آپ خدا کو ہر جگہ پا سکتے ہیں۔ پہاڑوں جنگلوں دریاؤں خشکی اور مسجد ..... جہاں آپ ہوں خدا بھی وہیں موجود ہے۔ پس ایک مسلمان جس جگہ چاہے نماز ادا کر سکتا ہے۔ اور جن لوگوں نے اسلامی ممالک کا سفر کیا ہے۔ ان کو یہ دیکھ کر ضرور تعجب ہُوا ہو گا کہ مسلمان ہر جگہ خدا کی موجودگی کا احساس رکھتا ہے +

آنحضرتؐ کا یہ دعویٰ کہ میں تمام دُنیا کے لئے رسُول ہو کر آیا ہوں آپ کی زندگی ہی میں پایہ ثبوت کو پہنچ گیا تھا۔ آپ کے متبعین میں ایرانی بھی تھے اہل عرب بھی رومی بھی حبشی بھی اور ہندوستانی بھی دُنیا میں ہزاروں نبی پیدا ہوئے بہت سے انبیا کے نام بھی فراموش ہو چکے ہیں۔ اور نہ ان کی تعلیمات کا کچھ پتہ ہے۔ اور جن انبیاء کے نام بھی محفوظ ہیں۔ اُن کے متعلق بھی ایک بات یقینی ہے کہ اُن کے متبعین کی تعداد چند صد نفوس سے آگے نہیں بڑھی۔ باستثنائے حضرت موسیٰ کسی نبی کے متبعین کی تعداد سو سے آگے نہیں بڑھی حضرت یسُوعؑ باوجود صدہا معجزات دکھانے کے اور یہ معجزات اگر دکھائے گئے تو ہزاروں کے سامنے دکھائے ہونگے لیکن ایک درجن سے زیادہ شاگرد نہ بنا سکے ان کے بالمقابل آنحضرتؐ نے صرف تیئس سال کی قلیل مدت میں اپنی وفات سے پہلے میدان منا میں ایک لاکھ مسلمانوں کے سامنے خطبہ دیا۔ اور ان میں ہر ایک اسلام کا شیدائی تھا +

رہی وہ کتاب جو آپ نے دُنیا کو دی وہ تو بجائے خود ایک خاص نوعیت رکھتی ہے۔ توراۃ محض اقوام کی تاریخ اور چند احکامات کا مجموعہ ہے۔ توحید باری اور چند شرائع کے علاوہ وہ ان تمام امور سے عاری ہے جن پر حضرت مسیح نے زور دیا ہے مثلاً حلم اور بُردباری۔ زبُور محض دعاؤں اور نظموں کی کتاب ہے امثال سلیمان صرف مواعیظ کا مجموعہ ہیں۔ اناجیل حضرت یسُوعؑ کی زندگی اور سوانح کا ایک ناقص بیان کہی جاسکتی ہیں۔ اسکے علاوہ ان میں بھی کچھ اعلےٰ اخلاقی تعلیمات جن سے یہودیت عاری تھی پائی جاتی ہیں۔ ان کے بالمقابل آنحضرتؐ نے جو کتاب دُنیا کو دی۔ وہ بیک وقت توراۃ بھی ہے زبور بھی ہے یہ کتاب تاریخ اقوام بھی ہے مجموعہ نصائح و تعلیمات اخلاقی بھی ہے۔ اسمیں اصول نحو بھی مندرج ہیں۔ اسمیں عبادات کا طریق بھی بتایا گیا ہے۔ اور اسمیں خاندان اور حکومت سے متعلق امُور کا تذکرہ بھی ہے +

تمباکو نوشی

اگرچہ اسلام ان چیزوں کو جو بعض لوگوں کی تفریح کا باعث ہوتی ہیں، ناجائز قرار نہیں دیتا، لیکن بعض عادات بیشک ایسی ہیں مثلاً حقہ پینا یا تاش کھیلنا جن کو بعض اسلامی علمائے نے بنظر حقارت دیکھا ہے۔ اسلامی نظام زندگی میں اُن چیزوں کی بالکل جگہ نہیں جو بیکار ہیں۔ اور حقہ نوشی یقیناً ایک بیکار چیز ہے۔ سورہ مومنون میں ابتدائی آیات میں مومنوں کے جو خصائص بیان کئے گئے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے۔ کہ وہ لغویات سے پرہیز کرتے ہیں +

اس رائے کے علاوہ، زندگی کا ایک اہم شعبہ ابھی تک ایسا ہے جس کی طرف یورپ نے توجہ نہیں کی ہے روحانیت میں لغویات سے پرہیز کرنا مسلمانوں کے نزدیک روحانی ترقی کیلئے اشد ضروری ہے۔ تمام لغو اشیاء اور وہ اشیا جن سے بدبو صادر ہوتی ہے روحانیت کی راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے اسلامی علماء نے حقہ سے ہمیشہ پرہیز کیا ہے پاک ارواح ان لوگوں کے پاس نہیں آتیں۔ جو ان عادتوں میں گرفتار رہتے ہیں +

طبی زاویہ نگاہ ڈاکٹر **ایف ڈبلیو الگزینڈر** ریڈیکل آفیسر لندن کے خیالات جو **میڈیکل سرکلر** میں شائع ہوئے بہت دلچسپی کا باعث ہیں۔ ڈاکٹر موصوف لکھتے ہیں کہ

"اگرچہ حقہ کا دھواں اکثر اصحاب کو سکون دماغی عطا کرتا ہے لیکن عموماً لوگ اندھیرے میں سگرٹ نوشی کو پسند نہیں کرتے۔ اور تمباکو کا بکثرت استعمال کرنا کمی اشتہا، سوء ہضمی، معدہ اور امعاء کی بیماریوں، حلق اور حنجرہ کی تکالیف، کھانسی، سوزش و آشوب چشم، کا باعث ہوتا ہے۔ اگر خطرہ کی علامات ظاہر ہوں تو تمباکو سے پرہیز کرنا ضروری ہے۔ تمباکو نوشی کی کثرت نظام عصبی کو کمزور کر دیتی ہے۔ خون کا دباؤ کم ہو جاتا ہے۔ اور اکثر خراب نتائج پیدا ہوتے ہیں +

سگرٹ پینے میں **نکوٹین** سب سے کم نکلتا ہے لیکن پائپ کے استعمال سے ستر اسی فیصدی نکوٹین پائپ کے استعمال کرنے والے کے منہ تک پہنچتا ہے لیکن سگرٹوں میں ایک مضر کیمیاوی مادہ شامل ہوتا ہے اور سگار میں یہ بات نہیں" +

"سگار، پائپ، سگرٹ وغیرہ سب میں **امونیا** ہوتا ہے۔ اور یہ **گیس** ایلڈی ہائیڈ کیلئے تریاق کا حکم رکھتی ہے سستے ورجینیا سگرٹوں میں بہت کم امونیا ہوتی ہے۔ اور اکثر اوقات سگرٹ نوش اس کے مضر نتائج سے دوچار ہوتے رہتے ہیں۔ اگر بیس سے زیادہ سگرٹ روزانہ پئے جائیں تو **کاربن مانک سائڈ** کا زہریلا اثر جسم میں سرایت کرنے لگتا ہے۔ تمباکو کا دھواں جراثیم کو مار ڈالتا ہے۔ کیونکہ اسمیں **پیرا ڈین** شامل ہوتی ہے۔ اور یہ چیز قاتل جراثیم ہے لندن میں جو زبردست وبائے طاعون پھیلی تھی۔ اسکے دوران میں لوگ مریضوں کی عیادت کے وقت سگرٹ پیتے تھے۔ تاکہ جراثیم سے محفوظ رہیں۔ اور جو لوگ مردوں کو دفن کرنے جاتے تھے۔ وہ بھی سگرٹ استعمال کرتے تھے۔ تجربہ سے معلوم ہوا۔ کہ جو لوگ تمباکو نوش تھے۔ وہ اس وبا سے حیرت انگیز طور سے بچے رہے +

"اس وجہ سے تمباکو کا استعمال ترقی پکڑ گیا۔ چونکہ اس میں گناہ کی کوئی بات نہ تھی! اس لئے بچوں کو بھی سگرٹ پینا سکھایا گیا۔ طاعون کی اس مشہور وباء سے پہلے سگرٹ صرف اونچے طبقے کے لوگوں میں استعمال ہوتا تھا +
سترھویں صدی میں تمباکو کا استعمال گرجوں تک میں بجائے بخور کے کیا جانے لگا۔ کیونکہ لوگ سمجھتے تھے اس کے دھوئیں سے ہوا صاف ہو جاتی ہے" +

تمباکو سے ہیضہ کے جراثیم مر جاتے ہیں۔ جب ہمبرگ میں ہیضہ نمودار ہوا تو سگار فیکٹری میں کوئی موت ہیضہ سے واقع نہیں ہوئی۔ اور اندازہ لگایا گیا تھا۔ کہ پانچ ہزار مزدوروں میں سے صرف آٹھ آدمی اس مرض میں مبتلا ہوئے اور ان میں سے صرف چار آدمیوں کی موت واقع ہوئی تمباکو کے دھوئیں سے نمونیا کے جراثیم بھی مرجاتے ہیں۔

تسبیح حمد استغفار

حسب وعدہ حضرت خواجہ صاحب نے معارف قرآن پر قلم اٹھائی۔ خدا تعالیٰ انھیں صحت میں رکھے اور یہ کام ان کے ہاتھ سے انجام پائے۔ خواجہ صاحب کی تحریر میں اس عملی زندگی کا نقشہ ہوتا ہے۔ جس کے لئے اسلام کل مذاہب میں ممتاز ہے۔ عنوان بالا پر جو کچھ آپ نے لکھا ہے۔ اگر اُسے صرف ضیافت طبع نہ سمجھا جائے تو یہ مضمون تمدن و اخلاق پر ایک اعلیٰ سبق ہے یوں تو اس رنگ میں بھی خواجہ صاحب جو لکھتے ہیں وہ علمی دستر خوان کی زیب و زینت ہی ہوتا ہے۔ لیکن جس عملی پہلو پر آپ نے اس مضمون پر زور دیا ہے۔ قارئین کرام کی توجہ اس طرف بنی چاہئے اگر سبق آموزی ہمارا نصب العین ہو تو میرے نزدیک یہ ایک مضمون سو مضمونوں کا ایک عطر ہے۔ خدا تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

یہ مضمون صفحہ ۷۶ - ۷۷ پر دیا گیا ہے +

قرآنی تخیل مذہب

اسلام سے پہلے دُنیا نے مذہب اور خُدا کا تخیل کچھ اس قسم کا بنا رکھا تھا۔ کہ اگر اس سے تعلیم جدید فیض یافتہ بیزار ہو جاتے۔ تو کوئی تعجب خیز امر نہ تھا۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ در اصل نہ کوئی خدا ہے۔ نہ کسی پرستش کی ہمیں ضرورت ہے محض ہماری امید و بیم نے ہمیں ایک موہوم ہستی کے آگے جھکا رکھا ہے اس کا باعث یہ ہے۔ کہ بعض اسباب نا معلوم ہماری کوششوں کو کبھی بیسُود کر دیتے ہیں۔ کبھی بلا ہاتھ ہلائے ہم اپنے ماحول سے فائدہ اُٹھا لیتے ہیں۔ ہم ان امُور کو کسی موہوم غیر مشہود ہستی کے غضب یا خوشی کی طرف منسُوب کر کے اسے اپنا معبُود ٹھیرا لیتے ہیں۔ اور دفع مضرت و جلب منفعت کے لئے اسکے سامنے دست بدعا ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ جو کچھ ہوتا ہے۔ وہ غیر متبدّل اور مستمرہ قوانین فطریہ کے ماتحت ہو رہا ہے۔ ان قوانین سے ہماری نا واقفیت اور ہماری عدم اطاعت یہ واقعات پیدا کر دیتی ہے لیکن ہم غلطی سے انہیں کسی معبُود کی طرف منسُوب کر کے اسکے پرستار بن جاتے ہیں! اچھا ہوتا۔ کہ ہم اُن قوانین کی تلاش کرتے اور ان پر چلتے۔ تو اس مفروضہ خدا پرستی سے بچ جاتے۔

عجیب بات ہے۔ کہ قرآن نے جو نظریہ مذہب پیش کیا ہے۔ اسی منشا کو مذکورہ بالا دہریت ایک اور رنگ میں پیش کرتی ہے۔ کتاب حمید نے بار بار کہا ہے۔ کہ اُس غیب الغیب ہستی کو جس کا نام قرآن کریم نے اللہ رکھا ہے۔ نہ تو انسان کی عبادت یا اسکی تحمید و تسبیح کی ضرورت ہے۔[۱] نہ کسی ذاتی تعزز کیلئے وہ دوسروں کو اپنے سامنے سجدہ میں دیکھنا چاہتا ہے۔ اسکی اطاعت یا عبادت سے مُراد تو اسکے قوانین کی اطاعت ہے۔[۲] اسکے قوانین کی اطاعت کا نام ہی قرآن نے مذہب رکھا ہے۔[۳] اگر اسی کائنات کا کوئی خالق اور حاکم ہے اور اسکی مشیت نے یہی پسند کیا ہے کہ وہ اس کائنات کو مقررہ قوانین کے ماتحت رکھے! اور اس دُنیا میں جو چیز بھی فلاح و کامیابی کا منہ دیکھے۔ وہ کسی نہ کسی قانون کی اطاعت میں دیکھے۔ تو پھر اس کے قوانین کی اطاعت تو زندگی کے لوازمات میں سے ہو جائیگی۔ آج علوم جدیدہ نے نہ صرف خُدا کی ہستی کو ہی قبُول کر لیا ہے۔ بلکہ اس نے ایسے خدا کو مان لیا۔ جو ایک طرح بلا تشبیہ قانُون مجسم ہے۔ سائنس کی تحقیق آہستہ آہستہ انھیں مراحل سے گذر کر ہستی باری تعالیٰ

---

۱ لقمان ۳۱/۱۲ ۲ ہود ۱۱/۱۱۲ ۳ الشوریٰ ۴۲/۱۵ ۴ مائدہ ۵/۳ ۵ بقرہ ۲/۴ +

کی قائل ہوئی جنہیں قرآن نے اس ہستی برتر کے ثبوت میں بطور دلائل پیش کیا۔ آج سے سو برس پہلے مغربی اہل علم دہریت کیطرف جا رہے تھے لیکن قانون کے وجود نے دہریت کی اس بڑھتی ہوئی رو کو روکا ان لوگوں نے دنیا کی ہر ایک چیز کو قانون کے ماتحت پایا۔ حتٰی کہ پیدائش عالم کا ابتدائی سے ابتدائی مواد بھی قانون کی حکومت تلے نظر آیا۔ چنانچہ اس حقیقت سے آشنا ہو کر انھوں نے مادہ کا نام لا سبسٹنس رکھا۔ اور یہ لوگ تو قانون کو ہی خدا مان بیٹھے۔ جیسے کہ آجکل کے دہریے قانون کو اپنا متبوع قرار دیتے ہیں لیکن محققین کو کائنات میں بیشمار ایسے قانون نظر آئے۔ جو ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ جو اس اختلاف کے ہوتے ہوئے بھی کسی مقصد واحد کے پورا کرنے کیلئے ایک دوسرے کے معاون و متحد ہی نظر آئے۔ ان حقائق پر حکمائے کائنات ایک مذہب تجویز کرنے پر مجبور ہو گئے جس کا نام انہوں نے مذہب وحدت (مونازم) رکھا۔ یہ لوگ تو اس مرحلہ پر ہی ٹھیر جاتے لیکن ان کی تحقیق انھیں مونازم سے آگے لیگئی۔ انھیں نظر آگیا۔ کہ یہ قوانین کسی **ارادہ بالغ** کے پورا کرنے کے لئے بنائے گئے ہیں۔ بالمقابل کوئی چیز ایکدم میں پیدا ہوتی نظر نہ آئی۔ بلکہ ذرات عالم تو مقررہ راہوں پر چل کر اور مختلف شکلیں بدل کر آخر کار کچھ کا کچھ بن جاتے ہیں۔ اور یہ ذرات جو شکل بھی اختیار کریں۔ وہ پہلے سے ہی ارادہ کردہ ہوتی ہیں۔ اور یہ ارادہ اپنے ظہور بالغ سے کئی ہزارہا یا لاکھ برس پہلے سے تجویز میں آجاتا ہے۔ گویا ان ذرات کے حکمران کے ہاتھ میں کام کرنیوالے ایجنٹ ہوتے ہیں۔ جو اس کے اشارہ پر آخرکار چیزوں کی ارادہ کردہ شکل کو ظہور میں لے آتے ہیں۔ انھیں قرآن نے ملائکہ کہا ہے اس حقیقت کو دیکھ کر حکما کو نظریہ ارتقا (تھیوری آف ایولیوشن) اور نظریہ ارادہ بالغہ (ڈیزائن تھیوری) پر ایمان لانا پڑا۔ یعنی ہر ایک چیز میں بلوغت تک پہنچنے کی استعداد پہلے سے ہوتی ہے۔ اور وہ کسی نہ کسی مقصد کیلئے پیدا ہوتی ہے لیکن یہ امور پیدا نہیں ہو سکتے۔ جب تک اشیاء عالم پر کسی کی حکومت نہ ہو۔ یعنے وہ ہستی اپنی حکومت سے اشیاء کو جس طرح چاہے استعمال کر سکے۔ پھر اس کے متعلق اسے بلیغ علم بھی حاصل ہو۔ اور پھر جو کام وہ کرے حکمت و دانشمندی سے کرے۔ الغرض اہل سائنس کو کائنات میں سات حقائق نظر آئے (۱) قوانین (۲) وحدت (۳) ارتقاء اشیاء (۴) ارادہ (۵) حکومت بر اشیاء (۶) علم بالغ (۷) حکمت۔ ان سات حقائق پر غور کرنے کے بعد وہ کون انسان ہے جو ایک ہستی برتر و حدہ[1]

---

[1] سورہ الیسین ۳۶/۸۳ +

قائل نہ ہو۔ چنانچہ ان سات حقائق نے دہریت کا قائم کیا۔ اور لوگ ہستی باریتعالیٰ کے قائل ہو گئے ؂

یہ علمی باتیں قرآن سے پہلے تو کسی الہامی کتاب میں نظر نہیں آتیں ۔ وہاں تو ہر ایک بات کو تحکمانہ طریق پر منوایا گیا ۔ یا کہیں کہیں معجزات کا ذکر آ جاتا ہے ۔ اس کا نتیجہ لازماً دہریت تھی لیکن قرآن حکیم نے نہ صرف اور کئی دلائل ہستی باریتعالیٰ کے ثبوت میں دیئے بلکہ انہیں سات حقائق کی طرف کھلے طور سے اشارہ کیا ۔ سب سے پہلے دینِ الٰہی[۵۱] کا نام اسلام یعنے پیروی قوانین الٰہیہ تجویز کر کے یہ ظاہر کیا ۔ کہ جب کائنات کی ہر ایک چیز قانون مقررہ پر چلتی[۵۲] ہے۔ تو انسان کس طرح اطاعت قوانین سے باہر ہو سکتا ہے ۔ اس پر چلنا تو اسکی فطرت[۵۳] ہے بالمقابل جو قانون کو چھوڑیگا ۔ وہ نقصان اُٹھائیگا[۵۴] ۔ پھر فرمایا ۔ کہ یہ سب کے سب قوانین ایک ہی سرچشمہ سے نکلے ہیں ۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو کائنات میں فساد پیدا ہو جاتا[۵۵] ۔ اس کے بعد چیزوں کا پیدا کنندہ کا نام رب[۵۶] تجویز کیا یعنی وہ ہستی جو چیزوں کے خواص تجویز کرے ان میں وہ خواص رکھ دیتی ہے۔ پھر ان چیزوں کو مختلف منازل سے گذار کر آہستہ آہستہ اُنھیں اُس مقام بلوغت پر پہنچا دیتی ہے جہاں ان میں کے ودیعت کردہ خواص ظاہر ہو جاتے ہیں ۔ گو لغت عرب نے لفظ رب کے یہی معنی تجویز کئے ہیں ۔ اور یہ معانی اس نظریہ کیطرف اشارہ کرتے ہیں ۔ جس کا نام آج تھیوری آف ایولیوشن رکھا گیا ہے لیکن قرآن نے کئی مقام پر اس قانون ارتقا کا ذکر کر کے ہستی باریتعالیٰ کو ماننے کا ارشاد فرمایا ۔ چنانچہ سورہ (طٰہٰ ۴۹ و ۵۰) میں فرمایا ۔ کہ تمہارا رب وہ رب ہے ۔ جو ہر ایک چیز کی شکل اس کا مواد مقدار قوانین پہلے سے تجویز کر کے پھر اسے ایک راستہ پر چلا دیتا ہے جس سے وہ بلوغت کو پہنچ جاتی ہے پھر سورہ بقرہ میں کس خوبصورتی سے ان امور علمیہ کو ایک جگہ جمع کر دیا ہے سب سے اول آیت ۱۶۳ میں انسان کو کہا کہ تیرا معبود وہ ہے ۔ جو واحد ہے ۔ اور رحمان ہے یعنے تیری ضرورت کے لئے پہلے ہی سے چیزیں پیدا کر دیتا ہے۔ اور اس سے غرض یہ ہوتی ہے۔ کہ تو مقررہ راہوں پر چل کر فائدہ اُٹھائے اور رحیمیت کے فیض کے نیچے آ جائے ۔ پھر آیت ۱۶۴ میں نظام لیل و نہار کی طرف اشارہ فرما کر بیان کیا کہ دن رات کے اختلاف کو دیکھو جس سے مختلف مقامات پر سورج کی تمازت میں کمی بیشی ہوتے ہی اس سے گرم اور سرد ہوائیں چلتی ہیں ۔ ان سے بادل پیدا ہو جاتے ہیں ۔ وہ مینہ برسا کر زمین سے طرح طرح کے نباتات اُگاتے ہیں ۔ دوسری طرف یہی ہوائیں سمندر

۵۱ سورہ مائدہ ۵/۳ ۵۲ سورہ آل عمران ۳/۹۲ ۵۳ ۳۰/۳۰ ۵۴ ۴/۸۴ ۵۵ ۲۱/۲۱ و ۲۲ ۵۶ سورہ فاتحہ آیت (۱) ؂

میں کشتیوں کو چلاتی ہیں ۔ اور دونوں کی غرض یہ ہے کہ انسان کو بحر و بر سے فائدہ ہو۔ اگر انسان بھی ہاتھ پاؤں ہلائے ۔ تو ان فیوضات سے متمتع ہو کر بے بہا خزائن کا مالک ہو جائے۔ اب دیکھنے کو تو دن رات کا اختلاف ایک معمولی مشاہدہ ہے لیکن آیت مذکور میں جن جن مناظر کا ذکر ہے۔ وہ تو بیشمار قوانین مختلفہ کی اتباع میں پیدا ہوتے ہیں ۔ جو مختلف مقامات پر ایکدوسرے سے مختلف اور متضاد رنگوں میں کام کر کے غرض واحد کیلئے متحد ہو جاتے ہیں ۔ گویا اس آیت نے ان تین مغربی نظریوں کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ جیسے مذہب وحدت نظریہ ارتقا اور نظریہ ارادہ کے نام سے معنون کیا گیا ہے ۔ سورہ بقرہ آیت ۲۵۵ (آیت الکرسی) میں اشیاء عالم پر خدا کی حکومت ظاہر کی گئی ہے ۔ اس کے علم بلیغ کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ بھی فرمایا ہے ۔ کہ وہ ان امور کے طے کرنے میں کبھی تھکتا نہیں ۔ اسی طرح سے سورہ جمعہ کی ابتدائی آیات میں زمین و آسمان پر خدا کی حکومت اسکی حکمت اور علم کا ذکر کیا گیا ہے الغرض بیسیوں قرآن کی آیات ہیں جنمیں خدا کی ہستی کے ثبوت کے لئے ان امور کو بالتشریح بیان کیا گیا ہے +

اس امر سے نہ صرف یہ ثابت ہوتا ہے ۔ کہ قرآن کریم انسانی کلام نہیں ۔ بلکہ اسکے نزول کی ضرورت بھی ثابت ہو جاتی ہے ۔ اگر علمی دنیا اس قسم کے خالق قوانین کے وجود کو تسلیم کر چکی ہے جسکے ہاں اطاعت قانون ہی کی عزت ہے ۔ اور قانون سے منہ پھیرنیوالا ذلت پاتا ہے ۔ تو پھر اس کی شریعت اور اسکے قوانین کی اطاعت سے کس طرح انکار ہو سکتا ہے ۔ کتاب حمید نے اس قانون دہندہ کی حمد و پرستش میں گیت گانے یا بعض مقدس الفاظ دھرانے کا نام مذہب نہیں رکھا ۔ یہ تو مقدمات مذہب ہیں ۔ اصل مذہب تو اسکے قوانین کی اطاعت کا نام ہے ۔ جس کا مجموعہ قرآن کریم ہے ۔ ان اغراض کیلئے قرآن کریم نے اس ہستی بالا کے اوصاف گنے ہیں جنھیں اسماء الٰہیہ کہتے ہیں ۔ یہ اسماء دراصل اسکی مختلف صفات کے نام ہیں باقی اس کا ذاتی نام اللہ ہے ۔ ان سب ناموں میں سے جو نام خصوصاً قابل ذکر ہے ۔ وہ رب ہے جس کے قوانین کی اطاعت کا نام مذہب ہے ۔ چنانچہ جناب نوح سے لیکر جس قدر انبیاء کا ذکر قرآن کریم نے کیا ۔ ان سب کا ایک ہی وعظ تھا ۔ اور وہ یہ تھا ۔ کہ تم اللہ اور رب کی پرستش کرو ۔ اس سے یہ تو مراد نہ تھی ۔ کہ ہم اللہ اور رب کے مجسمے بنا کر اسکے آگے جھکیں ۔ ان کے وعظ کا مقصد تو یہ ہے ۔ کہ ہم ان قوانین کی عزت کریں ۔ جو اللہ اور رب نے ہمارے طریق عمل کیلئے تجویز فرمائے ہیں

۱؎ جاثیہ ۱۲ تا ۱۵ ۲؎ سورہ ہود آیت ۱۱۲ ۳؎ سورۂ انعام آیت ۱۰۲ ۴؎ سورہ اعراف آیت ۵۸ تا ۵۹ - ۶۱ - ۶۳ - ۶۵ - ۶۷ - ۶۸ - ۷۳ - ۸۵ - ۱۵۱ - ۳ - ۹ سورۂ ہود آیت ۳ - ۲۶ و ۵۰ تا ۵۱ و ۹۳ و ۱۱۲ سورہ یونس آیت ۹ تا ۳۱ و ۳۲ و ۵۷ سورہ یوسف ۱۰۸ سورہ نحل آیت ۳۶

یہاں میں نے چند آیات دی ہیں جنمیں سب کے قریب قریب پیغمبر گنے گئے ہیں ۔ انکی یہی تعلیم تھی ۔ اسکے علاوہ جس جگہ قرآن کو دیکھیے اس کتاب نے اللہ اور رب کی اطاعت کی طرف لوگوں کو بلایا +

انھیں راہوں پر چلنے کا نام قرآن نے عبادت کہا ہے۔ بلکہ ایک جگہ یہ فرمادیا۔ کہ انسان عبادت کیلئے[۱] ہی پیدا ہوا ہے۔ دوسری طرف قرآن نے کافر انھیں کہا۔ جو خود ان راہوں پر نہ چلیں۔ اور نہ دوسروں کو چلنے دیں[۲]۔ گویا اللہ اور رب کی راہوں پر چلنا قرآن کے نزدیک ایمان ہے۔ اور ان سے منحرف ہونا کفر و الحاد کہلاتا ہے۔ اب اگر اللہ سرچشمہ قوانین ہے۔ اور رب وہ مقدس ہستی ہے جس نے ہماری ربوبیت کے قوانین بنائے ہیں۔ تو پھر علمی دنیا کا کون انسان ہوگا۔ خواہ وہ لامذہب ہی کہلانا پسند کرے جو مذہب مذکورہ بالا کا پرستار نہ ہو۔ قوانین ربوبیت۔ سے مراد قوانین اکل و شرب ہیں۔ کھانا پینا یا محنت[۳] تو از قسم حیوانیت ہے۔ یہ تو صرف بقائے زندگی کیلئے ہے۔ تاکہ انسان کے اندر وہ باتیں پیدا ہوں۔ جن کے مجموعہ کا نام انسانیت ہے۔ ہاں متمدن دنیا ان ہی امور ثلاثہ میں منہمک نظر آتی ہے۔ یہ تو لہو و لعب ہیں[۴]۔ لیکن اس دنیا کو اس پر ناز ہے۔ آخر انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے اگر غرض زندگی یہ تین امور ہیں +

اس مجمل حقیقت کے متعلق کتاب حکیم نے ان لوگوں کو جو اللہ اور رب کے قوانین پر تو مجبوراً چلتے ہیں لیکن مذہب کے نام تک سے گھبراتے ہیں مختلف انداز پر مخاطب کیا ہے۔ قرآن نے صحیفہ قدرت کے مناظر مختلفہ کو سامنے رکھ کر یہ کہا ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے یہ چیزیں محض کھیل کے طور پر[۵] تو نہیں بنائیں۔ اس نے زمین و آسمان کو کسی غرض حقہ[۶] کیلئے بنایا۔ دن اور رات پیدا کئے۔ زمین و آسمان کی ہر ایک چیز کو ایک نہ ایک راہ پر چلایا۔ تو جس غرض حقہ کیلئے یہ چیزیں بنائی گئیں۔ کیوں اس دنیا کے حکمران یعنی انسان کو واقف نہ کیا جائے۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ انسان خود بخود ان اغراض سے واقف ہو گیا۔ امور مہمہ میں انسان نے جو سیکھا وہ الہام کے طفیل سیکھا مثلاً قرآن نے ہی سب سے اول انسان کو زمین و آسمان اور ان کے اندر کی مخلوقات کی خدمات سے مطلع کیا۔ ان حالات میں انسان کس طرح ہدایت الٰہی کے بغیر رہ سکتا ہے +

---

[۱] سورہ ذاریات ——— آیت ۵۶۔

[۲] سورہ محمد آیت نمبر ۱

[۳] سورہ محمد ۴۷ آیت ۱۲۔

[۴] سورہ محمد آیت ۳۶۔

[۵] سورہ دخان آیت ۳۸۔ ۳۹۔

[۶] ابراہیم ۱۰۔ ۱۱ +

اسی طرح قرآن نے بار بار ان ارتقائی منازل کا ذکر کیا۔ جن کے ماتحت ذرّات عالم نے پیدا ہو کر انسان تک نشو و نما پایا۔ مثلاً کس طرح سب سے اوّل: چھ زمین[51] اور چھ آسمان بنے۔ پھر زمین کے استحکام کے لئے اس پر پہاڑ بنائے گئے[52]۔ اس کے بعد آسمان سے پانی اترا۔ جس کے ذریعہ زمین میں سے طرح طرح کی روئیدگیاں پیدا ہوئیں۔ پھر انہی چیزوں نے مختلف ہیولے بدلکر آخرکار نطفہ انسانی کی شکل اختیار کی۔ جس نے رحم مادر میں جگہ پکڑ کر اور سات ارتقائی[53] منازل طے کئے۔ الغرض ان لکھوکھا برس کی لمبی ارتقائی منازل کے بعد انسان زمین پر آیا۔ پھر یہ بھی فرمایا۔ کہ نشائے عالم کا یہ سلسلہ جس کی آخری کڑی اس دُنیا کا انسان ہے۔ برابر اب تک[54] جاری ہے۔ اور آخرکار پھر انسان کے فائدہ کیلئے زمین و آسمان میں بیشمار چیزیں پیدا کیں مثلاً سُورج۔ چاند۔ ستارے[55] سمندر، اور پھر سمندری دنیا اور ان سب کو انسان کے ماتحت کیا۔ اور اُنکی تسخیر کے[56] رستے انسان کو سکھلائے۔ پھر یہ بھی فرمایا۔ کہ دُنیا میں کوئی نعمت ایسی نہیں۔ جسکے مُتعلق کوئی اندازہ یا[57] حساب مُقدر نہ ہو تو کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ انسان کو ایک شتر بے مہار[58] کی طرح بغیر کسی قانون اور اندازہ کے چھوڑ دے۔ اس حقیقت کو کیسے معنی خیز اور مختصر ذیل کے الفاظ میں قرآن نے ذکر۔ "کیا انسان یہ خیال کرتا ہے۔ کہ اسے اس طرح چھوڑ دیا جائیگا۔ کہ وہ بلا ارادہ جدھر چاہے چلا جائے۔ کیا وہ ایک چھوٹے سے قطرہ منی سے نہیں بنا۔ پھر وہ گوشت کا لوتھڑا تھا جسے تکمیل تک پہنچایا گیا۔ پھر اسمیں سے مرد و عورت پیدا کئے۔ کیا وہی خدا اسے موت کے بعد زندہ نہیں کر سکتا"

پھر ایک جگہ فرمایا۔ "انھیں ایک امر عظیم کے مُتعلق عنقریب معلُوم ہو جائیگا۔ کیا ہم نے زمین کو نہیں پھیلا دیا۔ اور اسمیں پہاڑوں کی میخیں قائم نہیں کیں۔ انھیں جوڑے نہیں بنایا۔ پھر آرام کے لئے نیند نہیں بنائی۔ اور اگر رات نے اُن کو ڈھانپا۔ تو دن بھی ہم نے بنایا جسمیں یہ اپنی معاش کا فکر کریں۔ پھر تمہارے سر پر سات مضبُوط چیزیں بنائیں۔ انمیں روشن چراغ رکھے۔ پھر بارش والے بادل آئے۔ ان سے پانی اُترا۔ اس سے اناج اور سبزیاں نکلیں۔ اور بڑے بڑے باغیچے پیدا ہُوئے۔ یاد رکھیں کہ فیصلہ کا دن بھی قریب ہے[59] +

---

۵۱ سورہ الحجر آیت ۱۹ - ۲۲-۲۳ ۵۲ ۴۱ — ۳۱ ۵۳ مومنین — ۱۲ — ۱۳ -

۵۴ سورہ نحل رکوع ۲ سورہ جاثیہ ۱۲ — ۱۳ ۵۵ سورہ نحل آیت ۱۵ ۵۶ سورہ رحمان آیت ۱ — ۶

۵۷ سورہ رحمان آیت ۷ — ۸ ۵۸ سورہ قیامہ آیت ۳۶ تا ۴۰ ۵۹ سورہ انبیا آیت ۵ تا ۱۷ +

اسی طرح ہماری خوراک کی طرف اشارہ کرکے فرمایا۔ "انسان اپنی خوراک کی طرف غور کرے ہم ہی کثرت سے پانی لاتے ہیں۔ اور ہم نے ہی زمین کو پھاڑا۔ اور اس میں سے اناج نکالے انگور اور تر۔ بستان اور کھجور و عمدہ پھل پھول۔ یہ سب کچھ تمہارے لئے اور تمہارے جوانوں کے لئے رکھا ہے[۵۱]۔ اسی طرح کئی ایک مقامات پر طرح طرح کے میوہ[۵۲] جات اور دیگر نباتات کا اور پھر بحری خزائن[۵۳] کا ذکر کیا۔ ایسا ہی اُن حیوانات کی طرف اشارہ کیا جن میں سے بعض پر ہم چڑھتے ہیں۔ اور بعض کو خوراک بناتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک چیز میں ایک قسم کا نظام ابلغ ہے مثلاً جہاں خوراک کی طرف اشارہ کیا ہے۔ وہاں یہ بھی اشارہ ہے۔ کہ ہم آسمان سے بھی بعض چیزیں بقدر معلوم اُتارتے ہیں۔ اُن میں سے پانی بھی ہے۔ اسے زمین پر لاتے ہیں۔ اور دوسری طرف زمین کو پھاڑ دیتے ہیں۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ جو کچھ پیدا ہوتا ہے، آسمانی پانی سے ہی پیدا ہوتا ہے لیکن اس پانی کا آنا بیکار رہتا۔ اگر زمین میں پانی کو جذب کرنے کی طاقت نہ ہوتی۔ سورہ عبسہ میں اسی طرف اشارہ کیا۔ جیسے کہ اُوپر ذکر ہو چکا ہے ہم نے زمین کو پھاڑا اور اُس نے پھٹ کر پانی پیا۔ جس سے طرح طرح کے میوہ جات اور اناج پیدا ہوئے۔ پھر بادلوں کے اس پانی کے متعلق ایک اور مقام پر اختلاف لیل و نہار کا ذکر کیا جس کے ماتحت ہوائیں چلتی تھیں۔ اور وہی بادلوں کو لا جمع کرتی ہیں۔ جن سے بارشیں پیدا ہوتی ہیں۔ الغرض اگر ایک طرف ہم ان نعمتوں کو گننا چاہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے پیدا کیں۔ تو وہ ہمارے شمار میں نہیں آسکتیں۔ دوسری طرف قدم قدم پر ایک نظام۔ ایک تدبیر۔ ایک اندازہ۔ پھر طرح طرح کے قوانین نظر آتے ہیں۔ تو پھر کیا یہ سب کھیل ہی کھیل ہیں؟ پھر قرآن نے ان نعماء کا ذکر کیا۔ جو صرف انسان کے لئے پیدا ہوئے مثلاً پھل۔ پھول طرح طرح کے میوہ جات۔ اناج۔ بحری خزائن۔ پھر زمین پر حیوانات کا پھیلا دینا جنمیں سے بعض پر ہم چڑھتے ہیں۔ اور بعض کو خوراک کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اور پھر ان سب سے بڑھ کر اختلاف لیل و نہار جو کائنات کی مشینری کے ایک بھاری حصہ کے چلانے کا ذمہ وار ہے۔ جسکے ماتحت ہوائیں چلکر بارشوں کو لے آتی ہیں۔ اور اگر ہم ان نعمتوں کا اندازہ لگانا چاہیں۔ تو ہم انھیں گن نہیں سکتے +

[۵۱] عبس آیت ۲۲ تا ۲۲ — [۵۲] سورہ النبا — آیت ۵ تا ۱۷ — [۵۳] عبس ۲۴-۲-۳۲ -

اگر ہم کسی ذی حیثیت کے گھر میں کسی خاص قسم کی تیاری دیکھیں۔ کہ مالک مکان طرح طرح کی چیزیں جمع کر رہا ہے، تو فوراً ہم اس نتیجہ پر آ جاتے ہیں۔ کہ اُن کے مکان میں کسی عظیم الشان مہمان نے آنا ہے۔ پھر کائنات کی یہ تیاریاں اور ان میں اس قدر نعماء کا جمع کر دینا جو ہماری گنتی میں بھی نہیں آسکتیں۵۱۔ یہ کس لئے ہے کیا اس زمانہ کا کوئی فیلسوف بتا سکتا ہے۔ کہ یہ کل کی کل تیاریاں انسان کے سوا کسی اور مخلوق کیلئے ہوئیں۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ انسان کے سوا کوئی اور مخلوق انھیں استعمال نہیں کرتی۔ جیسا کہ قرآن نے کہا۔ تو کیا یہ سب کا سب اسلئے ہوا۔ کہ جب کل کائنات کا خلاصہ آخر کار انسان کی شکل میں پیدا ہو۔ تو اور حیوانوں کی طرح۵۲ اپنی مختلف خواہشات نفسانی کو پورا کر کے چند دن کے بعد نسیاً منسیا ہو جائے۔ اور یہ کہ جو کچھ ہوا۔ گویا حوادثات دہر۵۳ سے تھا۔ یہ بات بھی ہم مان لیتے۔ اگر سائنس نے اس کائنات کو کسی حکیم اور دانشمند کے ہاتھ میں نہ دیکھا ہوتا۔ ان امور سے تو یہ طبعاً خیال آتا ہے +

خدا کی نگاہ میں انسان کس قدر محترم ہوئا۵۳ ہے۔ جس کیلئے یہ سب کچھ پیدا ہوا۔ یہ چیزیں۔ تو اس مکروہ مخلوق کیلئے پیدا نہیں ہو سکتیں۔ جس نے اپنی موجودہ بدعنوانیوں سے دوسری مخلوقات خداوندی کو تباہ کر رکھا ہے۔ جس طرح آج تمدنِ انسان کر رہا ہے +

ان امور کو تفصیل کے ساتھ بیان کر کے خدا تعالیٰ نے ہم پر ظاہر کیا۔ کہ ہمارا مستقبل کس قدر شاندار ہے اور یہ دنیا چند دن کی زندگی کا نام۵۴ ہے۔ اسلئے ہمیں عقبےٰ کیلئے تیار ہونا چاہئے۔ ہم پر یہ بھی ظاہر کیا۔ کہ ہم میں لاتعداد استعدادیں رکھ دی گئی ہیں۔ جن میں کچھ بعض تو یہاں نشو و نما پاتی ہیں۔ اور بعض حیات مابعد میں روشن۵۵ ہونگی۔ ان مخفی قواء کا بعض انسانوں میں یہاں بھی ظاہر ہو جانا کہتا ہے۔ کہ انہوں نے آخر کار ظاہر ہونا ہے۔ اگر حیات مابعد نہ ہو تو کیا یہ سارے کا سارا کھیل جو لاکھا برس سے چل رہا ہے صرف اسلئے تھا۔ کہ انسان دنیا میں آئے اور چند دن کھیلا جائے۔ اور اسکی بیشمار استعدادیں بلا ظہور ضائع ہو جائیں۔ اس سے لازم آتا ہے۔ کہ حیات مابعد ہے جس کی تیاری کیلئے ہم یہاں آئے ہیں +

یہ بدیہہ بات ہے۔ کہ کل مواد عالم نے شکل انسان میں آ کر جسمانی ترقی کو تکمیل تک پہنچا دیا۔ لیکن اس موقعہ پر آ کر انسان میں ایک چیز پیدا ہوتی ہے جس کا نام قرآن نے خلقِ جدید۵۶ رکھا ہے! اور عام اصطلاح میں اس کا نام شعور و ادراک ہے۔ اس میں طرح طرح کی استعدادیں موجود ہیں۔ یہ بھی نفسیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ انسان میں جوں جوں مادی خواہشات کم ہوتی جاتی ہیں۔ اسکی ذہنی اور شعوری قوتیں روشن ہوتی جاتی ہیں۔ جیسے صاف نظر آتا ہے۔ کہ جسمانیات کے ختم ہوتے پر

۵۱ سورہ ابراہیم۔ ۳۴ . . . . ۵۲ سورہ جاثیہ۔ ۲۵ ۵۳ و کرمنا بنی آدم
۵۴ سورہ التین ۵۵ سورہ والطارق ۵۶ سورہ مومنین +

شعوری قوا علی وجہ الکمال ظاہر ہونگے۔ اگر ارتقا کی منازل مختلفہ کو دیکھا جائے۔ تو یہ صاف نظر آتا ہے کہ ترقی کُن جوہر جس منزل ارتقا میں داخل ہوتا ہے۔ اسمیں کچھ چیزیں تو منزلِ ماقبل کی ہوتی ہیں لیکن عالم موجودہ میں اسمیں ایک نئی چیز پیدا ہو جاتی ہے۔ پھر آگے چل کر اقرب منزلِ مابعد میں عالمہا قبل والی چیز تو کمزور ہوتی جاتی ہے۔ اور نئی پیداشدہ چیز روز افزوں ترقی کرتی ہے۔ حتّٰے کہ کسی آیندہ عالم میں جا کر ابتدائی عالم کی کُل کی کُل لوازمات مفقود ہو جاتی ہیں اور نئی پیداشدہ بات ہی اس جوہر ترقی کُن کے ممتاز خواص ہو جاتی ہے۔ میں مثال کے لئے اُدنیٰ عالم جمادات سے شروع ہوتا ہوں۔ جمادی اشیاء میں کوئی تنظیم نہیں ہوتی۔ یہ پھیلتی اور بڑھتی ہیں لیکن اپنے مقام سے نہیں ملتی۔ اس عالم کے بعد عالم نباتات میں ایک قسم کی صعُودی حرکت یا نمو پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ ایک نئی چیز ہے۔ اگر جسمانی طور سے جمادات اور نباتات کا مقابلہ کیا جائے۔ تو مقابلتہً نباتات میں جسمانی حصّہ کم ہوتا ہے۔ اور اسکی جگہ صعُودی حرکت آ پیدا ہوتی ہے۔ اسکے بعد جب حیوان بنتا ہے۔ تو اس مخلوق میں ہر قسم کی حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ حتّٰے کہ ان میں سے بعض میں طاقت پرواز بھی آ جاتی ہے لیکن عالم حیوانات کے اندر اگین عالم نباتات کی چیزوں کے مقابل جسماً کمزور ہو جاتی ہیں عالم حیوانات میں ایک نئی چیز مُتمیز طور سے پیدا ہو جاتی ہے۔ جسے ہم شعُور سمجھتے ہیں۔ یہی شعُور انسانوں میں آ کر بالقوہ اس کیفیت کا ہو جاتا ہے۔ کہ جس کی حد و بست نہیں ہو سکتی۔

الغرض یہ نظارۂ ارتقا امور ذیل کو ثابت کرتا ہے:

میں

اوّل۔ اشیاء میں شروع سے ہی استعدادیں ہوتی ہیں۔ جو بتدریج منازل مختلفہ میں ظاہر ہوتی ہیں۔

دوئم۔ استعدادیں آخر کار ظاہر ہو کر رہتی ہیں گو انکی شکل بدلنی جائے۔ اس ظہور کا نام بلوغتِ اشیاء ہوتا ہے۔

سوئم۔ استعدادوں کا کامل ظہور مختلف آیندہ عالموں کو چاہتا ہے۔ کسی چیز کی کُل کی کُل استعدادیں ایک ہی عالم میں ظاہر نہیں ہوتیں۔ مثلاً درختوں میں چلنے پھرنے کی تو استعداد تھی۔ ان میں مختلف قسم کے احساس بھی تھے۔ بلکہ شعُور بھی تھا لیکن ان استعدادوں کے ظہُور کیلئے ضرور تھا۔ کہ نباتات کے مرکبہ اجزا جسماً تو کمزور ہوں لیکن انکی ودیعت شُدہ استعدادیں عالم حیوانات میں اور پھر انسانی شکل میں آ ظاہر ہوں۔ اگر یہ بالقوہ استعدادیں ہونے پر بھی تبدیلیٔ عالم کو چاہتی ہیں۔ تو پھر ہم میں صدہا استعدادیں ہیں۔ جو یہاں ظاہر نہیں ہوتیں۔ وہ بالضرور کسی عالم آیندہ کو چاہتی ہیں۔ یہ تو ایک علمی زمانہ ہے۔ اور مذکورہ بالا نظریہ تسلیم ہو چکے ہیں لیکن ہمارے زمانہ نے تو آج ان باتوں کا امکان بھی ثابت کر دیا۔ جو ہم بعض انبیاء کے متعلق سُنتے چلے آئے ہیں۔ مثلاً غیب کی چیزوں کو دیکھ لینا۔ ایک ہی جگہ بیٹھ کر دوسری جگہ پہنچ جانا

اور وہاں کی سیر کر آنا غیبی آوازوں کو سن لینا ۔ اگر یہ چیزیں بعض انبیاء کو دی گئیں ۔ اور آج باطنیات کے مشتاق ان چیزوں کو ایک حد تک حاصل کرتے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ تو یہ اس بات کا ثبوت ہے ۔ کہ ہر انسان میں یہ استعدادیں موجود ہیں ۔ اب ان استعدادوں کا صرف ان لوگوں میں ظاہر ہونا ۔ جو جسمانیات میں بہت کم حصہ لیتے ہیں ۔ اور ان قویٰ کا ایسے وقت میں ظاہر ہونا جب جسمی قویٰ سو جاتے ہیں ۔ جیسے محاورہ میں تعطل حواس کہتے ہیں ۔ یہ امور اس بات کو ثابت کرتے ہیں ۔ کہ ان استعدادوں کا ظہور اس وقت ہو گا ۔ جب ہم پر یہ جسمانی لباس نہ رہیگا ۔ بلکہ یہ ان استعدادوں کا کامل ظہور کسی اور جسم کو چاہتا ہے ۔ اسلام نے اسے نوری جسم قرار دیا ہے واقعہ معراج کی بھی حقیقت تھی ۔ خود آنحضرت صلعم کی اس سیر کی سواری کا نام براق ظاہر کرتا ہے ۔ کہ آپ نے کسی برقی جسم میں یہ سیر کی ۔ اب اگر عالم مابعد کا ہونا ایک حقیقت مثبتہ ہے ۔ تو پھر ان ہدایات کی بھی ضرورت ہے ۔ جن پر چلکر ہم عالم آیندہ کے لیئے تیار ہونگے ۔ قرآن کریم نے تو یہ دلائل حکیمانہ آیندہ زندگی کے وجود کو ثابت کیا ہے ۔ اور یہ تکرار ثابت کیا ہے ۔ لیکن انسان ہی ہے ۔ کہ ایکطرف تو یہ اعتراض کرنے کو تیار ہو جاتا ہے ۔ کہ کتاب حکیم نے کیوں تکرار کیا ۔ اور دوسری طرف اس تکرار کے ہوتے ہوئے آنکھ بند کر لیتا ہے ۔ اور عقبےٰ کا فکر نہیں کرتا +

میں یہاں تین امور کی طرف ناظرین کی توجہ دلاتا ہوں ۔ اور یہ وہ باتیں ہیں ۔ جن کو خود قرآن نے پیش کیا ہے ۔ اول یہ کہ کیا خدا تعالیٰ نے سب کچھ کھیل کے طور پر بنایا ہے ۔

۲ ۔ کیا یہ سب نظام کسی غرض حقہ کیلئے نہیں بنایا گیا ۔

۳ ۔ کیا اس وقت ہم لہو و لعب میں نہیں پڑے ہوئے ۔

اگر ہم آج سو برس کے پہلے کے فلسفہ کے ماتحت ہوتے جس نے یہ تسلیم کیا تھا کہ جو کچھ دنیا میں ہو رہا ہے ۔ وہ الاتفاقیہ حادثات کا نتیجہ ہے ۔ تو ہمیں کسی ربانی ہدایت کی ضرورت نہ تھی ۔ ہم تو آج علمی دنیا سے تعلق رکھتے ہیں ۔ ہم دیکھ رہے ہیں ۔ کہ جو کچھ ہو رہا ہے ۔ وہ ایک حکمت کے ماتحت ارادہ سے ہو رہا ہے پھر اس زمین اور اس کے متعلقات کے اندر بے شعور ہا اور بے ارادہ دنیا تو مقررہ کاموں میں لگی ہوئی نظر آتی ہے اور ان میں سے ہر ایک ہدایت کردہ راہ پر چل کر دہ اعلے سے اعلے مقاصد کو پورا کرے ۔ لیکن ان سب پر حکمران عنصر جب ایک باشعور اور صاحب ادراک و ارادہ انسان کی شکل میں پیدا ہو تو اس کا نصب العین صرف کھیل کود ہو ۔ اور وہ خلیفۃ الرحمن ہو کر ہوا و ہوس کے پیچھے لگا رہے :۔

آج متمدن مہذب دُنیا کو دیکھ لیا جائے۔ اکل و شرب و مناکحت کے علاوہ جو حیوانیت نے فطور و رثہ ہمیں دی ہیں۔ باقی جو چیز ہم میں ہے۔ وہ لہو و لعب ہے۔ کرکٹ۔ فٹ بال گالف سنیما تھیٹر رقص و سرود تعیشات وغیرہ۔ ہاں ان کا بھی ایک وقت ہے لیکن تہذیب حاضرہ نے تو اپنی زندگی نصب العین اُنھیں قرار دے رکھا ہے اور غضب تو یہ ہے کہ اگر ہم میں سے بعض افراد علمی تحقیقات میں لگ گئے ہیں۔ تو اُس تحقیق کے نتائج کو اُنھیں اغراض پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اول تو اقوام دیگرہ کو تباہ کیا جاوے۔ تا کہ ان کے مقبوضات کو غصب کر لیا جائے پھر اپنے مکسوبات کو لہو و لعب کے نئے نئے سامان کے پیدا کرنے میں خرچ کر دیا جائے۔ مجھے تو موجودہ تمدن کی یہی دو غرضیں نظر آتی ہیں۔ اسی لئے قرآن کریم نے کہا ہے۔ کہ ہم بعض وقت حیوانوں سے بھی بدتر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ حیوانات میں اول تو بیہودہ تعیشات کا مادہ ہی نہیں۔ پھر وہ ان راہوں کو بھی نہیں جانتے۔ اور نہ اختیار کرتے ہیں۔ کہ جن سے وہ دوسری مخلوقات کو تباہ کر دیں +

یہ جو کچھ اس موجودہ نسل میں ہو رہا ہے۔ یہ تو کوئی نئی بات نہیں۔ ایرانیوں نے رومیوں نے ہندیوں نے ایام سابق میں مصریوں نے اور دیگر اقوام نے عیاشی کے یہ رنگ دیکھے بعض باتوں میں سابقہ قومیں اپنے اقتدار و استبداد میں ان سے بھی بڑی ہوئی تھیں۔ پھر آج وہ کہاں ہیں۔ ان کا نام و نشان تک زمین پر پایا نہیں جاتا۔ ان کے لہو و لعب کے رستے بھی ان کے ساتھ ختم ہو گئے آجکل کی رقص و سرود شراب خوری۔ اور تعیشات صنفی کے اشتغال کے مقابل پمپی کے اہل روما کچھ کم نہ کرتے تھے۔ لیکن جہاں پمپی دائے شراب۔ عورت اور گانے بجانے کو سمجھے ہوئے جہنم واصل ہوئے۔ اسی دروازہ کو تہذیب حاضرہ کھٹکھٹا رہی ہے کیا ان کا علم ان کو آیندہ زندگی کا پتہ نہیں دیتا۔ کیا کوئی بھی فعل انسانی ہے۔ جو بلا نتائج رہتا ہے جب یہ صورت ہے۔ تو کیوں ان کو وہ وقت یاد نہیں آتا جب انکے اپنے افعال بد شکل اپنے سامنے کھڑے ہونگے۔ کہنے کو تو کہہ دیا جاتا ہے۔ کہ خدائی کتاب کی ضرورت ہی کیا ہے لیکن قرآن نے اپنا نام ذکر (یاد) بھی تجویز کیا۔ اور انبیا کا نام نذیر (ڈرانے والا) رکھا ہے۔ اگر خدا کی کتاب بھولی ہوئی چیزوں کو یاد دلاتی ہے۔ تو نذیر انسانوں کو ان نتائج سے ڈراتا ہے۔ جن کی طرف ان کے اعمال انھیں لیجا رہے ہیں۔ قرآن آج بھی ان اغراض کیلئے ذکر اور نذیر ہے۔ آج بھی متمدن قومیں نہایت تیزی کے ساتھ اگر ترقی کی طرف جا رہی ہیں۔ تو وہی ترقی انھیں اس ہلاکت کی طرف بھی لیجا رہی ہے +

کیا آج تدبر اور ذکر کی ضرورت نہیں بعض کا خیال ہے۔ کہ ہم الہام کی امداد کے سوا بھی کامیاب ہو سکتے ہیں ۔ اور اگر اہل مغرب اس نتیجہ پر آ جائیں ۔ تو حق بجانب ہیں وہ ہاں تو مذہب نے جس کا نام کلیسیت ہے ۔ نہ صرف تعمیر تمدن میں امداد ہی نہیں دی ۔ بلکہ انسانی ترقی کو ہی روک دیا۔ مغربی دماغ کلیسیت کے ماتحت ایک بنجر زمین بن گئی جیسیں روئیدگی کے آثار اس وقت پیدا ہوئے جب کلسیت کے پنجہ سے نکل کر یہ دماغ خارجی بارش سے سیراب ہو گئے لیکن قرآن کریم کا بالمقابل یہ دعویٰ ہے ۔ کہ الہام کے سواء انسان نے کوئی ترقی نہیں کی ۔ تاریخ تمدن جدید کا مطالعہ بھی قرآن کے حق میں ہی شہادت دیتا ہے ۔ آج کا تمدن اور اس کے ماتحت مادی ترقی کی بنیاد تین چیزوں پر ہے ۔ اور میں دیکھتا ہوں ۔ کہ ان تین چیزوں کی طرف انسان کی توجہ نہ صرف قرآن نے ہی دلائی ۔ بلکہ اس کتاب کے متبعین اوّل نے قرآن کی ہدایت پر عمل کیا ۔ اور انہی تینوں چیزوں کے متعلق صفحہ ہستی پر متمیز نقش قدم چھوڑے ۔ جو مغربی اقوام کے آج ہادیٔ راہ ہیں۔ وہ تین حسب ذیل ہیں :-

الف ۔ علم ۔

ب ۔ انسان کی تسخیر میں کائنات کا آنا ۔

ج ۔ اس تسخیر کے لئے مختلف علوم کا پیدا ہونا ۔

پہلے دو امور تو چنداں تشریح کے محتاج نہیں ۔ دُنیا نے اسلام سے پہلے مختلف تہذیبیں دیکھیں لیکن کسی تہذیب و ملّت نے انسان کی توجہ حصُول علم کی طرف نہ دلائی ۔ نہ اسلام سے پہلے علم کی مختلف شاخیں پیدا ہوئیں ۔ اسلام نے حصُولِ علم کو نہ صرف ایک مُسلم کا فریضہ ہی ٹھیرایا ہے بلکہ قرآن کے پہلے الہام نے انسان کی جس عظیم الشان مُکرمت کا ذکر کیا ۔ اس مُکرمت کو الہام اوّل نے حصُول علم سے وابستہ کیا ۔ اور اس غرض کے لئے انسان کو نوشت و خواند کی طرف مُتوجّہ کیا ۔ یہ تو ظاہر ہے ۔ کہ نشر علم کا موجب یہی نوشت و خواند ہے ۔ اور اس کا کمال اسلام کا ہی مرہُون منّت ہے ۔ تسخیر کائنات کا خیال قرآن نے ہی انسان کو دلایا ۔ قرآن سے پہلے تو اشیاء کائنات انسان کی معبُود تھیں ۔ قرآن نے ہی توجہ دلائی ۔ کہ یہ چیزیں تمہاری معبُود نہیں بلکہ تمہاری غلام ہیں ۔ اس حکم ربی کے ماتحت مسلمانوں نے ان راہوں کو دریافت کرنا شروع کیا ۔

جن سے کائنات کی چیزیں انسان کی خدمت میں لگ جائیں۔ اور میں آگے چل کر دکھلاؤں گا کہ اس امر میں قرآن جس مقام پر انسان کو پہنچانا چاہتا ہے۔ وہ ابھی بہت دور ہے +

ان دو باتوں نے طبیعت۔ علوم کیمیاوی۔ ہندسیات اور خصوصاً علوم خواص الاشیاء کی طرف انسان کو متوجہ کیا۔ اور یہ مسلّم امر ہے۔ کہ اسلام سے پہلے کُل کی کُل دُنیا ان علوم سے قطعاً ناآشنا تھی۔ اب ان سب علوم کی جان علوم ریاضی ہے۔ یہ علمی تحقیق میں آچکا ہے۔ کہ کُل چیزیں ایک قسم کے مواد سے بنتی ہیں۔ مثلاً حیوانات میں سُور۔ کُتّا۔ مُرغ۔ اور انسان ان چاروں کے اجسام ایک ہی قسم کے اجزاء سے تیار ہوئے ہیں۔ جہاں یہی اجزاء مختلف اندازوں یعنی مختلف موازنوں میں ترکیب پاکر مختلف جسمی ہیئولے پیدا کرتے ہیں۔ اور یہی اختلاف مقدار مختلف حیوانوں میں مختلف شعور پیدا کرتے ہیں۔ پھر یہی اور اک و شعور مختلف اخلاق و دینیات کے اختلاف کا موجب ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں جن علوم مختلفہ کے حصُول کی ضرورت ہے وہ ان اندازوں کے علم پر منحصر ہے۔ جن میں مختلف چیزوں نے ترکیب پاکر مختلف خواص ظاہر کرتے ہیں۔ قرآن سے پہلے کسی کو علم نہ تھا۔ کہ دُنیا کی ہر ایک چیز کی پیدائش ایک ایک اندازہ سے وابستہ ہے۔ اور جو شخص بھی ان اندازوں سے واقف ہو جائیگا۔ وہ کائنات کا حکمران ہوگا۔ الغرض یہ ایک بھاری انکشاف تھا۔ جس کا انسان محتاج تھا۔ قرآن نے جس طرح ان اندازوں پر زور دیا ہے۔ اور جن الفاظ میں تعلیم کی اُسکی طرف تو مسلمانوں کے بعد کئی سو برس تک دوسری قوموں کی توجہ نہیں ہوئی۔ اور اب اسلامی نقش قدم پر چل کر مغرب نے بعض وہ علوم مُرتّب کئے۔ جن کی طفیل انسان مختلف قسم کی ہلاکتوں سے بچ گیا۔ مثلاً قرآن کریم نے یہ اولاً فرمایا۔ کہ افلاک مختلفہ میں چاند۔ سُورج۔ سیارے ستارے کام کر رہے ہیں۔ وہ سب کے سب حساب اور اندازوں کے ماتحت کام کرتے ہیں۔ اسمیں شک نہیں کہ علم نجوم والے اسباب کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ لیکن اسلام نے مسلمانوں کو پھر اس حقیقت کا انکشاف[۵۸] تام کرکے اُنھیں علم ہیئت کی تدوین کی طرف متوجہ کیا۔ پھر یہ فرمایا۔ کہ ہر ایک سیارے اور ستارے سے مقرر اندازہ پر روشنی آکر زمین میں چلی جاتی ہے۔ اور زمین میں مختلف اشیاء کو پیدا کر دیتی ہے

۵۸ سورہ رحمان

گویا زمین کے حمل کا موجب یہ آسمانی چیزیں ہوتی ہیں۔ اب میں پوچھتا ہوں۔ کہ یہ حقیقت تو کھلے کھلے طور پر قرآن نے بیان فرمائی۔ لیکن اہل سائنس نے وہ کونسا علم دریافت کیا۔ کہ جس سے ہم ان آسمانی اجسام کے ان اندازوں سے واقف ہوں۔ کہ جن کے ماتحت یہ نور افشانی کرتے ہیں۔ تاکہ ان اندازوں پر چلکر ہم خود بھی مطلوبہ چیزیں پیدا کر لیں۔ حتیٰ کہ فرمایا۔ کہ جو بارش آسمان سے آتی ہے۔ وہ مقررہ اندازوں پر آتی ہے۔ اور اس معاملہ میں بھی مجھے کوئی کتاب نظر نہیں آتی جس میں بارش کے ان اندازوں کا علم دیا گیا ہو۔ یہ تو قرآنی اشاروں سے ہم نے سمجھ لیا۔ کہ بادل کس طرح بنتے ہیں۔ لیکن ہمیں اب یہ دریافت کرنا باقی ہے۔ کہ کن کن اندازوں سے پانی نیچے آتا ہے۔ اور پھر کس طرح نباتات کا موجب ہو جاتا ہے۔ جب وقت ہم ان اندازوں سے واقف ہو جائینگے۔ اس وقت ہم فصلات کو بڑھا سکینگے۔ کون نہیں جانتا کہ آج سے پچاس برس پہلے جہازوں کے جہاز تباہ ہو جاتے تھے۔ قرآن کی تعلیم سے مسلمانوں نے علم جہازرانی کو مرتب کرنا شروع کیا۔ لیکن جہالت نے کچھ عرصہ کیلئے انکے ذخائر علوم کو محدود کردیا۔ آج فن جہازرانی میں اس قدر ترقی ہوگئی ہے۔ کہ سمندر کے انچ انچ کے متعلق دریافت ہو چکا ہے۔ کہ کس وقت کس جگہ پانی کی کیا رو ہوتی ہے۔ پھر سب سے بڑھ کر قرآن نے تعلیم دی تھی۔ کہ ہوائیں ہی جہاز کو چلاتی ہیں۔ آج دنیا تر آب و ہوا کی رصدگاہوں نے ہواؤں کی رفتار کا ہمیں علم دیا۔ ہم اس امر کے دریافت کرنے کے قابل ہوگئے۔ کہ کہاں مختلف اطراف سے ہوائیں آن کر سمندر میں طوفان برپا کر دیتی ہیں۔ اور انھیں غرقابی سے بچانے کیلئے ہم اپنے جہازوں کو اس طرف جانے نہیں دیتے۔ الغرض قرآن کریم نے تو بار بار اسبات پر زور دیا ہے۔ کہ کائنات میں ذرہ ذرہ پر قوانین اور اندازے حکمرانی کر رہے ہیں۔ انہی اندازوں اور قوانین کو جمع کر کے ان سے نتائج نکالنے کا نام علوم مختلفہ ہے۔ ان اوراق میں بحیثیت مجموعی میں ان باتوں کا جستہ جستہ ذکر کرونگا۔ جو قرآن کریم نے انسانی تمدن و تہذیب کے لئے تعلیم کی ہیں۔ کتاب کے پڑھنے والے خود دیکھ لیں گے۔ کہ جن چند باتوں نے آج تمدن کو ترقی دی ہے۔ وہ تو ان امور کا مختصر سا حصہ ہے۔ جو قرآن نے تعلیم کیا۔ ایسا ہی مسلم اصحاب کو نظر آجائیگا۔ کہ کن امور نے انکے بزرگوں کو اس قابل کیا۔ کہ تاریخ عالم میں ممتیز و ممتاز ہو گئے اور جن باتوں کو چھوڑنے پر ہماری نسل تباہ ہو گئی۔ کون کہ سکتا ہے۔ کہ یہ باتیں جو ترقی انسان کے لئے ازبس ضروری ہیں۔ وہ ان کتابوں کے سوا کہیں اور نظر آتی ہیں۔ جنہیں مختلف اقوام الہامی جانتے ہیں۔ ان کتابوں کو دنیا میں پیش کرنے والے انبیاء کہلائے۔ ان کے بیانات خود ظاہر کرتے ہیں۔ کہ ان کا وجود دنیا کے لئے

کس قدر مبارک ثابت ہُوا +

الف - ان لوگوں کا ظہور اس وقت ہُوا - اور اس قوم میں ہُوا - جو ہلاکت کی طرف جارہی تھی +

ب - یہ لوگ اپنی قوم میں ادنےٰ حیثیت کے نہ تھے - بلکہ معزز طبقے میں سمجھے - نہ انھوں نے وعظ و پند کو وجاہت و معیشت کا ذریعہ بنایا +

(ج) ان لوگوں نے اپنی محنت کا اجر کسی سے نہیں مانگا - بلکہ جس دن یہ بزرگ اس کام پر مامور ہوئے انہوں نے اپنے کاروبار کو بھی چھوڑ دیا -

(د) آخر کار یہ لوگ اور اُن کے متبعین کامیاب ہوگئے - ان کے نام آج تک بھی عزت سے لئے جاتے ہیں اور اُن کے مخالفین تباہ ہوگئے +

(ھ) ان لوگوں نے جو تعلیم کی وہ نیکی اور ہدایت کی تعلیم تھی - اور پھر اپنی باتوں کو تحکم کے ساتھ نہیں منوایا بلکہ بدلائل تعلیم کی ان مذکورہ بالا پانچ باتوں کو زمانہ کی تاریخ ثابت کرتی ہے - اب کیا یہ امور ثابت نہیں کرتے کہ انسان کو ان کی باتوں پر کان دھرنا چاہیئے +

قرآن کریم نے سورۃ یٰسین کے شروع میں مثال کے طور پر چند مرسلین کا ذکر کیا ہے - ان کا ظہور بھی ایسے وقت ہی ہُوا - اور انکی مخالفت پر قوم تباہ ہُوئی اُنھوں نے پیغام ہدایت پہنچا دیا - اور اسی پیغام کو ہی اس ثبوت میں پیش کیا - کہ وہ خدا کی طرف سے تھے پھر قرآن نے مثال کے طور پر ایک ایسے شخص کا بھی ذکر کیا ہے جس نے انکے پیغام کو قبول کیا - اور وہ عزت پا گیا اس نے صرف تین باتیں دیکھیں اول یہ کہ یہ معلم بلا اُجرت تعلیم دیتے ہیں +

دوئم - ہدایت کا رستہ بتلاتے ہیں +

سوئم - جب ہمارا خالق ہر ایک چیز کو کسی طریق پر چلا رہا ہے - تو ہمارے لئے بھی اس کا احسان سے کوئی راستہ مقرر کیا ہے - اور اگر ہم اس کے راہوں سے الگ ہونگے تو عذاب میں گرفتار ہونگے - یہی باتیں قرآن نے بار بار بطور سبق پیش کی ہیں - کسی معجزہ یا خوارق پر بطور ثبوت زور نہیں دیا بلکہ سب سے اول کہا - کہ میری تعلیم کو عقل و دانشمندی کے معیار پر پرکھو - پھر کہا - کہ میں جو تعلیم کرتا ہوں - تمہیں اپنا فائدہ دیکھ لو! وہ جن امور سے تمہیں روکتا ہوں وہ تمہیں تباہی کی طرف لیجا رہی ہیں قرآن کریم کی انہی باتوں کو آج میں متمدن قوموں کے سامنے پیش کرتا ہوں - وہ بھی قرآن کی تعلیم کو عقل سے ہی پرکھیں - مذہب کے متعلق جس بات پر انہیں

اعتراض ہو۔ اسکے لئے دلائل عقلیہ قرآن سے طلب کریں۔ اور قرآن اس مطالبہ میں پورا نکلیگا۔ ثانیاً وہ دیکھیں کہ قرآن اُن کے نفع کی بات کہتا ہے۔ یا کوئی تحکمانہ امر منوا رہا ہے۔ وہ قرآنی تعلیم کو مذہبی رنگ میں نہ لیں۔ انھیں تمدن وتہذیب کی ضروریات کی نگاہ سے دیکھیں مثلاً ذیل میں قرآن کی تعلیم اخلاقی میں سے صرف چند باتیں بیاں کرتا ہوں میں مان لیتا ہوں۔ کہ ان میں کوئی نئی باتیں نہیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وہ باتیں اس وقت مدعیان تہذیب میں موجود ہیں یا نہیں۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ علم دولت وفضیلت کے باوجود یہ قومیں حقیقی راحت سے کیوں محروم ہیں۔ اور کیوں انسانی تکلیف دن بدن بڑھتی جاتی ہے۔ اس کا باعث صرف اخلاق کا فقدان ہے۔ مثلاً قرآن کہتا ہے:۔

"کسی کو خدا کا شریک نہ بناؤ۔ والدین سے احسان کرو۔ بچوں کو اسلئے نہ مارو۔ کہ اخراجات کہاں سے لائینگے۔ بدی کرنا چھوڑیں۔ بدی کے نزدیک تک بھی نہ جاؤ۔ خواہ وہ بدی پوشیدہ ہو یا ظاہرہ ہو۔ کسی کو ناحق قتل نہ کرو۔ یتیم کے مال کے نزدیک تک نہ جاؤ۔ ہاں اسکی بلوغت تک اگر اسکی جائداد کا انتظام اچھی طرح کرسکو تو کرو۔ ماپ تول (اور دیگر معاملات میں) انصاف وایمان داری سے کام لو۔ جو کرو۔ یا (بطور شہادت) کہو۔ انصاف کو سامنے رکھو۔ خواہ (تمہاری شہادت) تمہارے رشتہ دار کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ جو معاہدات تم نے اللہ سے کئے ہیں۔ انکو پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی راہوں کی اطاعت کرو۔ اگر والدین میں سے کوئی ضعیفی تک پہنچ جائے۔ تو اُن کے مقابل اُف تک نہ کرو۔ ان سے سختی سے پیش نہ آؤ۔ شیریں کلامی سے کام لو۔ اور ان کے ساتھ شفقت کرو۔ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ سلوک کرو۔ مساکین مسافروں سے مروت کرو۔ فضول خرچی نہ کرو۔ غربا سے خوش کلامی کرو۔ نہ تو کنجوسی کرو۔ اور نہ ہاتھ کو بالکل کھلا چھوڑ دو۔ جو اوروں سے معاہدات کرتے ہو انھیں پورا کرو۔ جس بات کا علم نہ ہو۔ اسکی پیروی نہ کرو یعنی نہ اس کی بنا پر کچھ منہ سے کلمہ نکالو۔ نہ کوئی کام کرو۔ یاد رکھو۔ تم اپنے کان آنکھ اور دل کے ذمہ وار ہو۔ فخر ومباہات نہ کیا کرو۔ اور نہ غرور سے چلا کرو۔ یہ باتیں ناپسندیدہ ہیں" +

یہ چند باتیں میں نے سورۂ انعام اور سورۂ بنی اسرائیل سے خاص طور پر لی ہیں۔ میں دیکھتا ہوں۔ ان میں سے اکثر باتیں متمدن قوموں میں نہیں۔ خاص کر صلہ رحمی۔ مروت مودت کا نام تک نہیں والدین سے حسن سلوک تک نہیں۔ اس قسم کے قتل تو نہیں ہوتے۔ جیسے مشرق میں ہوتے ہیں لیکن اسی کی بدترین شکلیں مہذب قوموں میں پائی جاتی ہیں۔ اگرچہ اس وقت مغربی قوموں میں مال دولت

کثرت سے موجود ہے لیکن غربت وہلاکت کی بھی انتہا نہیں ۔ اگر مذکورہ بالا اُمورات کے احکام کو عمل میں لایا جاتا ۔ تو مغرب کا بڑا بھاری حصہ موجودہ مصائب سے بچ جاتا ۔ قرآن تو حکم دیتا ہے ۔ کہ زنا کے مبادی کو اختیار نہ کرو ۔ اور مغرب میں سیاہ کاری کی مبادی اُمور کا ارتکاب تہذیب کا حصہ ہے ۔ یہاں حکم ہوتا ہے ۔ کہ ظاہرہ بدی چھوڑ پوشیدہ بدی کے نزدیک تک نہ جاؤ ۔ اور مُہذب سے مُہذب قومیں ان راہوں کی تلاش میں لگی رہتی ہیں ۔ کہ جن سے اُن کی درپردہ سیاہ کاریاں ظاہر نہ ہوسکیں ۔ گویا بدیوں کو پبلک کی نگاہ سے بچا لینا ہی ایک بڑی خوبی ہے ۔ یہ صحیح ہے کہ قدیم زمانہ کی طرح اخراجات کے خوف سے بچّوں کو قتل نہیں کیا جاتا ۔ لیکن اسی خوف سے آئندہ پیدائش کو اس قدر روک لیا جاتا ہے ۔ کہ قدیم زمانہ کی بچہ کشی کی حقیقت اس کے سامنے کچھ نہیں تھی ۔ پر وہ ایک امر مذموم تھا ۔ اور آج یہ باتیں حلال وطیب سمجھی جاتی ہیں اول تو خانہ داری کی ذمہ واریوں سے بچنے کے لئے شادی ہی نہیں کی جاتی ۔ اور اگر شادی ہو بھی تو مرد وعورت اولاد کے روکنے کی فکر میں لگ جاتے ہیں ۔ اور یہ باتیں آج تہذیب کا جزو سمجھی جاتی ہیں ۔ اہل مغرب کو تھوڑے ہی دن تک پتہ لگ جائیگا ۔ کہ یہ امور تمدن کی تباہی کو کتنی جلدی لائینگے ۔ قرآن تو یہ کہتا ہے ۔ کہ جس بات کی تحقیق نہ ہو محض ظنیات پر کوئی کام نہ کرو ۔ آج ایک دُنیا ایکدوسرے کے خلاف مُنہ کھول لیتی ہے ۔ اور دُنیا کے امن میں فرق ڈالتی ہے ۔ اب سوال یہ ہے ۔ کہ مذہب اگر ان باتوں کیلئے آیا تھا ۔ تو پھر اس سے تہذیب کو امداد ہوتی ہے ۔ یا نقصان پہنچتا ہے ۔ لیکن دانایانِ مغرب سچے ہیں ۔ وہاں تو مذہب نے کفارہ کے لباس میں بدی کا دروازہ کھول دیا ہے ۔ وہاں تو مذہب ہی اخلاق کا تباہ کن ثابت ہُوا ہے ۔ بہرحال مغرب کا مذہب تو انسانی ساخت کا نتیجہ ہے ۔ اور یہ مسلم ہے ۔ کہ اگر ہم ۔ بعض احکام کو خدا کی طرف سے آیا ہُوا سمجھ لیں ۔ تو جس مستعدی کے ساتھ ہم چلتے ہیں ۔ اس کا عشر عشیر بھی ہم میں نہیں رہتا ۔ اگر وہی احکام کسی اخلاقی کتاب میں موجود ہیں ۔ اب جن باتوں کو میں نے اُوپر لکھا ہے ۔ ان کی پیروی اسلئے ایک متمسک مسلمان کرتے ہیں ۔ کہ وہ خُدا کے حکم ہیں ۔ اگرچہ یہ احکام حقیقی تہذیب وتمدن کی جان ہیں ۔ لیکن چونکہ ان احکام

کو کسی ایسے مذہب نے مغربی متمدن قوموں کے سامنے پیش نہیں کیا جو وہ خدا کی طرف سے سمجھے جاتے ہیں اس سلسلۂ شان کی پیروی نہیں ہوتی ۔ ان امور بالا کا ضروریات انسانی میں ہونا اور لا مذہبی کے باعث متمدن قوموں کا ان پر نہ چلنا ۔ اس امر کو ثابت کرتے ہیں ۔ کہ مذہب و الہام کس قدر ضروری ہے +

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء

تفصیل آمد	صفحہ	رقم آمد ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	صفحہ	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان: پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن و ریویو و کتب - -	۱؎	۰	۷	۶۱۲	خرچ مشن و ریویو و کتب در انگلستان و ہندوستان	۳؎	۰	۹	۲۳۶۳
آمد زر وقف - -	۲؎	۰	۱۵	۲۵۱					
میزان - -	۰	۰	۶	۸۶۴	میزان - -	۰	۰	۹	۲۳۶۳

دستخط ۔ فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل لاہور

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء

تاریخ	رسید نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۱۲/۳۰	۱۴۱۳	جناب کرم الٰہی صاحب قریشی وزیرآباد بمد مشن	۰	۰	۲۵
۲ ۱۲/۳۰	۱۴۲۰	” ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور ”	۰	۰	۱۰
”	۱۴۲۱	جناب اہلیہ ” ”	۰	۰	۲
	۱۴۲۲	واپسی قرضہ پراویڈنٹ فنڈ از منشی نعمت محمد صاحب کلرک ۵ روپے چندہ مشن ۴ آنے	۰	۴	۵
	۱۴۲۳	جناب محمد ارشاد علی صاحب مدن بمد مفت تقسیم ریویو	۰	۰	۵
۳ ۱۲/۳۰	۱۴۲۹	” غلام محمد صاحب دفتری لاہور بمد مشن	۰	۴	۰
۴ ۱۲	۱۴۳۰	” میسرز ملک پیل لاہور مفت تقسیم لاہور	۰	۴	۰
	۱۴۳۳	” محمد حنیف علی صاحب بداؤں ” - -	۰	۰	۵
	۱۴۳۴	” عبدالحق صاحب گجرات بمد مشن - -	۰	۰	۵
	۱۴۳۷	” مرزا عبدالحق صاحب لاہور ” - -	۰	۴	۰
	۱۴۳۸	” محمد وارث خان صاحب ” ریویو	۰	۴	۰
۶ ۱۲/۳۰	۱۴۴۰	عالیجناب حاجی حمیداللہ خان صاحب بہادر والیٔ ریاست بھوپال بمد مفت تقسیم ریویو	۰	۸	۴۹
	۱۴۴۳	” ڈاکٹر ایم۔ اے صوفی صاحب کلکتہ بمد مشن ۱۲ روپے بمد ریویو ۱۰ روپے	۰	۰	۲۲
۸ ۱۲/۳۰	۱۴۴۴	جناب مسز الیس عبدالعلیم صاحب شاہ اس بمد مشن	۰	۰	۲
۹ ۱۲	۱۴۵۸	” محمد الدین صاحب لاہور بمد ریویو	۰	۴	۰
۱۱ ۱۲/۳۰	۱۴۵۹	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بمد مشن ۱۰ ایک ریویو ۱۰ روپے	۰	۰	۲۰

تاریخ	رسید نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۲ ۱۲/۳۰	۱۴۶۳	جناب بیگم محمد علی صاحب معرفت انجمن حمایت اسلام لاہور بمد مشن	۰	۰	۱۴
۰	۱۴۶۴	” عبدالرحمن صاحب ” ”	۰	۰	۴
۱۳ ۱۲/۳۰	۱۴۶۵	” محمد حسن خاں صاحب کھلی شہر بمد مفت تقسیم ریویو	۰	۰	۵
۱۶ ۱۲/۳۰	۱۴۷۱	واپسی پیشگی از سیکرٹری صاحب مشن از سٹور	۰	۰	۳۰
۱۷ ۱۲/۳۰	۱۴۷۲	جناب ڈاکٹر این اکبر صاحب بانگ دنگی بمد مشن	۰	۰	۲
۱۸ ۱۲/۳۰	۱۴۷۵	میسرز نظام الدین صاحب گجرات بمد مشن	۰	۸	۱
	۱۴۷۶	جناب شیخ نیاز احمد صاحب وزیرآباد ”	۰	۰	۱۰
۱۹ ۱۲/۳۰	۱۴۷۹	جناب سیدہ طاہرہ بی بی صاحبہ لکھنؤ بمد مشن	۰	۰	۲
۲۰ ۱۲/۳۰	۱۴۸۰	جناب شیخ امین الدین صاحب رہتک بمد مشن	۰	۰	۱
۲۲ ۱۲/۳۰	۱۴۸۳	” امیر حسن صاحب کاکوری ”	۰	۰	۱
۲۳ ۱۲/۳۰	۱۴۸۶	” عبدالحمید خان صاحب ناگپور ”	۰	۰	۱
	۱۴۸۸	” محمد نور غنی صاحب احمد پور ”	۰	۱۴	۷
۲۶ ۱۲/۳۰	۱۴۹۱	” کرم الٰہی صاحب قریشی وزیرآباد ”	۰	۰	۱۵
	۱۴۹۲	” شیخ احمد حسین صاحب مالاکھنڈ ”	۰	۰	۱
	۱۴۹۵	” محبوب خان صاحب دھاروار ”	۰	۰	۱
	۱۴۹۶	” قاضی خادم حسین صاحب لکھنؤ ”	۰	۰	۳
		فروخت اسلامک ریویو	۰	۱	۳۶۱
		میزان کل - -	۰	۷	۶۱۲

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد ریویو و فنڈ بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ دسمبر ۳۰	۷۰	جناب عبید علی شبر کوٹ ..	.	.	۵
۵ دسمبر ۳۰	۷۱	ڈاکٹر محمد نجات صاحب چنیوٹ مبلغ ۹ روپے مد زکوٰۃ قیمت تمدن اسلام ہر دو حصص	-	۹	۳۲
۶ دسمبر ۳۰	۷۲	" عبدالرحیم خان صاحب مردان ..	.	۱۴	۹
۸ دسمبر ۳۰	۷۳	" سید محمد سعید الحق صاحب پاکیگاؤں ..	.	.	۱۰
	۷۴	" ایم مین انیڈ نیڈر کلکتہ برائے مفت تقسیم انگریزی تمدن اسلام (اسلام انیڈ سویلیزیشن)	.	.	۲۵
	۷۵	" ڈاکٹر ... خان صاحب خیرپور میرس قیمت انگریزی تمدن اسلام	.	.	۵
	۷۶	" نصیر الدین صاحب فیض آباد معرفت ... صاحب صدیقی	.	.	۵
	۷۷	" یوسف احمد صاحب ... برائے مفت تقسیم تمدن اسلام	.	.	۱۰
	۷۸	" خان بہادر ... خان صاحب مد زکوٰۃ	.	.	۵۰
	۷۹	" ساندھی ... صاحب ... سنگ تمدن اسلام	.	.	۱۰
	۸۰	" محبوب علی صاحب فورٹ گوالیار قیمت تمدن اسلام	-	.	۵
۱۳ دسمبر ۳۰	۸۱	جناب نواب نعمت یار جنگ بہادر قیمت تمدن اسلام	-	۸	۴
	۸۲	" محمد امام الدین صاحب مسو... ..	-	.	۵
	۸۳	آنریبل نواب سر محمد مزمل اللہ خان صاحب علی گڑھ	.	.	۱۰
	۸۴	" محمد ارشاد علی صاحب مدن ...	-	.	۵
	۸۵	جناب مسٹر عبدالمجید صاحب علی گڑھ مد زکوٰۃ	.	-	۱۰
	۸۶	حبیب ... اکبر علی صاحب نواب شاہ مد زکوٰۃ	-	-	۲۵
	۸۷	" محمد محفوظ الکریم صاحب ناگپور قیمت تمدن اسلام	.	.	۵
	۸۸	" کرم الٰہی صاحب قریشی وزیر آباد زکوٰۃ	.	-	۱۰
	۸۹	" غیاث الدین صاحب دہری زکوٰۃ	.	.	۱۰
		میزان ..	.	.	۲۵۱

نقشہ نمبر ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن اسلامک ریویو و کتب در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱ دسمبر ۳۰	۱۹۱	بل تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۳۰ء	.	۶	۷۸۴
	۱۹۲	بل امپرسٹ برائے دفتر لاہور بتفصیل ذیل :- بر ... ۵ ... سٹیشنری ربن ٹائپ رائٹر سیاہی برائے پیڈ وغیرہ ... محصول ڈاک برائے دفتر ... خرید کتب از کلکتہ ... چھپائی تین ہزار لفافہ جات برائے ... اجرت دفتری جلد سازی ... تمدن اسلام ... و کتائی ایک رِیم کاغذ ... چھپائی لفافہ جات ٹرسٹ ... ۲۰۰۰ ہزار ... پریس	-	.	۹۰
۱۱ دسمبر ۳۰	۱۹۴	بل پیشگی مبلغ یکصد پونڈ بابت سکہ ہندی ۱۳۵۶-۱۴-۰ روپیہ مولوی عبدالمجید صاحب امام مسجد ووکنگ کو بطور پیشگی بذریعہ ڈرافٹ نمبر ... بتاریخ ۱۱ دسمبر ۳۰ معرفت لائڈ بنک لاہور بھیجے گئے ..		۱۴	۱۳۵۶
	۱۹۵	بل پیشگی سکرٹری صاحب ٹرسٹ برائے سفر بہاولپور	.	-	۳۰
۱۲ دسمبر ۳۰	۱۹۶	بل امپرسٹ برائے دفتر لاہور بتفصیل ذیل :- کاغذ دو ریم برائے چھپائی رجسٹر اسلامک ریویو ... کرایہ دفتر لاہور بابت ماہ نومبر ۱۹۳۰ء ... لیبر ... محصول ڈاک برائے دفتر ... تار ... مبلغ ... پوسٹل آرڈر جو مولوی عبدالمجید صاحب کو بہ تکمیل بل نمبر ۱۹۵ بھیجا گیا مبلغ ... شلنگ ... پونڈ بابت سکہ ہندی ...	.	.	۹۱
"	۱۹۷	بل برائے سفر خرچ سکرٹری ٹرسٹ	.	۵	۱۱
		میزان کل خرچ ..	.	۶	۲۳۶۳

حمد ـ تسبیح ـ استغفار

گو ورد و وظائف کا زمانہ ختم ہو رہا ہے لیکن پھر بھی پرانے بزرگ کہیں کہیں نماز فجر کے بعد سبحان اللہ وبحمدہ کا وظیفہ پڑھتے نظر آتے ہیں۔ ان کا ایسا کرنا ارشاد خداوندی کے ماتحت ہے قرآن کریم نے بالفاظ صریح حکم دیا ہے۔ کہ ہم صبح و شام حمد و تسبیح کیا کریں۔ معترضین کہتے ہیں۔ کہ ان وظائف کو طوطے کی طرح ورد زبان کرنے سے کیا فائدہ خصوصاً جبکہ پڑھنے والا الفاظ کے معنے سے بھی ناواقف ہو حق الامر بھی یہی ہے۔ کہ ہم نے احکام خداوندی کی غرض کو پس پشت کر کے مقدس الفاظ کا دُہرانا سیکھ لیا اور آج وہ بات بھی مفقود ہو رہی ہے۔ قرآن کریم نے حمد و تسبیح کے علاوہ ایک اور بات پر بھی زور دیا ہے۔ وہ استغفار ہے۔ قرآن کے آخری الہامات میں ایک سورہ النصر بھی ہے بعض کہتے ہیں۔ کہ یہ آخری الہام ہے بعض کا خیال ہے۔ کہ اسکے بعد ایک آیت الیوم اکملت لکم دینکم والی نازل ہوئی۔ بہرحال سورۂ نصر میں اس کامیابی کی طرف اشارہ ہے۔ جو اس تاریخ سے اکیس بائیس سال پہلے بتلائی گئی۔ یہ آنحضرت صلعم کی عین کامیابی کا وقت تھا۔ اس سورہ شریف کے نزول کے بعد صرف چند ماہ ہی آپ اس دنیا میں رہے۔ ایسے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے۔ فسبح بحمد ربک واستغفرہ۔ پس تو اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کر اور مغفرت طلب کر۔ آپؐ کامیابی کو پہنچ چکے ہیں۔ اور دنیا سے رخصت ہونیوالے ہیں۔ پھر اگر اس حکم کی مخاطب آپؐ کی امت نہیں تو اور کون ہے +

اب اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو تعلیم قرآن کا لب لباب یہی تین امور ہیں۔ اور سورۂ النصر میں ان کا آنا اسبات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ کہ ظفر و کامیابی کی کنجی یہی تین باتیں ہیں۔ اگر ہماری نماز کا تجزیہ کیا جائے تو وہاں بھی یہی تین باتیں اس میں نظر آتی ہیں۔ حتّٰے کہ نماز کی پہلی تسبیح (سبحانک اللّٰھم الخ) میں بھی ان ہی تین باتوں کا ذکر ہے۔ لیکن اس سے یہ تو مراد نہیں۔ کہ ہم ہزار دانے کی تسبیح ہاتھ میں لے کر کسی وقت سبحان اللہ وبحمدہ یا دوسرے وقت استغفر اللہ پر زور دیں۔ یہ باتیں میں نئی تعلیم کے اثر سے نہیں کہتا۔ اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ تو پھر اس لفظی حمد و تسبیح یا استغفار کا کیا ثمر نظر آ رہا ہے قوم دن بدن انحطاط کی طرف جا رہی ہے۔ تنزل و ادبار چاروں طرف منڈلا رہے ہیں۔ تسبیح حمد و استغفار بھی زبان پر جاری ہے۔ لیکن ہماری مشکلات کا قدم آگے کو ہی جاتا ہے۔ سورہ

الحاصل تو ہماری کامیابی ان تین امور سے وابستہ کرتی ہے لیکن تسبیح خوانی کا نتیجہ اسکے برعکس ہے اس نظریہ سے اور مشاہدہ سے یہ نظر آتا ہے۔ کہ قرآن کے سمجھنے والے اور اسکے عامل کسی اور رنگ میں تسبیح حمد و استغفار کیا کرتے ہونگے۔ اور ان کا یہ طریق نہ تھا۔ جو آج ہمارا ہے اس امر پر میں کسی قدر تفصیل سے لکھنا چاہتا ہوں۔ اگر تسبیح کے یہ معنے ہیں۔ کہ ہم اللہ تعالیٰ کو ہر ایک قسم کے نقص اور عیب سے پاک اور ارفع قرار دیتے ہیں۔ تو الفاظ حمد میں ہم یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ وہ ذات پاک منبع صفات جمیع ہے یعنے حمد کے وقت ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ جو کوئی خوبی تخیل تک میں آسکتی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ ساری کی ساری خوبیاں خدا کی ذات میں آجمع ہو گئیں۔ اور تسبیح کے وقت ہم ذات باری کو ہر عیب و نقص سے منزہ اور مُعرّا سمجھتے ہیں۔ ایہ جو خدا کے سو صفات قرآن و حدیث میں آئے ہیں یعنی ان میں سے ننانویں اخلاق الٰہیہ تو حدیث میں آگئے۔ اور قرآن نے ان ننانویں کے علاوہ صفت رب کا بھی بار بار ذکر کیا ہے۔ یہ کُل کے کُل اسماء دو قسموں میں منقسم کئے گئے بعض کو صفات تحمیدیہ کہتے ہیں۔ اور دوسرے اسماء کو تسبیحیہ یا تنزیہہ کہتے ہیں۔ صفات تحمیدیہ سے خوبیاں مُراد ہیں۔ اور تنزیہہ اسما کُل کی کُل بدیوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جن سے وہ ذات برتر و ارفع ہے۔ گویا یہ کُل کے کُل صفات ہر قسم کے اخلاق کو اپنے دائرہ میں لے آتے ہیں۔ خواہ وہ کوئی نیکی ہو یا بدی ان سب پر یہ اسماء حاوی ہیں۔ یہی وہ اسماء ہیں۔ جن میں ہماری حمد و تسبیح کے الفاظ آجاتے ہیں۔ اسی طرح تحمیدیہ اسماء میں ایسے اسماء بھی ہیں۔ جن کا تعلق خدا تعالیٰ کے غفران یا مغفرت سے +

{ افسوس ہے۔ کہ عدم گنجائش کے باعث مضمون کا اصلی حصہ رہ گیا جو ماہ مارچ میں شائع ہوگا + }

ناظرین کرام سے التماس ہے۔ کہ وہ براہ مہربانی خط و کتابت کے وقت اپنی خریداری کی اچٹ کے نمبر کا حوالہ ضرور دیا کریں +

مینیجر۔ رسالہ اشاعت اسلام۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

حضرت یسوع کی آمد ثانی

از قلم جناب کے۔ ایس محمود صاحب

آیت ۹۔ اور جب لڑائیوں اور فسادوں کی افواہیں سنو تو گھبرا نہ جانا۔ کیونکہ ان کا پہلے واقع ہونا ضرور ہے لیکن اس وقت فوراً خاتمہ نہ ہوگا +

آیت ۱۰۔ پھر اس نے ان کو کہا۔ کہ قوم پر قوم اور بادشاہت پر بادشاہت چڑھائی کریگی۔

آیت ۱۱۔ اور بڑے بڑے بھونچال آئینگے۔ اور جابجا کال اور مری پڑیگی۔ اور آسمان پر بڑی دہشتناک باتیں اور نشانیاں ظاہر ہونگی +

آیت ۱۲۔ لیکن ان سب باتوں سے پہلے وہ میرے نام کے سبب تمہیں پکڑینگے۔ اور ستائینگے۔ اور عبادتخانوں کو عدالت کے حوالے کرینگے۔ اور قیدخانوں میں ڈلوائینگے۔ اور بادشاہوں اور حاکموں کے سامنے حاضر کرینگے +

آیت ۱۳۔ اور یہ تمہارے گواہی دینے کا موقع ہوگا +

آیت ۱۴۔ پس اپنے دل میں ٹھان رکھو کہ ہم پہلے سے فکر نہ کرینگے۔ کہ کیا جواب دیں +

آیت ۱۵۔ کیونکہ میں تمہیں ایسی زبان اور حکمت دونگا۔ کہ تمہارا کوئی مخالف سامنا کرنے یا خلاف کہنے کا مقدور نہ رکھیگا

آیت ۱۶۔ اور تمہیں ماں باپ اور بھائی اور رشتہ دار اور دوست بھی پکڑوائینگے بلکہ وہ تم میں سے بعض کو مروا ڈالینگے +

آیت ۱۷۔ اور میرے نام کے سبب سب لوگ تم سے عداوت رکھینگے +

آیت ۱۸۔ لیکن تمہارے سر کا ایک بال بھی بیکا نہ ہوگا +

آیت ۱۹۔ اپنے صبر سے تم اپنی جانیں بچائے رکھو گے + لوقا باب ۲۱ آیت ۹ تا ۱۹

اس پیشگوئی کی خوبیاں اس کے نفس مضمون میں مضمر ہیں۔ یہ پیشگوئی ہنوز تشنۂ تکمیل ہے۔ اگرچہ مسیحی بزرگوں نے متعدد بار اسکی تکمیل کی تاریخ معین کی ہے +

عبارت مذکورہ بالا کی آخری تین ورسیز کے متعلق اکثر علماء کا یہ خیال ہے۔ کہ وہ جعلی و الحاقی ہیں۔ کیونکہ قدیمی نسخوں میں ان کا وجود ندارد ہے۔ اور وہی نسخے در اصل مابعد کیلئے بمنزلہ بنیاد ہیں جسمیں ولگیٹ بھی شامل ہے۔ اگر کسی دستاویز کا کوئی حصہ جعلی اور فرضی ثابت ہو جائے۔ تو پوری دستاویز پایۂ اعتبار سے ساقط ہو جاتی ہے۔ لیکن یہاں ہم ایک قدم اور آگے بڑھاتے ہیں۔ کیونکہ ان ورسیز کا جعلی ہونا ان لوگوں کو بھی مسلم ہے جو اس کتاب کی صحت کے مدعی ہیں +

لیکن ہم سردست اس پیشگوئی کو بجنسہٖ لے لیتے ہیں۔ اس کے کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ اس میں ان امور کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ جنکے متعلق معمولی سمجھ کا آدمی بھی قیاس دوڑا سکتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے واقعات جو کہ اس پیشگوئی میں بیان کئے گئے ہیں عموماً پیش آتے ہیں +

قحط سالی اور جنگ وباء اور زلزلے دُنیا میں اس قدر آچکے ہیں۔ کہ اگر کسی پیشگوئی میں اُن کا تذکرہ کیا جائے تو اس کی اہمیت نگاہوں سے گھٹ جائیگی۔ علاوہ بریں کسی نئے مذہب کے متبعین کو ایسی باتوں سے عموماً سابقہ پڑا کرتا ہے۔ اور اگر وہ ادنےٰ طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں تو یقیناً انھیں ستایا بھی جاتا ہے لیکن ان امور سے قطع نظر کرکے یہ پیشگوئی بیک وقت کئی باتوں کا تذکرہ کرتی ہے۔ جو ممکن ہے۔ کہ بیک وقت واقع نہ ہوں۔ کیونکہ ابھی تک تو ایسا ہوا نہیں ہے۔ شاگردوں کی مصیبت کا آغاز مسیح صاحب کے فلسطین سے رخصت ہونے کے بعد ہی کہ ہو گیا تھا۔ ان لوگوں کو جیلخانوں میں ڈال دیا گیا اور یسوع صاحب کے نام پر بہت کچھ ایذا دیگئی۔ اور بادشاہوں اور حاکموں کے سامنے پیش کئے گئے۔ یہ پیشگوئی کسی نبی کے دماغ کی محتاج نہیں۔ کیونکہ ایذا رسانی کا سلسلہ تو یسوع صاحب کی موجودگی ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ اور یہود کے خلاف مزاج تعلیمات کا یہ نتیجہ بالکل اک قدرتی بات تھی۔ اسمیں کوئی بھی شک نہیں۔ کہ شاگردوں نے ہر قسم کی تکلیف بہت صبر اور خاموشی کے برداشت کی لیکن اُنھیں یقین کامل تھا۔ کہ ہمارا ہادی حسب وعدہ واپس آئیگا۔ جیسا کہ اس کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ "میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ نسل نہ گذریگی کہ ابن آدم آجائیگا اور ساری باتیں پوری ہو کر رہینگی۔ ان لفظوں پر اعتقاد رکھنے کی وجہ سے شاگردوں میں بہت کچھ استقامت پیدا ہوگئی تھی۔ لیکن اس کے الفاظ گزر گئے۔ اور وہ وقت نہ آیا۔ کہ زمین اور آسمان گزر جائیں" علاوہ بریں شاگردوں کی اذیت کے زمانہ میں کوئی غیر معمولی بات دُنیا میں ظاہر نہیں ہوئی۔ نہ تو زلزلے آئے۔ نہ لڑائیاں ہوئیں۔ نہ وبا پھیلی۔ بلکہ زمانۂ مابعد میں بھی ان موعودہ باتوں میں سے کوئی بات پوری نہ ہوئی۔ آخری دو صدیوں کے آخری چالیس سالوں میں جنگیں واقع ہوئیں۔ اور ایک قوم دوسری قوم کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی۔ بڑے بڑے زلزلے بھی آئے۔ اور بعض ممالک میں قحط سالی اور وبا کا دور بھی ہوا۔ لیکن نہ تو آفتاب تاریک ہوا اور نہ چاند روشنی سے باز رہا اور ابن آدم کی واپسی سے پہلے ان باتوں کا واقع ہونا بہت ضروری تھا +

ہم الفاظ مذکورہ کو استعارہ کے رنگ میں بھی لے سکتے ہیں۔ لیکن اس صورت میں یہ ایڈونٹسٹ فرقہ آمد ثانی کو لفظی رنگ میں ہی تسلیم کرتا ہے۔ علاوہ بریں مذکورہ بالا امور میں سے بہت سے مظاہر اس وقت واقع ہوئے۔ جبکہ وہ لوگ جو حضرت یسوع کے نام پر تبلیغ کر رہے تھے

بعض سیاسی وجوہ کی بناء پر حکام وقت کے سامنے نہیں لائے جاسکتے تھے۔ جسکے برخلاف ان کو دیگر ممالک میں داخل ہونے کی آسانیاں نصیب ہوگئی تھیں۔ اور یہ سب باتیں اس امر کو ثابت کرتی ہیں کہ یا تو یہ پیشگوئی ایک فسانہ ہے۔ یا اُن باتوں کا ایک غیر معتبر تذکرہ ہے جو حضرت مسیح نے مختلف اوقات میں فرمائیں۔ یا تو خود انجیل کو آیندہ واقعات کا بہت سطحی علم تھا یا وقائع نگاروں نے جنہوں نے یہ واقعات دو صدی بعد لکھے مختلف اُمور کو باہم مخلوط کرکے پیش کیا ہے +

بیکسوں کے ساتھ آنحضرت صلعم کی طرز عمل

بقلم محمد علی الحاج سلمین صاحب

وہ شخص بہت مُبارک ہے۔ جو آنحضرت صلعم کی زندگی کا مطالعہ اس نظر سے کرتا ہے۔ کہ آپ کی طرز عمل کو اپنے لئے نمونہ بنائے۔ کیونکہ نبی کریمؐ جس طرح ایک فاتح کیلئے نمونہ ہیں۔ اسی طرح ایک غریب اور بیکس انسان کے لئے بھی نمونہ ہیں۔ آج کوئی شخص آپ کی راستبازی صداقت شعاری اور علو سیرت میں شک نہیں کرتا۔ خواہ عام طور سے اسے تسلیم نہ کیا جائے لیکن یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ آج دُنیا انہی اصُولوں پر گامزن نظر آتی ہے جو تیرہ سو برس ہوئے۔ اُس اُمّی نے قائم کئے تھے +

بڑے افسوس کی بات ہے۔ کہ مسلمانوں نے تمام خوبیاں گنوا دینے کے بعد اپنے نبیؐ کے نقش قدم پر چلنا بھی چھوڑ دیا ہے۔ اور اسی لئے ہر جگہ ذلیل نظر آتے ہیں۔ اور اُن کے پاس کوئی کریکٹر نہیں ہے۔ وہ طاقتوروں کے سامنے خوشامد کرتے ہیں۔ اور کمزوروں کے ساتھ غرور سے پیش آتے ہیں۔ وہ اپنے دشمنوں کو معاف نہیں کر سکتے لیکن بانئ اسلام نے ہمیشہ اپنے ذاتی دشمنوں کو جب وہ لوگ آپ کے سامنے لائے گئے معاف کردیا۔ عبداللہ ابن اُبی آپ کا جانی دشمن تھا۔ یہی شخص یہود اور نصاریٰ کو آپؐ کے خلاف اُکسایا کرتا تھا۔ لیکن جب اُس نے وفات پائی۔ تو آپؐ نے اُسکے لئے دُعا کی اور اپنی چادر بطور کفن عنایت فرمائی +

جب مکّہ فتح ہُوا۔ تو آپؐ نے اپنے سارے دشمنوں کو معاف کردیا۔ جنہوں نے آپؐ کو اور آپؐ کے رفقا کو تباہ کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا۔ آپؐنے مُدت العمر کسی فقیر کے سوال کو رد نہیں کیا

اگر آپؐ کے پاس کچھ ہُوا تو فوراً دیدیا۔ ورنہ اس سے توقّف کرنے کو کہ دیا۔ حتّٰی کہ آپ نے کسی نہ کسی طرح اسکی ضرورت پُوری کردی۔ بیکسوں پر شفقت کرنا آپؐ کی سرشت میں داخل تھا آپؐ بیواؤں اور بچوں پر بھی شفقت فرماتے تھے۔ اوران باتوں کا ثبوت قرآن مجید کی ان آیات سے مل سکتا ہے جو بکثرت وارد ہیں۔ اور یہ امر ظاہر ہے۔ کہ قرآن مجید میں جو احکام نازل ہوئے ہیں۔ اُن پر آپؐ سے بڑھ کر کسی شخص نے عمل نہیں کیا۔ آپ خود بڑی سی بڑی تکلیف برداشت کر سکتے تھے۔ لیکن یہ منظور نہ تھا۔ کہ کوئی دوسرا شخص کسی تکلیف میں مُبتلا ہو جائے۔ آپؐ عورتوں اور بچوں کے حقوق کی نگرانی کیلئے ہمیشہ سینہ سپر رہتے تھے۔ اور آپؐ سب سے پہلے انسان ہیں جس نے غلاموں کو جو اُس زمانہ میں مثل اسباب خانگی کے سمجھے جاتے تھے۔ اُن کے حقوق عطا کئے۔ آپؐ نے بادشاہوں کی خود مختاری کو رعایا کی خوشنودی کے ماتحت کردیا۔ اور مُلک میں جمہوری حکومت کی بُنیاد ڈالی۔ آپؐ بچّوں کو اس درجہ پیار کرتے تھے۔ کہ دورانِ سفر میں بھی اگر آپؐ بچّوں کو دیکھ پاتے تو اونٹ سے اُتر کر انھیں پیار کرنے لگتے۔ آپ بیماروں کی عیادت کرتے اور جنازہ کے ساتھ قبرستان تک تشریف لے جاتے۔ آپؐ کسی شخص سے غُصّہ ہو کر کلام نہ فرماتے۔ اور مُدّت العمر کسی شخص کو بُرا نہیں کہا۔ عفو آپؐ کی ذاتی صفت تھی۔ حتّٰی کہ جنگ اُحد میں جہاں تک آپؐ کے دندان مُبارک شہید ہوئے آپؐ نے کسی دُشمن کے حق میں بد دُعا نہ فرمائی۔ مُختصر یہ کہ ہم جہانتک آپؐ کے سوانح حیات کا مُطالعہ کریں۔ آپؐ کو نیکی کا مجسّمہ پاتے ہیں۔ پاکیزگی خیال اور سیرت آپؐ کی زندگی کا نمایاں وصف نظر آتا ہے۔ اور یہ وہ وصف ہے جو ماضی حال اور استقبال تینوں زمانوں میں بینظیر ہے +

مُسلمانوں کے خلاف عیسائیوں کا پروپاگنڈا

بقلم ایس ایم ایس فاروق صاحب

جو واقعات میں ذیل میں لکھ رہا ہوں، ممکن ہے بعض تعلیمیافتہ آدمیوں کو معلوم ہوں لیکن میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمان بے کم وکاست ان باتوں سے آگاہ ہوں۔ اور قبل از وقت متنبہ ہو جائیں۔ کیونکہ اسکی بدولت انسان حفظ ماتقدم پر عامل ہو جاتا ہے۔ اور موجودہ مذہبی مناظرات کے زمانہ میں تو یہ بہت ضروری ہے۔ کہ ہم مسلمان پُورے طور پر مُسلّح ہوں۔ آجکل امریکن مشنری اسلام کے خلاف زبردست پروپاگنڈا کر رہے ہیں بعضوں نے

دوران قیام مصر میں عربی زبان بہت خوبی کے ساتھ حاصل کر لی ہے۔ اور عربی میں کتابیں لکھ رہے ہیں۔ تاکہ بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کیا جا سکے۔ یہ لوگ قرآن شریف کی آیات نقل کرتے ہیں۔ اور پھر توریت و انجیل کے عربی تراجم سے فقرات بالمقابل لکھتے ہیں۔ تاکہ بادی النظر میں یہ سمجھا جا سکے۔ کہ یہ بزرگ اسلامی فلسفہ احادیث اور قرآن مجید کے بہت گرویدہ ہیں۔ حالانکہ ان کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ قارئین انکے ہم عقیدہ ہو جائیں۔ ڈاکٹر زویمر نے چند گمراہ کن کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً (۱) **شانِ صلیب** (۲) **اذان** (۳) **قانون ارتداد** فے الاسلام۔ یہ ڈاکٹر ایک مشہور ماہی رسالہ موسومہ مسلم ورلڈ کا ایڈیٹر بھی ہے۔ اور اس رسالہ کا اصلی مقصد صرف یہ ہے۔ کہ جملہ اسلامی ممالک کے حالات عیسائی پادریوں کو معلوم ہو سکیں۔ تاکہ وہ ان میں تبلیغ مسیحیت کے ذرائع پر غور کر سکیں۔ اپنا لٹریچر ان ممالک میں شائع کریں۔ اور اُن مسلمانوں سے ذاتی واقفیت پیدا کریں۔ بلکہ اُن کے گھروں میں بھی انجیل کا پیغام پہنچا ئیں +

رسالہ مذکورہ بالا کے سرورق سے چند فقرات کا اسجگہ نقل کر دینا اس امر پر روشنی ڈال سکتا ہے۔ کہ ڈاکٹر **زویمر** اور اُن کے ہمنوا مسلمانوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہتے ہیں :-

"کیا آپ مسلمانوں کے درمیان تبلیغ کرنے میں مدد دینگے۔ یسوع مسیح اور اُسکی تعلیمات مسلمانوں میں بذریعہ لٹریچر پھیلائی جاتی ہیں۔ جو عربی فارسی ترکی پشتو اردو پنجابی چینی اور ملائی زبانوں میں شائع ہوتا ہے آپ اپنی دعاؤں اور عطیات سے مصر شام عراق چین مراکو فلسطین ایران جاوا ترکی الجیریا ہند سماٹرا ٹیونس عرب ملایا اور جنوبی افریقہ میں مسیحی لٹریچر کی اشاعت میں کافی مدد دے سکتے ہیں۔ کیا آپ اپنے عطیات امریکن کرسچین لٹریچر سوسائٹی کے نام روانہ کرینگے جو نائل مشن پریس اور بین الاقوامی مجلس کے ساتھ ملکر کام کر رہی ہے؟"

میں نے یہ اقتباس اسلئے دیا ہے۔ کہ ناظرین ان مشنریوں کی کارروائی سے پورے طور پر آگاہ ہو سکیں +

دسمبر سنہ ۱۹۲۹ء میں ڈاکٹر زویمر نے ووکنگ مسجد کے امام کو میرے والد صاحب کے ترجمۂ قرآن مجید کے ایک نسخہ کیلئے لکھا تھا۔ اور اُس نے کتاب مذکور کی وصولیابی پر ایک شکریہ کا خط والد صاحب کی خدمت میں بھی روانہ کیا۔ جسمیں اُس نے لکھا کہ میں اسلام کی خوبیوں کا دن بدن احساس کرتا جاتا ہوں۔ اور اسلامی تخیل آزادی اور اسلامی فلسفۂ الہیات کا معترف ہوتا جاتا ہوں"۔ اس پر میرے والد صاحب نے لکھا۔ کہ اگر واقعی اسلام کی خوبیاں تمہارے دل پر نقش ہو گئی ہیں۔ تو اُنکے اعتراف کا بہترین ذریعہ یہ ہے۔ کہ تم توحید باری کے عقیدہ

کا اعلان کر دو۔ اس پر ڈاکٹر مذکور نے ۸ جون ۱۹۳۶ء کو ایک خط میں لکھا کہ میں آپ کے خط کو پڑھ کر بہت خوش ہوا جس میں آپ نے مجھے مسلمان ہو جانے کی دعوت دی ہے۔ اور میں چاہتا ہوں کہ مجھے آپ سے زبانی گفتگو کا موقعہ ملتا۔" لیکن باوجود ان باتوں کے ڈاکٹر زویمر پرستور الوہیت مسیح کا معتقد ہے۔ اور اس کا تخیل الاہنوز ناقص ہے۔ اس نے میرے والد صاحب کو بہت سی کتابیں عربی زبان میں روانہ کی ہیں۔ جو اس کی تصنیف ہیں۔ اور انہیں میں ایک کتاب کا نام یہ ہے "مسیحیت دنیا کا آخری مذہب ہے"۔ اور اس کتاب کا خاص مقصد ان مسیحی مشنریوں کو جو مسلمانوں میں تبلیغ کرتے ہیں۔ یہ بتانا ہے کہ عقائد الوہیت مسیح اور کفارہ مسیح مسیحیت کے بنیادی مسائل ہیں اس بات کو دیباچہ میں بہت واضح کر دیا گیا ہے۔ جہانتک ڈاکٹر موصوف نے ان پادریوں اور مبلغوں پر اعتراض کیا ہے۔ جو بجائے ان بنیادی عقائد کے یسوع کی تعلیمات پر زور دیتے ہیں۔ اس کے برخلاف صفحہ ۱ پر ڈاکٹر زویمر لکھتا ہے۔ ہم بالیقین لکھ سکتے ہیں۔ کہ مسیحیت کی ساری طاقت اور اثر اور حرکت اور اس کا خلاصہ یہ ہے۔ کہ ہم اس بات پر اعتقاد رکھیں۔ کہ یسوع خدا کا بیٹا ہے۔ جو کنواری مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا اور ہمارے گناہوں کی خاطر مصلوب ہوا۔ اور تیسرے دن جی اٹھا۔ اور اس نے ہمیں صرف یہی پیغام لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لئے دیا ہے۔ اور اس پر اپنی موجودگی کے مدہ سے مہر لگا دی ہے۔

درحقیقت ڈاکٹر زویمر اعتقاد کے لحاظ سے پولوس کا متبع ہے۔ اور اس کتاب کی پہلی فصل پولوس کے خط کی تفسیر ہی ہے۔ صفحہ ۲۳ پر ڈاکٹر مذکور لکھتا ہے۔ "ہم لوگوں کے لئے جو مسلمانوں میں تبلیغ کرتے ہیں۔ یہ معلوم کرنا ضروری ہے۔ کہ مسلمان یسوع کی ابنیت الوہیت تجسم کفارہ اور پیغام ان سب باتوں کے منکر ہیں۔ اور یہی امور ہمارے مابین متنازع فیہ ہیں۔ مؤذن کی آواز جو وہ مسلمانوں کو نماز کیلئے پکارتا ہے۔ تکلیف دہ ہے۔ اور صدمہ پہنچاتی ہے"......

"اسلام کے بالمقابل ہم نہیں کہہ سکتے کہ موحد عیسائیوں کا انجام کیا ہوگا؟

مجھے تعجب ہے کہ جب اس شخص نے میرے باپ کو خط لکھا تو اسے یہ مطلق یاد نہ رہا کہ میں اپنی تصانیف میں کیا کچھ لکھ چکا ہوں۔ یا یہ ہو سکتا ہے۔ کہ وہ میرے باپ کو پھانسنا چاہتا ہوگا۔ لیکن اس میں شک نہیں۔ کہ یہ پادری خود اپنے ہی الفاظ سے ملزم قرار دیا جا سکتا ہے۔ اور بلا شک وہ آج ویسا ہی متعصب ہے جیسا کہ

پہلے تھا۔ ڈاکٹر موصوف کو اس بات کی خواہش ہے کہ پولوس کا مذہب مسلمانوں میں رائج ہو جائے۔ اور اسی بات کی خاطر وہ ایسی باتیں کہہ جاتا ہے۔ جو اس کے مقصد کے لئے مضر ہیں۔ اس کو بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ یہ دیکھ کر کہ عقیدہ توحید باری ساری دنیا میں پھیلتا جاتا ہے۔ حتےٰ کہ عیسائیوں میں بھی۔ اور اسلامی تبلیغی پروگرام سے بھی اُسے کافی اذیت پہنچتی ہے۔ جیسا کہ اقتباس مندرجہ ذیل سے واضح ہوگا +

"تمام غیر مسیحی مذاہب میں غالباً اسلام ہی ایسا مذہب ہے۔ جس نے زبردست اثر ظاہر کیا ہے۔ ہمارا ایک باضابطہ مشنری نظام تبلیغ ہے۔ ہم سالانہ بہت سی تعداد میں کتابیں شائع کرتے ہیں۔ ہماری مجالس ہیں، خزانچی ہیں۔ اور ہمارے نگران کار بھی ہیں۔ لیکن مسیحیت میں وہ تبلیغی رُوح کہاں ہے۔ جو عام مسلمانوں میں پائی جاتی ہے؟ اُن کی "لےمین مشنری موومنٹ" کا دسواں سالانہ جلسہ نہیں ہوتا۔ بلکہ تیرہ سوواں ہوتا ہے!! تمام مسلمان جو افریقہ اور ایشیا میں بستے ہیں در اصل مشنری ہیں! اور آج ان دونوں براعظموں میں بیس کروڑ سے زیادہ مسلمان موجود ہیں۔ آج مسلمان حالت جمود میں نہیں ہیں! وہ کارلائل کی تصنیف شائع کر کے گلی کوچوں میں ۲ پنی فی نسخہ کے حساب سے فروخت کر رہے ہیں۔ وہ قرآن مجید کا ترجمہ ان اقوام کے لئے کر رہے ہیں جو افریقہ کے وسط میں آباد ہیں۔ اور مسیحی مشنریوں کے مقابلہ میں بعض بعض مقامات میں ہزاروں کی تعداد میں لوگوں کو مسلمان بنا رہے ہیں!! سارے غیر مسیحی مذاہب آج جدو جہد میں مشغول ہیں صفحہ ۱۷ تا ۱۸ آگے چل کر نا اُمیدی کے عالم میں ڈاکٹر موصوف یہ سوال کرتا ہے "کیا آج مسیحی سائنس تھیوسوفی اور دیگر تحریکات کا منشا یہ نہیں" کہ ہم صرف اُس خدا کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں جو صلیب پر مُوا" +

مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ خدا ان پادریوں کو اُن ہی کے مذہب کی تردید کیلئے کمر بستہ کر رہا ہے کیونکہ ڈاکٹر زویمر نے اپنی تحریرات میں ان اعتراضات کا ذکر بھی کیا ہے۔ جو مسلمانوں نے مسیحیت پر وارد کئے ہیں منجملہ اُن کے ایک قابل وقعت تحریر سید محمد رشید رضا اڈیٹر المنار کی ہے۔ جسمیں قابل مصنف نے بارہ صفحوں میں مسیحیت کا ابطال کیا ہے۔ اور پولوسی مسیحیت پر مندرجہ ذیل اعتراضات وارد کئے ہیں:-

(۱) یہ مذہب عقل کے خلاف ہے +

(۲) یہ مذہب اللہیت کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ کہ عالم الغیب قادر مطلق اور ابدی خدا ایک عورت کے رحم میں قرار پکڑ سکے؟

(۳) یہ مذہب خدا کے علم کے بھی منافی ہے۔ کیونکہ کفارہ کا مسئلہ اگرچہ موجب نجات انسانی ہو بھی تو بھی وہ

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید" کا مصداق ہے +

(۴) یہ مذہب خدا کے رحم اور انصاف دونوں کے منافی ہے۔ رحم کے خلاف اسلئے کہ اس نے ایک بیگناہ کو ایذا دی۔ اور انصاف کے خلاف اسلئے کہ جنہوں نے اُسے مصلوب کیا۔ وہ بلوہ نقیح گئے +

(۵) یہ مذہب انسان کو ناپاکی کی طرف مائل کرتا ہے۔ کیونکہ اگر نجات کا ذریعہ یہی ہے۔ تو پھر خواہ کوئی شخص کتنا ہی بدکار کیوں نہو۔ وہ کفارہ پر ایمان لاکر نجات پا سکتا ہے۔ اور اپنی بدکاریوں کی پاداش سے محفوظ رہ سکتا ہے +

(۶) یہ مذہب غیر ضروری ہے۔ کیونکہ ہم نے آج تک کسی قانون دان شخص کی زبانی یہ بات نہیں سُنی۔ کہ انصاف کا تقاضا مجرم کی معافی سے منسوخ ہو سکتا ہے + اس کے خلاف خوبی کی بات یہ ہے۔ کہ کسی مجرم کو معاف کر دیا جائے۔ پس کیوں نہ خدا بھی اسی طرح ہم پر رحم فرمائے؟

ان اعتراضات کا کوئی جواب ڈاکٹر زویمر کے پاس نہیں۔ سوائے اسکے کہ وہ ہمارے نبی کریم صلعم کی شان میں گستاخیاں کرے۔ وہ تو یہ بھی کہتا ہے۔ کہ کفارہ کا مسئلہ شیعوں کی خدمت میں ضرور پیش کرنا چاہئیے۔ کیونکہ یہ لوگ امام حسین کی موت یا شہادت کو اپنے گناہوں کا کفارہ سمجھتے ہیں +

لیکن دوسرے مسلمانوں کے متعلق یہ بزرگ اپنے ہم مشرب پادریوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں "لیکن اہلسنت کے ساتھ ہمارا طریق عمل کیا ہونا چاہئیے؟ کیا ہم اُن کے سامنے عقیدہ صلیب پیش کریں۔ جس پر یہ لوگ بہت سختی کے ساتھ اعتراضات کرتے ہیں؟ پس میری رائے میں سمجھ بُوجھ اور تبلیغی چالبازیوں کا تقاضا یہ ہونا چاہئیے۔ کہ ہم سردست صلیب کے پیغام کو پس پشت ڈالدیں۔ اور اس کے ساتھ ہی **کفارہ** اور **تثلیث** کے عقاید کو بھی اور بجائے یسُوع کی موت کے اُسکی زندگی کے کارنامے مسلمانوں کے سامنے پیش کریں۔ پس ہمیں چاہئیے۔ کہ اس معاملہ میں **حکومت سوڈان** کی طرح حزم و احتیاط سے کام لیں۔ اور اپنی تبلیغ میں سے صلیب کا ذکر بالکل اُڑا دیں۔ تاکہ ہمارے مسلمان بھائیوں کے جذبات مجروح نہ ہوں" +

لیکن اس کے باوجود یہی پادری اُن لغو عقاید کی تبلیغ کا بھی حامی ہے۔ جن کی دھجیاں المنار میں اُڑادی گئی ہیں۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ بات ڈاکٹر زویمر کے لئے یہ ہے۔ کہ پادری لوگ کفارہ کا عقیدہ مُسلمانوں کے سامنے پیش کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں۔ اسی لئے اس نے ایک باب بعنوان "صلیب کی دُشواری"

لکھا ہے جس کے مطالعہ سے اس کی ذہنی کلفت کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ اس باب میں پہلے تو اس نے وہ اعتراضات درج کئے ہیں۔ جو مسلمانوں کی طرف سے وارد کئے جاتے ہیں۔ اسکے بعد قرآن مجید کے انکار وفات مسیح پر صلیب کا ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے اسلامی اعتراضات کو دفع کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ گویا اندھا اندھوں کو رستہ دکھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ آخر میں ڈاکٹر ڈینی کی تصنیف وفات مسیح سے یہ اقتباس ضم کیا ہے۔" جو لوگ واقعہ صلیب کے خلاف ہیں۔ ہم حسب ضرورت ان کے سامنے احتیاط کو مدنظر رکھ کر اس مسئلہ کو پیش کر سکتے ہیں نیز ان کے سامنے بھی جو مردہ ضمیر رکھتے ہیں۔ یا جن کو ابھی بہت کچھ یسوع کے متعلق معلوم کرنا باقی ہے لیکن اگر ہم کسی ایسی بات سے شروع نہیں کرتے۔ جو واقعی طور پر صلیب اور کفارہ وابستہ سے نہیں ہے۔ جو انجام کار ہمیں اس حقیقت کی طرف نہیں لے جاسکتی۔ جو ہمیں خدا کے برہ کے قدموں میں نہیں پہنچاتی جس نے دنیا بھر کے گناہوں کا کفارہ ادا کردیا۔ تو ہم نے ابھی تک انجیل کا پیغام نہیں پہنچایا +

پیغمبر اعظم کی تعلیمات اور موجودہ زمانہ کے نوجوانوں سے انکی اپیل

برگیڈیر جنرل آر ڈی بلیسیکیتی سی ایم جی۔ ڈی۔ ایس۔ او

جنگ عظیم کے قابل غور و فکر اثرات میں سے ایک یہ ہے۔ کہ لوگوں میں بجائے خود تحقیق کا میلان پیدا ہو گیا ہے۔ مذہبی عقاید میں خاص کر یہ بات نمایاں ہے۔ اور سوویٹ روس میں اس میلان کا زندہ تصویر نظر آتی ہے۔ جہاں اب ایک نیا مذہب برسر عروج ہے۔ جس کا نام اشتراکیت ہے۔ اور اسکے ساتھ ساتھ دہریت بھی جلوہ نما ہے +

اس بڑی قوم کے نوجوان سراپا مادیت کی فضا میں پرورش پا رہے ہیں۔ یہ لوگ اس جدوجہد کی زندگی کے علاوہ اور کسی زندگی کے قایل نہیں۔ مذہب کے حقوق کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ جو کہ در اصل ہمیں زندگی کے اشرف اور اعلےٰ جذبات سے وابستہ کرتا ہے۔ پرانے عقاید پر بیدردی کے ساتھ حملہ ہو رہا ہے۔ اور اس ذہنی اثر کا نتیجہ دوسرے ممالک میں بھی محسوس ہو رہا ہے۔ جہاں پادریوں سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ کہ وہ اپنے دعوے پر دلائل لائیں +

آجکل نوجوانوں کا مطالبہ یہ ہے۔ کہ عقاید نہ صرف سائنس عقل اور انصاف پر مبنی ہوں بلکہ کامیابی

سے مؤید ہوں۔ اور لوگ ان کی طرف بکثرت مائل ہوں +

ابھی تک تو صرف مسیحیت ہی ان کے اعتراضات کا نشانہ بنی ہے۔ لیکن قرائین سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب اسلام پر بھی حملہ ہوگا۔ ذیل کی سطور محض اسبات کی تحقیق کے لئے سپرد قلم کی جاتی ہیں کہ جب اسلام پر یہ حملہ وارد ہوگا۔ تو یہ مذہب کس طرح عہدہ برآمد ہوگا؟

سب سے پہلے ہمیں جاننا چاہئے کہ موجودہ نسل گزشتہ زمانہ کے متکلمین کے قرارداد عقاید اور خیالات سے بالکل مرعوب نہیں ہے۔ وہ تو ہر مذہب کے بانی کی صاف تعلیمات کو مد نظر رکھنا چاہتی ہے۔ اور اُن پر زمانہ وسطی میں جو حاشیے وارد کئے گئے ہیں۔ اُن کو یکسر نظر انداز کرنا چاہتی ہے یعنی خالص تعلیمات پر زور ہے۔ اور انہی کو مدار تحقیق بنایا جائیگا۔ اور صرف یہی دیکھنا مد نظر نہیں کہ وہ عقل اور حکمت سے کہاں تک مطابق ہیں۔ بلکہ وہ موجودہ مسائل میں کہاں تک ہماری رہنمائی کر سکتی ہیں؟ اور اگر یہ ثابت ہو جائے۔ کہ وہ ان صداقتوں کی مثیل ہیں۔ جو گزشتہ زمانوں میں وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہی ہیں مختلف صورتوں میں انسانیت کی ترقی کیلئے تو پھر اُن کے الہام ربانی ہونے کا دعوے وقیع تر ہو جائیگا۔ لیکن ضرور ہے۔ کہ ان میں سادگی پائی جائے۔ مثل مشہور ہے۔ کہ کارآمد بات جو موثر ہوتی ہے۔ عموماً اس قدر مختصر ہوتی ہے۔ کہ ایک لفافہ کی پشت پر لکھی جاسکتی ہے اور ہمیں شک نہیں۔ کہ اسی مقولہ میں ایک بڑی صداقت مضمر ہے +

تحقیق کرنے کے ذرائع ہمارے پاس دو ہیں۔ علم دو طریقوں سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اولاً خارجی تحقیقات یعنی مغربی تہذیب کے سائنٹیفک اصولوں سے۔ ثانیاً باطنی غور و فکر سے یعنی دماغی استعدادوں کو استعمال کرنے سے یہ مشرقی طریق ہے۔ اور مغرب کے خود پسند لوگوں نے اس طریق کی اہمیت پر ابھی تک توجہ نہیں کی ہے +

مثال کے طور پر اہرام مصری کو لے لیجئے۔ یہ عمارتیں اس زمانہ میں بنائی گئی تھیں جبکہ پتھروں کو بلندی پر چڑھانے کی کوئی مشین ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ ان اہرام کی ساخت ایسی اعلیٰ درجہ کی ہے۔ اور مختلف پتھر باہم اس طرح وصل کر دیئے گئے ہیں۔ کہ اگر آپ کوشش کریں۔ تو بھی کاغذ کا پرزہ ان کے درمیان نہیں رکھ سکتے۔ بلاشک پتھروں کو اسقدر بلندی پر لیجانے کیلئے نہایت اعلےٰ قسم کی مشین درکار ہوگی کیونکہ بغیر اسکے ان پتھروں کے کونے رگڑ کھا کر خراب ہو جاتے۔ کیا یہ ممکن ہے۔ کہ ہمیں آج تک اس مشین کا علم نہیں۔ جس کی بدولت ان پتھروں کو اس قدر بلندی تک لیجایا گیا؟

پروفیسر کرافورڈ انجہانی کی تحقیقات سے اس امر پر کچھ روشنی پڑتی ہے۔ کہ بغیر جسمانی طاقت کے بھی

قوتِ ثقل پر غلبہ حاصل ہو سکتا ہے۔ انہوں نے بتایا۔ کہ بغیر کسی مشین کے محض اس طاقت کی بدولت جو انسان میں مخفی ہے۔ بڑے بڑے بوجھ اُٹھائے جا سکتے ہیں۔ پس یہ امر قرینِ قیاس ہے۔ کہ جن لوگوں نے اہرامِ مصری بنائے انہوں نے باطنی تحقیقات میں بڑی ترقی کر لی ہوگی۔ اور ان کے بعد یہ علم یا تو ضائع ہو گیا یا غلط استعمال کی وجہ سے ذہنِ انسانی سے اُتر گیا +

شق ثانی بالکل قرینِ قیاس ہے۔ جو علم باطنی تحقیقات سے حاصل ہوتا ہے۔ اس کا غلط استعمال کیا جانا بھی بہت ممکن ہے۔ موجودہ زمانہ ارتقاء میں بہت کم لوگ ایسے ہیں۔ جو انسانی مخفی قوتوں کو ترقی دے سکتے ہیں۔ مشرقی تجربہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ اس طاقت کو ترقی دینے کیلئے مسلسل جدوجہد کی ضرورت ہے۔ مصر میں جن چند لوگوں نے اس ضمن میں اعلیٰ ترقی حاصل کی تھی انھوں نے ایک مدت تک لگاتار محنت کی تھی۔ طریقِ عمل یہ تھا۔ کہ دماغ کی قوتِ فکر کو تحریک دی جاتی تھی۔ اور پھر جس قدر ترقی حاصل ہوتی تھی۔ اس کا اندازہ کیا جاتا تھا۔ مبتدی کو حکم دیا جاتا تھا۔ کہ وہ کسی چیز مثلاً مگرمچھ کی شکل کے انسان کا تصور کرے۔ جاہل گاؤں والوں کو بتایا جاتا تھا۔ کہ یہ ہستی تمہارا دیوتا ہے۔ اور اگر تم اس کی نافرمانی کرو گے تو وہ تمہارے ساتھ مگرمچھ کا سا سلوک کریگی۔ شروع میں مبتدی کو اس معاملہ میں کچھ روشنی میں دی جاتی تھی۔ اور کچھ جسمانی ورزشیں بتائی جاتی تھیں جو جوگ سے ملتی جلتی تھیں۔ اسکے بعد اُسے باطنی غور کی طرف توجہ دلائی جاتی تھی۔ رفتہ رفتہ اسکی باطنی قوتیں چمک جاتی تھیں۔ بعض اوقات یہ قوتیں بہت ترقی پا جاتی تھیں۔ اور مقدس جماعت کے لئے استعمال کیجاتی تھیں۔ اور ان کو قائم پہنچایا جاتا تھا +

پجاریوں کی مقدس جماعت کے نقطۂ خیال سے یہ ایک بہت عمدہ تجویز تھی۔ لیکن ارتقائے انسانی کیلئے مضر تھی۔ پجاری رفتہ رفتہ روحانیت میں کم ہوتے گئے۔ اور مخصوص لوگ مغرور اور عامۃ الناس جہالت کے دریا میں غرق ہوتے گئے۔ پس یہ نظام آپ اپنی بربادی کا باعث ہو گیا۔ روحانی دُنیا سے تعلق کم ہوتا گیا۔ اور انسانی ارتقاء مادی سائنس کے ماتحت آ گیا۔ بیشک کچھ عرصہ کیلئے یہ امر ضروری تھا۔ لیکن قبل اسکے کہ نسلِ انسانی اعلیٰ درجہ کے طبقات سے ملاپ پیدا کر سکے۔ ہماری فطرت کے دونوں پہلوؤں کو جن کو باطنی اور خارجی کہ سکتے ہیں، پورے طور سے برسرِ کار آ جانا چاہیئے، یہی وجہ ہے۔ کہ دُنیا میں بہت سے ہادیانِ بانی پیدا ہوئے جنہوں نے انسان کو مادیت کی دلدل سے باہر نکالنے کی کوشش کی، اور عالمِ روحانی سے وابستہ کرنے کی تدبیریں بتائیں۔ حضرت بُدّھ اور حضرت مسیحؑ دونوں نے مادی ترقیات کے نقائص اور انکی کمزوریوں کو ظاہر کیا۔

لیکن پادریوں اور پنڈتوں کے ہاتھوں دونوں کی تعلیمات ٹکڑے ہو گئیں۔ پادری لوگ عموماً اپنی طاقت لوگوں میں خوف الٰہی پیدا کر کے قائم رکھتے ہیں۔ وہ لوگوں کو ایک ناراض خدا کا تصور دلاتے ہیں اور دوزخ کے عذاب کی تصویر نہایت خوفناک رنگوں میں تیار کرتے ہیں۔ الغرض بعثتِ رسُول عربیؐ کے وقت انسانی ترقی بالکُل رُک گئی تھی +

آپؐ کی کامیابی کی عظمت کا صحیح تصور کرنے کیلئے ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ ابتدائی انسان کو حیوان پر صرف یہ فوقیت حاصل ہے کہ اسمیں غور و فکر کی قوت پائی جاتی ہے۔ اگرچہ اسمیں بھی حیوانی جذبات موجود ہیں لیکن ان کو تسکین دینے کی کوشش میں وہ اپنے اعضاء کو قوت ارادی کے ماتحت لا سکتا ہے وہ فکر کر سکتا ہے لیکن اس کے خیالات اپنی ذات میں مرکوز ہوتے ہیں۔ برخلاف اسکے ایک مُہذّب انسان صرف سمجھ بوجھ رکھتا ہے۔ بلکہ مجرد فکر بھی جسکے بغیر کوئی سائنٹفک تحقیقات نہیں کی جا سکتی +

چونکہ ارتقاء کا اصول نظر انداز کر دیا گیا تھا۔ اسلئے نبی کریم صلعم کا پہلا کام یہی تھا۔ کہ اس اصول کو دوبارہ قائم فرمائیں۔ مذہبی پیشواؤں کا طریق یہ تھا۔ کہ معدودے چند آدمیوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اور عامۃ الناس جہالت میں ہیں۔ آپؐ نے برخلاف اسکے یہ کوشش فرمائی۔ کہ عام لوگوں میں بیداری پیدا ہو۔ اور وسیع تر پیمانہ پر ترقی کا کام جاری ہو سکے۔ بظاہر آپ کی تجویز نہایت سادہ معلوم ہوتی تھی لیکن غور کرنے سے اسکی عظمت عیاں ہو سکتی ہے۔ عامۃ الناس کو مجرد فکر کا عادی بنانا تھا۔ اب تک جو کچھ ہوا تھا۔ وہ خود غرضی کے ماتحت۔ قوائے فطرت کو معبود بنایا گیا تھا۔ اور انھیں خوش رکھنے کی کوشش کی جاتی تھی +

آپؐ نے ان سب باتوں کو یکسر بالائے طاق رکھدیا اور یہ تعلیم دی۔ کہ الٰہی قوّت ہر جگہ موجود ہے کسی خاص طبقہ سے مخصُوص نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ لوگ خود بخود مجرد فکر کے عادی ہو گئے۔ اور یہ بات اُنکے ذہن نشین ہو گئی۔ کہ وہ طاقت مہربان اور رحیم ہے +

اس طرح لوگوں کے دلوں سے خوف کا اخراج ہو گیا۔ اور اس خیال سے جب یوم جزا و سزا قائم ہو گا تو وہ طاقت غالب آئیگی۔ لوگوں کے اندر اعتماد کی رُوح پیدا ہو گئی۔ دوسرے لفظوں میں لوگ بے خوف ہو کر مجرد فکر میں مشغُول ہو گئے تخیل کی یہ بلندی مؤذن کی بانگ سے ذہن نشین ہو گئی۔ اور تہذیب و تمدن کی راہیں کھل گئیں۔

موجودہ سائنس نے خیال کی قوّت کو دریافت کیا ہے۔ اور شریعت کے ساتھ اس گم شدہ حقیقت کو

دوبارہ دریافت کیا ہے۔ کہ حقیقی عالم وہ ہے۔ جہاں خیال کو دوام حاصل ہے۔ اور وہاں خیالات ہی اشیاء ہیں۔ جب اس علم کی روشنی میں ہم یہ خیال کرتے ہیں۔ کہ گذشتہ تیرہ سو سال سے لکھوکھا انسانوں نے یہ صداقت لوگوں کے ذہن نشین کر دی ہے۔ تو ہمارے دلوں میں اس بڑے پیغمبر کیلئے شکرگزاری کے جذبات موجزن ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے وہ عظیم الشان روحانی قوت کا خزانہ قائم کر دیا ہے۔ جو آیندہ خطرناک زمانہ میں انسانوں کے کام آ سکتا ہے۔

ہمارا جذبہ شکرگزاری صرف زمانہ ماضی ہی سے وابستہ نہیں ہے۔ اگرچہ یہ کامیابی بھی عظیم الشان رہی ہے۔ آپ کے پیغام کا اہم ترین حصہ ہماری موجودہ اور آیندہ ضرورتوں سے متعلق ہے۔ موجودہ متمدن دنیا کو دیکھتے ہوئے یہ بات ظاہر ہے۔ کہ روحانی عوام کی تحقیقات جسکے ضمن میں مشکلات بھی لائق ہیں۔ عنقریب شروع ہونیوالی ہے۔ ایتھر سالمات، برق پاروں، ٹیلی پیتھی اور ٹیلی کائینس کے مظاہر کی تحقیقات بہت جلد ہمارے نازک ترین سائنٹیفک آلات کی دسترس کے باہر ہو جائیں گی۔ اس امر پر دلائل موجود ہیں۔ کہ انسان میں بہت سی مخفی اور غیر معلوم قوتیں موجود ہیں۔ جن کی بدولت آیندہ تحقیقات کا دائرہ اس قدر وسیع ہو جائیگا جس کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ دوسرے لفظوں میں لوگوں کا رجحان اب دوبارہ باطنی ذرائع سے علم حاصل کرنے کی طرف ہو گیا ہے۔ اس راہ میں خطرات بھی ہیں۔ انمیں سے ادنےٰ درجہ کا خطرہ یہ ہے۔ کہ ہم بنی نوع آدم کے دلی خیالات سے بغیر ان کی مرضی کے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اگر یہ طاقتیں ریڈیو سینما ٹیلی وژن وغیرہ کی طرح بین الاقوامی سرمایہ داروں کے ہاتھ میں آ جائیں تو شخصی آزادی کا خاتمہ ہو جائیگا اور ایک نہایت ہی ادنےٰ درجہ کی غلامی کا دور دورہ ہو جائیگا +

اس نازک موقعہ پر ہم کو اس عظیم الشان پیغمبر کا آخری خطبہ یاد آتا ہے۔ آپ اونٹ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اور لوگ آپ کے الفاظ تمام مجمع میں پکار پکار کر رہے تھے۔ اور لوگوں پر یہ بات ظاہر ہوئی کہ شاید یہ آپ کی آخری تقریر ہے۔ اسی لئے انھوں نے غیر معمولی توجہ سے آپ کے پیغام کو سنا کہ سب لوگ آپسمیں بھائی بھائی ہیں۔ اور بھائی کی عزت اسی قدر محبوب ہونی چاہئے جسقدر اپنی ذاتی عزت۔ اس سے بڑھ کر اخوت کی طاقت کے صحیح استعمال کی مثال شاید ہی دنیا میں کسی نے پیش کی ہو۔ ہر مومن کے ذہن میں یہ حقیقت جاگزین ہو گئی۔ کہ میں ایک باعزت ہستی ہوں۔ اور مجھے ایک معزز انسان کی طرح برتاؤ کرنا چاہئے پس جو لوگ ایک ہمہ گیر آسمانی

قوت پر اعتقاد رکھتے ہیں وہ کبھی دوسروں کے ذاتی معاملات کی ٹوہ میں رہنا پسند نہیں کرسکتے خواہ باطنی قوتوں کی نشو و نما سے انھیں استعداد ہی کیوں نہ حاصل ہوگئی ہو +

آخر میں آپؐ نے حکم دیا کہ کسی مومن کو حق نہیں کہ اپنے بھائی سے اسکی مرضی کے خلاف زیادہ چیز طلب کرے۔ گویا آپ نے موجودہ "اشتہار بازی" کے طریقوں کی جنکی بدولت دکاندار مختلف پیرایوں میں لوگوں کو اپنی استطاعت سے بڑھ کر خرچ کرنے پر آمادہ کردیتے ہیں سخت مذمت فرمائی ہے +

بنی نوع آدم دو حصّوں میں تقسیم ہوتے جاتے ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو دوسروں کے اندر خوف پیدا کرکے اُن پر حکمران ہونا چاہتا ہے۔ دوسرا وہ جو باہمی اعتماد اور ترقی کا حامی ہے۔ اور ایک عظیم الشان جنگ اصولی عنقریب پیدا ہونے والی ہے۔ اور قبل اس کے کہ فطرت کی قوتیں زیر نگین آئیں۔ اسی تنازع کا فیصلہ کرنا ضروری ہے۔ گویا یوم جزا نزدیک آگیا ہے۔ قرآن مجید کی افتتاحی آیات فیصلہ کا بار بار اعلان کررہی ہیں۔ اور اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ دنیا بھر کے مسلمان جو ایک مرکزی حیثیت کے مالک ہیں۔ اس امر کی طرف متوجّہ ہوں گے۔ کہ بنی نوع آدم کی ترقی میں اب کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہ ہونی چاہیئے +

اِسلام اور مسیحیّت میں ذاتی جائداد

مسیحی مذہب جیسا کہ وہ نظر آتا ہے۔ امراء کی جیبوں میں راہ نہیں پاسکتا۔ ان کو اختیار کُلی حاصل ہے کہ اپنی دولت کو جسطرح چاہیں صرف کریں۔ وہ اپنی دولت کو جہاں تک جی چاہے بڑھا سکتے ہیں۔ حتّٰے کہ غریبوں کا گلا گھونٹ کر رکھدیں۔ اور موجودہ مادی تہذیب میں یہی ہورہا ہے اگرچہ **ٹیکس وفات** اور **ٹیکس بالائی** اس مشکل کو حل کرنے کے لئے نافذ کئے جاچکے ہیں۔ لیکن اُن کے مؤثر ہونے کے باوجود اگر ایسا ہو۔ تو یہ بات یقینی ہے۔ کہ ان کا نفاذ مسیحیت کا شرمندۂ احسان نہیں ہے۔ بلکہ یہ انسانی غور و فکر کا نتیجہ ہیں۔ اور ارباب دولت ان باتوں کا مقابلہ اپنی دولت کا بیمہ کرا کر کررہے ہیں +

سوال یہ ہے۔ کہ دولت کے اس طرح معدودے چند آدمیوں کے ہاتھ میں جمع ہو جانے سے تمدن میں جو خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ان کا ازالہ کس طرح کیا جائے ؟

مسیحیت اس مشکل کا کوئی حل پیش نہیں کر سکتی۔ **سینٹ پال** کے پادری صاحب فرماتے ہیں۔ کہ یہ بہت خوشی کی بات ہے۔ کہ حضرت یسوع نے اس بارہ میں کوئی اصول بیان نہیں کیا۔ کیونکہ وہ موجودہ صنعتی تمدن کے حالات میں ایک زبردست رکاوٹ ثابت ہوتے (دیکھو لیونگ سٹینڈرڈ ۶، اپریل ۱۹۳۰ء) لیکن یہی وہ بات ہے۔ جو ایک مسلمان کی نگاہ میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے۔ اور وہ اسے حضرت یسوع کی تعلیمات میں ایک بڑا نقص تصور کرتا ہے۔ کیونکہ یہ ایک حقیقت ثابتہ ہے۔ کہ صنعتی تمدن جدید میں ساری دشواریاں اسی لئے لاحق ہوئی ہیں۔ کہ مسیحی مذہب ان معاملات کے متعلق بالکل خاموش ہے جن کا ہماری زندگی سے تعلق ہے۔ اسلام مسیحیت کے انہی نقائص کو دور کرنے کے لئے آیا ہے۔ کیا اچھا ہو اگر ہمارے مسیحی دوست اس زاویہ نگاہ سے اسلام کا مطالعہ کریں +

پادری مذکور کو اسی مسئلہ کی اہمیت کا احساس ہے۔ جو ان کے اس فقرہ سے ظاہر ہے۔ کہ چونکہ ہم مسیحی ہیں۔ لہٰذا ہم یہ جاننے کے خواہشمند ہیں۔ کہ انجیل اور کلیسیاء اس مسئلہ پر کیا روشنی ڈالتی ہیں ؟ اسکے بعد وہ اپنی رائے یوں تحریر کرتے ہیں +

یسوع فلسطین شمالی کی ایک جفاکش قوم سے تھا۔ اور اس کا زاویہ نگاہ **ورڈسورتھ** کی مانند تھا۔ وہ پہاڑوں اور بچوں کو عزیز رکھتا تھا۔ سادگی سے رہتا تھا۔ اور یہ خیال کرتا تھا۔ کہ حصول اور خرچ سے ہماری قوتوں میں کمی واقع ہوتی ہے۔ وہ کسی لالچی آدمی کو چور نہیں قرار دیتا۔ لیکن اُسے بیوقوف ضرور کہتا ہے۔ اس نے عموماً دولتمندوں کو مذہب سے بیگانہ پایا۔ کیونکہ انکا معبد بالفرض اصولی طور پر غلط تھا۔ لیکن وہ ریاکار دنیا پرست اور سنگدل لوگوں کے بہت خلاف تھا۔ اور اس قسم کے لوگ ہر طبقہ میں پائے جاتے ہیں +

تعلیم عامہ کے دوران میں وہ مختصر مقولے بیان کرتا تھا۔ جیسا کہ عموماً ناصحین کو کرنا پڑتا ہے مثلاً وہ ہم سے کہتا ہے۔ کہ ہم مارنے والے کے سامنے اپنا دوسرا رخسار بھی کر دیں۔ لیکن جب اس کے ساتھ یہ سلوک ہوا۔ تو اس نے اس پر عمل نہیں کیا۔ بلکہ مدافعت کی۔ اونٹ اور سوئی کا قصہ ضرور مبالغہ آمیز ہے۔ جب لوگوں نے اس سے دولت کے نظم و نسق کی درخواست کی۔ تو اس نے کہدیا کہ یہ میرا کام نہیں "خبردار لالچ نہ کرنا" +

وہ سمجھتا تھا۔ کہ ایک جفاکشی کی زندگی یقیناً بہترین زندگی ہے لیکن اس کے مزاج میں انقلاب پسندی بالکل نہ تھی۔ وہ زندگی کے غیر ضروری لوازم کو ناپسند کرتا تھا۔ کیونکہ یہ چیزیں ہماری توجہ کو اصل مقصود سے ہٹا دیتی ہیں۔ ہم مختصر طور پر کہہ سکتے ہیں۔ کہ انجیل ایک انقلابی آئیڈیلزم ہے۔ جو دنیاوی دولت کو مٹانا چاہتی ہے۔ لیکن وہ قلب انسانی میں تبدیلی پیدا کرنا چاہتی ہے خارجی حالات سے تعلق نہیں رکھتی۔ قدامت پسند اسے اسلئے پسند نہیں کرتے۔ کہ اسمیں انقلابیت پائی جاتی ہے۔ اور انقلابی اسلئے پسند نہیں کرتے۔ کہ اسمیں آئیڈیلزم بھی موجود ہے۔ باہمی جنگ میں دونوں پہلو غیر مسیحی ہیں۔ کیونکہ دونوں کا معیار منزلت یکساں ہے۔ اور اس کو یسوع نے "بیوقوفانہ" قرار دیا ہے"۔ اسکے خیالات اقتصادی تنازعات سے جداگانہ شاہراہ پر تھے +

کیتھولک کلیسیا کی تعلیم ذاتی جائداد کی نسبت کیا ہے؟ اس سوال کو علماء نے بہت کچھ موضوع بحث بنایا ہے۔ پھر سوال "قانون فطرت" پر آکر قرار گیر ہوا۔ یہ تو روائتی تخیل تھا۔ اور روائتی فقہا بھی اس مسئلہ میں متفق اللسان نہیں تھے بعض کا خیال یہ تھا۔ کہ ذاتی جائداد مطابق فطرت نہیں ہے، اشتراکیت کا اصول مناسب ہے +

کیتھولک حل اس مسئلہ کا یہ ہے۔ کہ اگرچہ ہبوط آدم سے پہلے ذاتی جائداد کا وجود نہ تھا اور اگرچہ جنت میں یہ بات نادر ہوگی لیکن انسان کی پست حالت کے موافق ایک اضافی قانون فطرت ضرور ہے۔ اور یہ قانون جو آج ہر کس و ناکس کے لئے معین ہے ذاتی جائداد کو جائز قرار دیتا ہے +

جو لوگ آسمانی زندگی بسر کرنا چاہیں اُن کے لئے دُنیا ترک کرنا اور خانقاہ میں داخل ہونا ضروری ہے۔ اسلئے آج کے دن تک کوئی کیتھولک شخص اشتراکی نہیں ہُوا۔ اس فیصلہ سے صرف چند لوگوں نے اختلاف رائے کیا +

جن میں سے انا بیپٹسٹ فرقہ زیادہ مشہور ہے۔ انکے اصُولوں کی انگلستانی عقاید مذہبی میں تردید کی گئی ہے۔ جہانتک یہ لکھا ہے "مسیحی کی جائداد مشترکہ چیز نہیں"۔

کلیسیاء نے صدقہ کو پسند کیا ہے۔ اور بے ایمانی سے دولت جمع کرنے کو مذموم قرار دیا ہے۔ کیونکہ ملکیت کے متعلق اس کا رجحان بالکل قدامت پسندانہ رہا ہے۔ مسیحی اصُول یا عمل میں اس خیال کی گنجائش نہیں ہے۔ کہ تمام دولت حکومت کی ملک ہے۔ اور یہ بات ہے غلط +

پادری صاحب مذکور کے خیالات پر ہمارا تبصرہ یہ ہے کہ معمولی سمجھ کا آدمی بھی یہ سمجھ سکتا ہے۔ کہ اُنھوں نے اپنے بیان کو بالکل مبہم اور مجمل رکھا ہے۔ کیا دُنیا کے مسائل کا حل محض فلسفیانہ اصُول سازی اور مواعیظ کی بدولت ہو سکتا ہے۔ کسی مذہبی نظام کی خوُبی تو اس وقت ظاہر ہوتی ہے جبکہ وہ کسی مسئلہ کے مالۂ وماعلیہ پر اس وضاحت کے ساتھ روشنی ڈالے۔ کہ عامۃُ النّاس کے حقوُق محفوظ ہوسکیں۔ اور اسلام کو اس رنگ میں مسیحیت پر ایک خاص فوقیت حاصل ہے +

اسلام نے دنیا کی عظیم الشان دولت کو ضبط و نظم کے اندر رکھنے کیلئے کیا اصُول وضع کیا ہے؟ تاکہ وہ ذخیرہ محض چند افراد کے ہاتھوں میں محدُود نہ ہو جائے۔ مسیحیت کے برخلاف اسلام نے قوانین مُعیّن فرمائے ہیں جس پر انسانی تمدّن کو صحیح طور پر قائم رکھنے کیلئے ایک عمارت تعمیر ہو سکتی ہے اسلئے اسلام نے ہمیں "ذاتی دولت" کا صحیح مفہوم بھی بتا دیا ہے +

بیشک اسلام ذاتی دولت کو جائز قرار دیتا ہے لیکن وہ دوسرے مذاہب سے اس بات میں ممتاز ہے کہ اس نے ہر اُس شخص پر جو اپنی اعلےٰ قابلیت کی بناء پر دوسروں سے زیادہ دولت کماتا ہے یہ بات

فرض قرار دی ہے۔ کہ وہ اپنی دولت کا ایک حصہ ان لوگوں کے فائدہ کیلئے وقف کر دے، جن کو حالات سے فائدہ اُٹھانے کا موقعہ نہ مل سکا۔ چنانچہ قرآن فرماتا ہے۔

"اے مسلمانو! اپنے اقرباء حاجتمندوں اور مسافروں کو اُن کے حقوق دو (سورت ۳۰ آیت ۳۸) یہ حق جو خالص اسلامی فریضہ ہے زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ اور کل دولت پر ۲½ فیصدی کے حساب سے ادا کیا جاتا ہے، جو سال بھر تک کسی شخص کے قبضہ میں رہے۔ اس ٹیکس کو مساکین اور غرباء پر خرچ کیا جاتا ہے۔ اسی نظام کی بدولت انسانوں میں ہمدردی کے جذبات بھی پیدا ہو سکتے ہیں۔ اور جب مفلس لوگ اپنے دولتمند محسنوں کے لئے جذباتِ شکر اپنے دلوں میں محسوس کرتے ہیں۔ تو اس احساس کی بناء پر تمدن استوار بنیادوں پر قائم ہو سکتا ہے +

علاوہ بریں اسلام نے قانون انتقال دولت علی خلفتِ اکبر سود خواری جس کی بدولت ایک شخص کو بغیر مشقت دولت حاصل ہوتی ہے۔ اجارہ اور ٹھیکہ داری اخذ نفع کثیر اور سٹہ بازی وغیرہ ان سب باتوں کو ناجائز قرار دیا ہے +

اسلامی ممالک میں ذاتی جائداد تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس طرح خاندان کے ہر فرد کو اپنی زندگی بسر کرنے کیلئے ایک مستقل سرمایہ حاصل ہو جاتا ہے۔ عیسائی ممالک میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ علاوہ بریں ہمارے لئے یہ معلوم کرنا دلچسپی سے خالی نہیں کہ اب حالات سے متاثر ہو کر مسیحی ممالک بھی قانونِ انتقال دولت علے خلفتِ اکبر کو خیرباد کہ رہے ہیں۔ گویا اسلام کے تمدنی نصب العین کے نزدیک ہوتے جا رہے ہیں +

اسلام کے متعلق ایک انگریز کی رائے

مسٹر سینٹ جان فلبی آئی سی ایس اہل عرب کے متعلق بہت مستند معلومات رکھتے ہیں حال ہی میں اُن کے مشرف بہ اسلام ہونے کی خبر انگریزی جراید میں شائع ہوئی ہے۔ ڈیلی ھیرلڈ بابت ۸ ستمبر ۱۹۳۰ء میں انہوں نے ذیل کا بیان شائع کیا ہے :-

میں آج سے کئی سال پہلے قبول اسلام کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اور یہ تبدیلی میرے اندر وہابی تحریک کا مطالعہ کرنے سے پیدا ہوئی تھی، جو سلطان ابن سعود ایدہ اللہ کی وجہ سے برسر اقتدار آگئی ہے۔ مجھے اس امر کا یقین ہے کہ انگلستان کی موجودہ عظمت کرامویل کے پیوریٹن اصولوں کے زمانہ پر مبنی ہے۔ کیونکہ اُن کی بناء پر انگلستان میں مضبوط اخلاقی بنیادیں قائم ہوئیں جن پر آیندہ چلکر ذہنی اور روحانی عمارت تعمیر کی گئی۔ اسی طرح میں خیال کرتا ہوں کہ موجودہ وہابی تحریک کی بنیاد پر عرب کی آیندہ سیاسی عظمت کا قصر مبنی ہوگا +

علاوہ بریں میں اسلامی نظام اخلاق کو حقیقی جمہوری برادری کا باعث خیال کرتا ہوں۔ اور اسی کی برکت ہے کہ اسلام میں ناجائز ولادت کا مذکور نہیں۔ اور عربوں کی اخلاقی حالت کا معیار بہت بلند ہے۔ اور یقیناً یورپ کے ضابطۂ اخلاق سے جو مسیحیت پر مبنی ہے بہت ارفع اور اعلےٰ ہے۔ میرے اعلان اسلام میں جو تاخیر واقع ہوئی اس کا سبب چند سیاسی امور تھے جو اب میری راہ میں حائل نہیں ہیں +

ترقی عرب: ۔ کل مسلم دنیا اس بات سے خوش ہوگی۔ کہ عرب کا مُلک، سلطان ابن سعود کی دانشمند انہ نگرانی میں اتحاد کی طرف گامزن نظر آتا ہے۔ اور صوبہ اسیر پر ان کا اقتدار قائم ہو جانا انکے مقصد کی تکمیل میں ایک بڑی حد تک معاون ہے۔ علاوہ بریں حجازی حکومت اختراعات جدیدہ سے بھی فائدہ اُٹھا رہی ہے۔ لاسلکی کا سلسلہ بھی قائم کر دیا گیا ہے۔ اگرچہ اس کا مقصد تعلیمی اطلاعات کا شائع کرنا نہیں ہے۔ لیکن اس اقدام سے ہم یہ اندازہ لگا سکتے ہیں۔ کہ آیندہ بھی مفید اصلاحات عمل میں آئینگی۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ سلطان موصوف کی حکومت ان اختراعات سے مکہ معظمہ کو مرکزی حیثیت دینے میں کس حد تک کوشش کرتی ہے۔ اور اس دن کا انتظار بیجا نہیں ہے۔ جبکہ مکہ معظمہ سے اذان کی آواز بذریعہ لاسلکی چاردانگ عالم میں منتشر کی جایا کریگی۔ اللہ تعالےٰ سلطان موصوف اور اُن کے وزراء کو نیک توفیق عطا کرے تاکہ وہ ایک متحدہ عرب حکومت قائم کر سکیں +

تمدنِ اسلام

معنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع فرمادی ہے جسمیں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا کہ اسلام ہی اسوقت ایسا زندہ جاوید مذہب ہے دنیا کے لیے ہے جو دنیا کو مصائب حاضرہ سے بچا سکتا ہے۔ محترم مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گزشتہ سترہ سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے ہمیں امید کامل ہے کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دلمیں کھب جائیگی۔ اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک روادارانہ فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور اُنکے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائینگے۔ یہ کتاب اُنکے دلمیں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کریگی جس سے انشاءاللہ حسب دلخواہ شاندار نتائج مرتب ہونگے ہمیں یقین کامل ہے کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں اور جسکا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے۔ اہل مغرب و دیگر متلاشیان مذہب حقہ کو قائل کردینگے کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو۔

اپنے نتائج تبلیغ میں دو بے نظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا یعنی

ینابیع المسیحیت و نبوۃ کا ظہور اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جنہیں سے اگر اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی۔ اگر ینابیع المسیحیت نے یہ ثابت کر دیا کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت، الوہیت و کفارہ مسیح اُن کی ایک بھی ایسی رقم نہیں

مثلاً عشائے ربانی ویگر اجزائے سکرامنٹ ایسا ہی انکا ایک ہی تہوار مثلاً کرسمس۔ ایسٹر گڈ فرائڈے وغیرہ جو سب کے سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب کفریات میں ہو بہو موجود تھے حتیٰ کہ جناب مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کیے ہوئے ہیں اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب مسیح کیطرف منسوب کیے ہیں وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی اُن ہی کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گویا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہی۔ یہ بدیہہ ہی کہ یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہی۔ اور جو آج سات برس تک لاجواب ہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنیکے لئے کافی تھے۔ چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا۔ اس انہدامی کتاب کے بعد فاضل مصنف نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ عربی کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ آپنے انگریزی میں ایک کتاب آئیڈیل پرافٹ لکھی جسنے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرایہ میں پیش کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کیے وہ شاید ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں۔ صدہا سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ درصل ان ہی دو کتابوں نے مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک لکھنے کیلئے مجبور کیا جو اب تمدن اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہی۔ یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں کہ کوئی مسلم گھران سے خالی نہو۔ انکے مطالب خود بخود اپنی علوشان ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ کتابیں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی و اردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے کہ کتاب شروع کرکے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ اشتہاری لفاظی نہیں۔ اسکا ثبوت اسی کتاب تمدن اسلام سے مل سکتا ہی۔ لکھائی چھپائی۔ تقطیع۔ کاغذ حجم سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہی جو حسب ذیل ہے:۔

ینابیع المسیحیت	نبوت کا ظہور اتم	تمدن اسلام حصہ اول
عہ	۱۲ /	ایضاً عہ / حصہ دوم عہ

ذیل کے پتہ سے یہ سب کتابیں مل سکتی ہیں

مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸ — بابت ماہ اپریل ۱۹۳۱ء

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

چندہ تین روپیہ آٹھ آنے سالانہ

قیمت پانچ روپیہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

اطلاع: خط وکتابت سلسلہ ترسیل زر بنام مہتمم رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۳۱ء

عزیز منزل

برانڈرتھ روڈ لاہور

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام شاہجہان مسجد ووکنگ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
الوسیلہ فی الاسلام بلا جلد عہ مجلد	[illegible]	ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان بلا جلد ۱۲؍ مجلد	عہ
سکھ ازم و سکینۃ الادب لیکچروں کا مجموعہ بلا جلد	[illegible]	براہین نیّرہ بلا جلد ۱۲؍ مجلد	[illegible]
ینابیع المسیحیت بلا جلد مجلد	۱۲؍	پیام اسلام	۴؍
ضرورت الہام بلا جلد ۱۲؍ مجلد	[illegible]	مقصد مذہب	۱۳؍
رازحیات یا انجیل عمل بلا جلد مجلد	[illegible]	خطبات عربیہ بلا جلد ۱۲؍ مجلد	[illegible]
مکاشفات غیبیہ بلا جلد ۱۲؍ مجلد	[illegible]	سیر افکار یا روحانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲؍ مجلد	[illegible]
مطالعہ اسلام بلا جلد مجلد	عہ	ہستی باری تعالیٰ بلا جلد	۳؍
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۴؍ مجلد	[illegible]	یسوع کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر	۴؍
لمعات انوار محمدیہ بلا جلد مجلد	۱۰؍	اسلام اور علوم جدیدہ	۴؍
مذہب محبت	۴؍	صلائے نصرت باہل ہمت	۴؍
وراثت عالم کا مذہب	۴؍	حیات بعد الموت	۱۲؍
اسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی بلا جلد	۴؍	عہد اللقاء	۴؍

دیگر مصنفین

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
تبع القرآن	۱۲؍	سیرت نبوی قیمت صرف	۴؍
قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی مجلد	للعہ	لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۴؍
دنیا کے مشہور [illegible] بلا جلد	۴؍	قرآن اور جنگ قیمت صرف	۳؍
اسلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف	۳؍	پادری صاحبان کے لئے حل طلب معمہ	۱؍
تفسیر سورۂ فاتحہ قیمت	۲؍	سیرۃ خیر البشر مجلد [illegible] مقام حدیث بلا جلد [illegible] مجلد	[illegible]
اسلام یعنی محمدی نبی نوع کا مذہب	۲؍	تصاویر نو مسلمان یورپ فی درجن ۱؍ تین درجن مجلد	[illegible]
اسلامی نماز [illegible] پر معترض اعتراض	۱۲؍	تصاویر نماز عیدین مسجد ووکنگ قیمت فی درجن	۱۰؍

تمام درخواستیں بنام

منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) آنی چاہئیں

فہرست مضامین

رسالۂ

اشاعت اسلام

جلد ۱۷ | بابت ماہ اپریل ۱۹۳۱ء مطابق ماہ ذیقعد ۱۳۴۹ھ | نمبر ۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم — نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد ۱۷ — بابت ماہ اپریل ۱۹۳۱ء — نمبر ۴

آج ۲۸ تاریخ تک بھی ولایت سے تازہ تصویر نہیں آئی۔ اگر ایک ہفتہ میں آگئی۔ تو حسب معمول دیجائیگی۔ ورنہ ہمیں قابل معافی سمجھا جائے +

اشاعت قرآن

گذشتہ پچاس سال سے بین طور پر مسلم قدم رو بہ انحطاط تھا۔ آج ہم پستی کے ادنے سے ادنے مقام پر جا کھڑے ہوئے۔ بالمقابل جنہیں ہم بزدل زر پرست اور اپنا محتاج سمجھتے تھے۔ وہ میدان ترقی میں دن بدن تیزی سے ساتھ قدم اٹھا رہے ہیں۔ بہت سی کوششیں اصلاح کی ہوئیں۔ لیکن ناکامی نظر آئی۔ مگر جس امر کو ہم سب اصلاح و فلاح کی حقیقی راہ سمجھتے ہیں۔ اسی کی طرف ہم متوجہ نہیں ہیں۔ ہم سب کا ایمان ہے کہ قرآن ہی ہر فلاح و بہبودی کا موجب ہو سکتا ہے۔ دنیا کی تاریخ اس بات کی شہادت دیتی ہے۔ اور متمدن سے متمدن اقوام کے رہنما اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے۔ جس نے پیدا ہو کر دنیا میں انقلاب عظیم پیدا کیا۔ یہی ایک کتاب تسلیم کی گئی ہے۔ جس نے ہر قسم کے بہبودی و فلاح کے رستے بتائے۔ حالی سے لیکر [illegible] تک مختلف علماء مختلف ریفارمر یہی رونا روتے گئے۔ سب نے ہماری موجودہ پستی کا باعث ہماری عدم توجہ قرآن ہی بتلائی۔ میں اپنی بیماری میں بار بار اس مضمون کو سوچتا

رہا۔ اور میرے نزدیک میرا کہنا تحصیل حاصل ہوگا۔ اگر میں اس بات پر زور دوں کہ یہی عدم توجہ ہماری تباہی کا موجب ہے۔ ہاں میں یہ ضرور کہتا ہوں۔ کہ ہم سب کچھ ہی کہتے ہیں لیکن ہم توجہ نہیں کرتے ہیں۔ اگر ذرا بھی خیال ان مصائب سے نکلنے کا ہوتا۔ تو ہم دیوانہ وار قرآن کی طرف توجہ کرتے۔ ہم رات دن ان راہوں کی تلاش میں لگ کر ان پر عمل کرنا شروع کردیتے۔ جو قرآن ہمیں تعلیم کرتا ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آتی۔ کہ ایک طرف تو قرآن پر ہم اس قدر مضبوط ایمان رکھتے ہیں۔ دوسری طرف ہمارے اعمال اس امر کی تغلیط کرتے ہیں۔ گویہ نظارہ یاس افزا ہے۔ مگر میں اسی خیال کا ہوں کہ تابقید حیات مسلم بھائیوں کو قرآن کی طرف ہی متوجہ کروں۔ میں نے گذشتہ پندرہ بیس سال میں موجودہ متمدن قوموں کے آثار و چڑھاؤ کے اسباب پر غور کیا۔ تمدن کی تاریخیں دیکھیں۔ مغربی علماء کے اقوال پڑھے۔ مجھے تو ہر بات میں یا قرآن کا تتبع نظر آیا۔ یا میں نے قرآن کو افضل پایا جب سے میں نے کئی سالوں کی بیماری کے بعد اپنے میں صحت کے آثار دیکھے میں نے حتمی وعدہ کرلیا۔ کہ قرآن کے نصائح کو مسلم بھائیوں کے سامنے پیش کروں۔ اسلامک ریویو میں میں نے قرآن پر ایک سلسلہ مضامین شروع کردیا ہے۔ اور منتظمانِ رسالہ اشاعت اسلام نے بھی پختہ ارادہ کرلیا ہے۔ کہ ان مضامین کا ترجمہ اس رسالہ کے ذریعہ شائع کرتے رہیں۔ میں تو اسے اپنا فرض اور وظیفۂ زندگی قرار دیتا ہوں۔ میں وہ کرتا ہوں۔ جس کے لئے میرا ایمان مجھے مجبور کرتا ہے۔ میرا دل مجھے یہی کہتا ہے۔ کہ اگر میں قبر سے واپس لایا گیا۔ حالانکہ تین دفعہ میں کاملیت ہو گیا۔ اور کل طبی مشیر میری طرف سے مایوس ہوگئے۔ تو میں صرف خدمت قرآن کیلئے اس فضل الٰہی کا مورد ہوا ہوں۔ میں نہیں کہتا۔ کہ میں کسی بہترین تفسیر کے لکھنے کیلئے طیار ہوا ہوں۔ خدا کے افضال کے کے مورد صدہا لوگ ہیں۔ میں وہ رونا روتا ہوں جو قوم کی حالت دیکھ کر مجھے رلا رہا ہے میرے نزدیک ہماری مصیبت کا علاج یہی ہے۔ کہ ہم قرآن پر عمل کریں + قرآنی اخلاق سے مزین ہوں تو ممکن نہیں۔ کہ ہم کسی سے پیچھے رہجائیں۔ رسمی مذہبی دلدل سے نکل کر قرآنی حقائق کو ہم اپنا مذہب بنالیں تو ہم سب کے سرتاج ہونگے +

میرے کاروبار مسلمہ تاجرانہ نہیں میں نے چلتی وکالت کو چھوڑا۔ اور میں اس فن کا ایک بہترین انسان تھا۔ میں نے تمدن حال کے مطالبات کو سامنے رکھ کر درویشانہ زندگی اختیار کرلی۔ اور قلم سے خدمت قوم شروع کی۔ لیکن اس کا حقیقی فائدہ تو ہی ہوگا۔ اگر میری باتیں غیر چھوڑ مسلمانوں تک بغرض عمل پہنچ جائیں۔ خدا کا احسان ہے کہ اسلامک ریویو نہ صرف اہل مغرب کو اسلام کی طرف لا رہا ہے۔ بلکہ مسلم تعلیمیافتوں کی ایک بڑی تعداد خود اسلامک ریویو کے ذریعہ اپنے ایمان اسلام میں پختہ ہو چکی ہے۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں۔ کہ اسلامک ریویو کو تمام طور پر مغربی لائبریریوں میں بھیجا جائے۔ اسکی قیمت بھی اس کام کیلئے کم کر دی گئی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ مسلم احباب کثرت سے ایک ایک کاپی اپنی طرف سے مغربی لائبریریوں میں بھجوا دیں۔ آج تک بھی یہ طریق بہت مفید ثابت ہوا۔ ایک پانچ روپے خرچ کر کے ہم گھر بیٹھے سینکڑوں نفوس میں تبلیغ اسلام کا کام کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ ہم خود حقائق قرآن سے واقف ہونے کے محتاج ہیں۔ اس لئے از بس ضروری ہے۔ کہ ہم **اسلامک ریویو** یا رسالہ **اشاعت اسلام** کو خود پڑھیں اور دوسروں کو ان کے پڑھنے کی طرف متوجہ کریں۔ یہ میری دردمندانہ خواہش ہے۔ اور یہ اشتہار آپ کی خدمت میں اسلئے بھیجتا ہوں۔ کہ آپ بالضرور محض قرآن کے پڑھنے اور سمجھنے کے لئے ریویو یا رسالہ اشاعت اسلام کے خریدار بن جائیں۔ انہیں میرا کوئی ذاتی فائدہ نہیں محض پڑھنے والوں کے فائدہ کو سامنے رکھ کر میں نے یہ سطور لکھیں۔ ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ہم پر رحم کرے۔ لیکن اس کے رحم کا راستہ بھی یہی ہے۔ کہ ہم اسکی باتوں کو سنیں اور اس پر عمل کریں +

خواجہ **کمال الدین**

فٹ نوٹ:۔ اسلامک ریویو کا سالانہ چندہ ساڑھے سات روپے ہے لیکن جو صاحب اسے لائبریریوں میں بھجوانا چاہیں وہ صرف پانچ روپے سالانہ دیں۔ دفتر کیطرف سے انکی طرف سے پوسٹل سیلیمنجرز کی رسم نے انکی طرف سے سالہ کو بھیجدیا ہے + اشاعت اسلام کی قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ ہے محض توسیع اشاعت کے لئے اسکی قیمت اب کم کر دی گئی ہے جو ساڑھے چار روپے سالانہ تھی۔ ہندوستان کا کوئی علمی دینی اور مذہبی رسالہ آپ ایسا نہ پائینگے جو اپنی ہیئت کے لحاظ سے اسقدر کم قیمت کا ہو۔ سرپرستان ہر دو رسالہ کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں اس لٹریچر کی اشاعت فرمائیں + مینیجر

قرآنی تفسیری نوٹ

از حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

اس عنوان کا ایک سلسلۂ مضامین اسلامک ریویو میں نکلنے کیلئے حضرت خواجہ صاحب نے لکھنا شروع کیا ہے۔ جس کی پہلی قسط اس ماہ ولایت کو بھیجی گئی ہے۔ جو شاید اسلامک ریویو کے جولائی نمبر میں شائع ہو۔ ہم اس کا ترجمہ بمع چند زائد باتوں کے اسی ماہ سے شروع کرتے ہیں + مینیجر

قرآن کریم کی آخری سات سورتیں نہ صرف قرآنی مشن کو تکمیل تک پہنچاتی ہیں۔ بلکہ ایک طرح پیشینگوئی کے رنگ میں بہترین کامیابی کے اصول بتلا کر اس کامیابی کو پورا کر دکھاتی ہیں۔ بلکہ خاتمے پر قرآن کی بہترین تعلیم کو پیش کر کے ہمیں ان خطرات سے بھی آگاہ کر دیتی ہیں جن کی روک تھام نہ صرف ہمارے اختیار و قدرت سے ہی باہر ہوتی ہے۔ بلکہ وہ باتیں نامعلوم طریق پر ہماری ترقی میں مانع ہو جاتی ہیں۔ قرآنی سورتوں کا یہ سلسلہ سورۂ الکوثر سے شروع ہو کر سورہ والناس تک جاتا ہے۔ یہ سورتیں سورۂ النصر کے سوا بالعموم بعثت نبوی کے ابتدائی وقت میں نازل ہوئیں۔ اگر سورۂ الکوثر نے آنحضرت کی کمال کامیابی کی پیشینگوئی کی تو سورہ النصر نے جو آخری الہام قرآن تسلیم کیا گیا ہے۔ اس پیشنگوئی پر مہر صداقت لگا دی۔ سورۂ الکوثر نے یہ بیان کیا۔ کہ اے محمد (صلعم) ہم نے تجھے کثرت سے خیر و برکت عطا کر دی ہے۔ یہ الہام اس وقت ہوا۔ جب مشکلات اور مصیبت کا نہ صرف سامنا ہی تھا۔ بلکہ خیر و برکت کا وہم تک بھی نہ ہو سکتا تھا۔ اس سورہ شریف کے بعد ہی سورۂ الکافرون آتی ہے۔ جس میں کفار کو اعلان ہوتا ہے۔ کہ اگر تم اپنے مذہب پر قائم ہو تو میں اپنے مذہب پر۔ عنقریب لکم دینکم ولی دین کا نظارہ دیکھ لینگے یعنی تمہیں تمہارے مذہب کے نتائج مل جائینگے۔ اور مجھے میرے عقاید کے نتائج ملجائینگے۔ یہ ایک دوسری پیشینگوئی تھی۔ جب مصائب نے آپ کا گھیرا کیا ہوا تھا منا وہ مقام ہے۔ جہاں ہم ایام حج میں میدان عرفات کو جاتے ہوئے قیام کرتے ہیں۔ اور پھر دوسرے دن وہاں سے واپس آ کر نسکریہ میں قربانیاں کرتے ہیں۔ یہی وہ مقام تھا۔ جہاں ابتدائی ایام میں آنحضرت صلعم کو تکلیف دی

مسکینی کا شکار رہنا پڑا۔ اور عمائد عرب نے آپ کے ساتھ کامل مقاطعہ کیا۔ آخر ایک دن آگیا جب نصرت و فتحمندی کے ساتھ آپ حجۃ الوداع کیلئے گھر سے نکلے۔ حج سے فارغ ہوکر آپ میدان منا میں پہنچے آپ ایک اونچے مقام پر کھڑے ہو گئے۔ آپ کے ارد گرد ایک لاکھ چھیالیس ہزار اصحاب کی موثر جماعت تھی۔ ان میں وہ لوگ بھی تھے۔ جن کو بیسیوں برس پہلے کہا گیا تھا۔ کہ اسلام ایک دن ہر رنگ میں کفر پر غالب آجائیگا۔ اس اعلان ربانی کے اکثر مخاطبین حلقہ بگوش اسلام ہوکر اس میدان میں موجود تھے۔ اس نصرت کو دیکھ کر اور خداوند کے وعدوں کو پورا ہوتے پاکر آنحضرت صلعم چشم پرآب ہو گئے۔ اور آپ نے آخری خطبہ فرمایا۔ انہی ایام میں سورہ النصر نازل ہوئی۔ اور اس نصرت کی تکمیل کی خوشخبری دی۔ جس کا وعدہ برسوں پہلے ہو چکا تھا۔ پیشگوئی (لکم دینکم ولی دین) میں جہاں آپ کی کامیابی کا ذکر تھا۔ وہاں دشمن کے معدوم ہو جانے کا بھی تذکرہ تھا۔ چنانچہ سورہ النصر کے بعد سورہ لھب آتی ہے۔ جسمیں کفر کے خاتمے کا بیان ہے۔ سورۂ لھب کے بعد سورہ اخلاص آتی ہے۔ جسمیں قرآنی تعلیم کا نچوڑ آجاتا ہے۔ اس میں اس توحید باری کا ذکر ہے۔ جو اسلام اور کفر میں حقیقی بناء تنازعہ تھی۔ جو آخرکار اس زبردست رنگ میں آقائم ہوئی۔ کہ نہ صرف عرب ہی نجاست شرک سے پاک ہوگیا۔ بلکہ عرب کل دنیا کو اس اصلاح کے نیچے لے آیا۔ سورہ اخلاص کے بعد سورہ الفلق اور سورہ الناس قرآنی ترتیب میں آتی ہیں۔ ان کی جامعیت کو دیکھ کر انسان حیران ہو جاتا ہے۔ ان میں ان دقتوں کا ذکر ہے۔ جو نامعلوم طریق پر پیدا ہوکر ہمیں تباہی کو پہنچاتی ہیں۔ ان امور کا ذکر قرآن کریم نے بالتشریح مختلف مقام پر کیا ہے لیکن خاتمہ پر اگر سورہ اخلاص میں اس اصول کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ کہ جسمیں کامیابی و فلاح کا راز سربستہ ہے تو آخری دو سورتوں میں ان امور کا ذکر ہے جو کامیابی کی بیخ کنی کر دیتی ہیں۔ اب ہم ان سات سورتوں کی مناسب تشریح بہ غایت اختصار کرتے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے سورہ الکوثر پر لکھتے ہیں:۔

الکوثر

إِنَّا أَعْطَيْنَاكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ إِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْأَبْتَرُ

{ہم نے تجھے کثرت سے خیر و برکت عطا کی ہے۔ پس تو صلات اور قربانی کا پابند ہو جا۔ تیرے دشمن کا نام و نشان تک نہ رہے گا}

انسان کے سخت سے سخت دشمن وہ ہوتے ہیں۔ جو اس کی کامیابی یا اسکی صحیح منشاء کے پورا ہونے میں سد راہ ہو جاتے ہیں۔ اگر وہ اپنے ارادوں میں کامیاب ہو جائے۔ اور اس کے راستے میں سے تمام مخالفتیں دور ہو جائیں۔ تو وہ حقیقی فلاح کو پا لیتا ہے۔ یہ سورہ شریف صرف ایام مصائب میں آنحضرت صلعم کے اطمینان کیلئے ہی نہیں آئی۔ بلکہ کل انسانوں کیلئے

حصول کامیابی کی ایک بہترین ہدایت اپنے ساتھ لائی ہماری موجودہ مشکلات بھی ایک پہاڑ کی طرح ہمارے سامنے آموجود ہوئی ہیں۔ ایک طرف مصائب بڑھتی جاتی ہیں دوسری طرف دشمن اپنی مخالفت میں بڑھتا جاتا ہے۔ ہمیں بھی سورۃ الکوثر کامیابی کی خوشخبری دے سکتی ہے۔ اگر ہم اسکے دوسرے ارشادات پر عمل کریں وہ احکام دو ہیں۔ (۱) صلوٰت (۲) قربانی۔ اس امر کے کہنے کی ضرورت نہیں۔ کہ نماز و قربانی سے مُرادان احکام کی رسمی بجا آوری نہیں۔ نہ صرف خود قرآن ان امور کو کسی اور رنگ میں پیش کرتا ہے۔ بلکہ ہمارے طریق عمل پر خود ہمارے نوجوان خندہ زن ہیں کہ مسلمان نمازیں بھی پڑھتے ہیں اور قربانیاں بھی آئے دن دیتے ہیں۔ لیکن خیر و برکت کی کثرت (کوثر) کے مالک غیر مسلم ہی نظر آتے ہیں۔ حق الامر یہ ہے۔ کہ ہم صرف الفاظ پرستی کرتے ہیں۔ اور حقیقت سے نا آشنا ہو چکے ہیں +

قرآن نے واضح طور پر ہمیں نماز و قربانی کی حقیقت سے اطلاع دی ہے۔ قرآن نے کھلے سے کھلے لفظوں میں فرمایا۔ اقم الصلوٰۃ ان الصلوٰۃ تنھیٰ عن الفحشاء والمنکر و لذکر اللہ اکبر ط (نماز کو قائم کرو تحقیق نماز بدیوں سے اور فواحش سے روکتی ہے۔ اور خدا کا ذکر بڑی بات ہے) (سورۃ عنکبوت آیت ۴۵) ایسا ہی قربانی کے متعلق فرمادیا ہے۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم (یعنی قربانیوں کا گوشت یا خون خدا کو نہیں پہنچتا۔ اس کے ہاں تقویٰ (بدیوں سے بچنا) قبول ہوتا ہے (سورۃ الحج آیت ۳۷) یہ مقدس الفاظ صاف اشارہ کرتے ہیں۔ کہ رسمی نماز و قربانی اگرچہ احکام الٰہیہ میں ہیں لیکن ان کے مقاصد وہ نہیں جو ہمنے سمجھ رکھے ہیں۔ نماز وہ نماز ہی نہیں جو ہمیں بدیوں اور کمزوریوں سے بچنے کی ترغیب نہ دے۔ اس پانچوقتہ نماز کی تو غرض ہی الفاظ قرآن ہمیں یہی یاد دلاتا ہے۔ کہ ہمیں بدیوں اور غلط کاریوں سے بچ کر خدا کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرتے ہیں۔ اور خدا کے اخلاق وہ ہیں جن کے پیدا ہونے پر بہترین فلاح و تہذیب حاصل ہو جاتی ہے کامیابی اسی قوم میں آجاتی ہے۔ اور وہی لوگ خیر و برکت کو پالیتے ہیں جن کے سامنے دو چیزیں ہوں۔ اولاً وہ ان باتوں سے بچیں جو موجب تباہی ہوتی ہیں۔ ان ہی کا نام قرآن نے منکر و فحشاء رکھا ثانیاً وہ ان امور کے حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ جو اخلاق ستودہ ہوں وہ وہ کام کرتے ہیں جو حقیقی نفع کا باعث ہوتے ہیں خواہ نفع دولت کے رنگ میں ہو یا کسی اور بہتر چیز کا نام ہو +

یاد رکھنا چاہئے۔ کہ قرآن نے اسی کا نام بدی یا گناہ رکھا ہے۔ جو خیر و برکت کو روکے اور قرآن نے اسی کا نام نیکی رکھا ہے۔ جو انسان کو خیر و برکت کا مالک کر دے۔ یہی دو باتیں نماز میں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔ نماز خدا کی کامل تصویر ہمارے سامنے لے آتی ہے۔ جس کا وجود پاک ہر قسم کی بدی اور نقص سے منزہ اور ہر قسم کی خوبی کا مالک ہے۔ ہمارا مذہب یہ ہے۔ کہ ہم ایسے خدا کو اپنا متبوع بنائیں۔ یعنی اس کی صفت ہی اپنے اندر پیدا کریں +

اب قربانی کا سوال رہ جاتا ہے۔ بدی تو بالبداہت قابل اجتناب ہوتی ہے۔ وہ تو ہمنے چھوڑنی ہی ہے لیکن بعض وقت اچھی چیزیں بھی مقاصد عالیہ کے راہ میں آجاتی ہیں وہ بذات خود بری نہیں ہوتیں لیکن ہمارے

ملبند نصب العینوں کی روک ہو جاتی ہیں۔ وہ ہمیں چھوڑنی ہی پڑتی ہیں۔ ان چیزوں کے چھوڑنے کا نام
ہی قربانی ہے۔ مثلاً قومی مفاد ذاتی مفاد کی قربانی چاہتے ہیں۔ ذاتی مفاد کا حصول یا اُن کی حفاظت بذاتِ خود
ایک اچھی چیز ہے۔ وہ بنفسہٖ خیر و برکت کا موجب ہے۔ لیکن اگر ہم اُس کی عزت کریں۔ تو قوم کو نقصان
پہنچتا ہے۔ قوم کا فائدہ اسی میں ہے۔ کہ ہم ذاتی مفاد کی پرواہ نہ کریں۔ ان کے چھوڑنے کا نام قربانی ہے
اسی حقیقت کی طرف قرآن نے اشارہ فرمایا ہے۔ لن تنالوا البر حتّٰی تنفقوا مما تحبّون۔
(یعنی تم حقیقی نیکی کو نہیں پہنچ سکتے۔ جب تک تم اپنی محبوب چیزوں کو نہ چھوڑو) کئی اور موقعوں پر فرمایا۔ کہ
دُنیا اور دنیاوی چیزیں مثلاً اموال۔ عیال و اطفال۔ روپیہ پیسہ۔ مکانات فتنہ ہو جاتے ہیں۔
یہ چیزیں بذات خود بُری نہیں اور نہ حرام ہیں۔ یہ وہ اسباب زینت ہیں۔ جن کے حصول کیلئے
خود قرآن ہمیں رغبت دلاتا ہے۔ مگر جس وقت قومی اور دینی مفاد کے روک کا یہ موجب ہو جاتے
اس وقت ان کو چھوڑنا ہی لازم ہے۔ ان آیات میں لفظ **فتنہ** نادانوں کی ٹھوکر کا موجب
ہُوا ہے۔ فتنہ کے معنے آزمائش کے ہیں۔ آزمائش کا مقام اسی وقت پیدا ہو جاتا ہے
جب کسی بہتر چیز کے حصول کیلئے ہم محبوب یا جائز چیز کو چھوڑ دیں۔ ورنہ ناجائز چیز کو چھوڑنا
کوئی موجب آزمائش نہیں۔ اس سے تو قطعی اجتناب ہی لازم ہے۔ الغرض اس سُورہ پاک میں کامیابی
اور خیر و برکت کے بہترین اصول ہمیں بتلائے ہیں۔ وہ تین ہیں۔ **اول** ہم غلط اور ناجائز راہوں
سے الگ ہو جائیں۔ **دوم** ہم بہترین اخلاق اور اصلاح و فلاح کے اصولوں پر قدم زن ہوں۔
سوم۔ اگر ہمارے مکسوبات یا محبوب چیزیں مہمات عالیہ کے راہ میں آجائیں تو ان سے کنارہ کریں +
جہاں میں ایک طرف دُنیا کے فضلاء اور مدبرین سے دریافت کرتا ہوں کہ ان تین امُور کے سوا کوئی
اور امر بھی اُنھیں نظر آتا ہے۔ جو وہ خیر و برکت کے حصول کیلئے تجویز کر سکیں وہاں میں
مُسلم بھائیوں سے دریافت کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنا احتساب کریں کہ آیا ان میں سے کونسی چیز انہیں
ہے۔ آیا وہ ممنوعات کو چھوڑ چکے ہیں۔ آیا اُن میں اخلاق حسنہ ہیں۔ آیا ان میں قربانی کی روح
ہے۔ جب یہ تینوں چیزیں مفقود ہیں۔ تو پھر وہ کیوں شکر نہیں کرتے اور ازراہ بسیاں کوئی چیز نہیں
بالمقابل متمدن قومیں چھوڑ خود برادرانِ وطن کو دیکھ لیں۔ آیا وہ ان راہوں کو نہیں چھوڑتے جاتے
جو تہذیب و تمدن کی مانع ہیں۔ آیا وہ اُن باتوں کو حاصل نہیں کرتے جو اُس کی ممد ہیں۔ اور قربانی
کی رُوح تو اسی زر پرست اور عبد الاغراض قوم میں بحدّ کمال نمایاں ہو چکی ہے۔ تو کیوں وہ ہندوستان
کے مالک نہ سمجھے جائیں کیوں گورنمنٹ تک ہم سے لاپرواہ ہو کر اُن کی کاسہ لیسی نہ کرے۔
ہم اگر ترقی کرنا چاہتے ہیں۔ تو فصل لربّک وانحر پر عمل کریں +

طریق تعلیم حقائق قرآنیہ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

قرآن کریم کو نہ صرف بحیثیتِ کتاب خصائص مذکورہ بالا حاصل ہیں۔ بلکہ اس نے اپنی تعلیم و تشریح میں جو رنگ اختیار کیا ہے۔ وہ بھی کُل الہامی کتابوں کے بالمقابل اسی کا ہی حصہ ہے۔ اور ان امر میں سے جو نہایت ہی عظیم الشان بات مجھے نظر آتی ہے وہ اس کا باریک امُور کو مبرہن کر دینا ہے۔ یعنی جو بات بیان کرتا ہے۔ اسکو دلائل سے روشن کر دیتا ہی۔ کسی بات کو تحکم کے طریق پر یا بر بنا معجزہ قرآن نے نہیں منوایا۔ یہ نہیں کہا کہ یہ خُدا کے الفاظ ہیں۔ اس لئے اسے قبول کر لو۔ یا یہ رُوح القدس سے بھرپُور لوگوں کی تعلیمات ہیں جیسے کہ کلیسوی الہیات تعلیم کرتی ہی۔ اسلئے یہ امُور قابلِ تسلیم ہیں۔ دیگر مذاہب نے بانی مذہب کے معجزات بطور دلیل پیش کر کے اسکے کلام کو منجانب اللہ ٹھیرایا۔ معجزات کی کوئی حقیقت ہو جیسے آیندہ بحث کی جائیگی۔ لیکن کچھ عرصہ بعد معجزات داستانِ پیشینہ ہو جاتی ہی۔ بعض کل کے معجزہ آج کے واقعات عادیہ بن جاتے ہیں۔ پھر ایک اتو صحیح ہونے پر شبہ ہو جاتا ہے۔ الغرض آیندہ کی نسلوں میں معجزات کوئی وجہ ثبوت نہیں کر سکتے۔ اسی لئے قرآن حکیم نے معجزات کو بطور انعام تو بیان کیا۔ لیکن اپنی تعلیم کی صداقت کا حصر ان پر نہیں رکھا۔ بلکہ ہر امُور کے ثبوت میں دلائل بینہ پیش کیئے۔ بعض صداقتیں کل مذاہب میں مشترک ہیں مثلاً ہستی باریتعالیٰ۔ حیاتِ بعد الموت وجودِ الہام اوامر و نواہی۔ یُوں تو ہر مذہب نے ان امُور کی تلقین کی۔ مگر ان امُور کو منطق یا دلائل عقلیہ سے تسلیم نہیں کرایا۔ مگر اسی امر کو سامنے رکھ کر قرآن کریم نے اپنے متعلق فرمایا تبیاناً لِکلِّ شیئٍ (یعنی یہ کتاب ہر ایک چیز کی بہ دلائل بین تشریح کر دیتی ہے) پھر ایک اور جگہ فرمایا لیھلك من ھلك بینۃ ویحیی من حیّ بینۃ یعنی جس بات کو منوایا گیا ہے۔ وہ دلائل سے ہی منوایا گیا ہی۔ اور جس کی تردید کی گئی ہی۔ وہ بھی دلائل سے ہی کی گئی ہی۔ تبلیغ و دعوتِ حق

کیلئے جہاں حکم دیا۔ وہاں بھی یہ نہیں کہا۔ کہ تم معجزات کو بطور وجہ ثبوت پیش کرو۔ بلکہ فرمایا۔ ادعوا الی سبیل ربك بالحکمۃ یعنے دین حق کی طرف دعوت دینے میں حکیمانہ انداز سے کام لو۔ چنانچہ جہاں یہ حکم ہی۔ کہ دین کے پھیلانے میں کبھی سختی نہ کرو اسکی وجہ بھی یہی فرمائی۔ کہ مذہب کی صداقتوں کو بدلائل بیان کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا اسمیں سختی کی کیا ضرورت ہے۔ فرمایا لا اکراہ فے الدین قد تبین الرشد من الغی (دین میں سختی نہیں ہونی چاہیئے۔ کیونکہ ہدایت کے راستہ کو کج روی سے بدلائل متمیز کر دیا گیا ہے) +

قرآن کریم نے اپنے حقائق کے ثبوت میں تین طریق پر دلائل کو پیش کیا ہے
(۱) جو عام مسائل ہوں انھیں عام فہم دلائل سے مبرہن کیا ہے۔ گو عام فہم باتیں کبھی ہیں لیکن وہ بھی حقائق سے خالی ہیں +

(۲) بعض مسائل کے حل کرنے میں اُن صفات الٰہیہ میں سے کسی ایک صفت کا نام لے دینا۔ کہ جن کی تصدیق کائنات کر رہی ہو۔ گویا خُدا کی وہ صفت ہی یہ چاہتی ہی۔ کہ ان اِن امور کو بطور صداقت تسلیم کر لیا جائے۔ مثلاً مذاہب مختلفہ کے اِن ایسے عقائد کی تردید میں صرف اسماء الٰہیہ گن دیئے ہیں جو قرآن کے تعلیم کردہ عقاید سے مختلف ہیں۔ اسماء الٰہیہ کے باب میں میں نے اس امر کی مفصل تشریح کر دی ہے۔ جس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں +

(۳) جو باتیں قریب الفہم نہوں۔ اور اپنے اندر نظری رنگ نہ رکھتی ہوں۔ اُن کی تشریح میں صحیفۂ قدرت کے بعض مظاہر کو بطور شہادت پیش کیا ہے + مثلاً نہایت ہی عام فہم طریق پر ابنیت مسیح کی تردید میں حسب ذیل دلائل دیئے ہیں +

اِنّ مثل عیسیٰ عند اللہ کمثل اٰدم خلقہٗ من تراب ثم قال لہٗ کن فیکون یعنی تم مسیح کو کیوں خُدا بنا رہے ہو۔ اُسی قسم کا ایک شخص آدم ہی۔ اور ایسے ہی ہر آدمی ہی۔ یہ سب کے سب پیدائش میں مسیح سے ملتے جلتے ہیں۔ سارے ہی مٹی سے پیدا ہوئے۔ بروقت پیدائش سب میں روح خداوندی ملائی گئی۔ پھر مسیح

میں کونسی خصوصیت ہے۔ اگر بالفرض یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ جناب مسیح بن باپ تھے تو جناب آدم تو عقیدہ بائبل کے ماتحت بھی بن باپ اور بن ماں تھے۔ چنانچہ لوقا نے جہاں جناب مسیح کا نسب نامہ دیا ہے وہاں اسی لئے آدم کو خدا کا بیٹا کہا ہے۔ جناب آدم کے علاوہ پولوس نے اپنے خط بنام عبرانیوں میں ایک اور بزرگ کا ذکر کیا ہے۔ جسے ملک صدق سلیم کہتے ہیں اُس کے ماں باپ دونوں بھی بقول پولوس نہ تھے۔ بلکہ پولوس تو کہتا ہے۔ کہ نہ اُس کا آغاز ہے نہ انتہا۔ اور اس لئے جناب پولوس نے جناب مسیح کو انسانوں کی اُس جماعت میں رکھا ہے۔ جس کا ایک فرد ملک صدق تھا۔ لہٰذا کسی کا بن باپ ہونا تو کسی کو خدا نہیں بناتا جب اور بن باپ بھی موجود ہوں +

رہا جناب مسیح کا رُوح اللہ کہلانا تو اُسکی حقیقت اس سے زیادہ نہیں کہ خداتعالیٰ نے یا اس کے فرشتہ نے خدا کی روح بطن مریم میں پھونکدی۔ یہاں میں قرآن کریم کی وہ آیات لکھ دیتا ہوں جنمیں ایک جگہ تو مسیح کی پیدائش کا ذکر ہے دوسری جگہ آدم یا ابن آدم کی پیدائش کا ذکر ہے۔ قرآن کریم نے تینوں جگہ ایک ہی قسم کے الفاظ استعمال کئے ہیں جس طرح نفخ رُوح جناب عیسیٰ میں ہُوا۔ اسی طرح جناب آدم یا ہر بنی بشر میں ہُوا۔ پیدائش جناب مسیح کے متعلق قرآن کہتا ہے۔ میں نے مشترک الفاظ کو جلی قلم میں لکھ دیا ہے +

ومریم ابنت عمران التی احصنت فرجہا فنفخنا فیہ من روحنا (سورۃ التحریم آیت ۱۲) یعنے مریم بنت عمران جس نے اپنی عصمت کو بچایا سو اسمیں ہم نے اپنی رُوح کو پھونکا۔ پھر فرمایا۔ والتی احصنت فرجہا فنفخنا فیہا من روحنا وجعلنہا وابنہا ایۃ للعلمین یعنی وہ بی بی جس نے اپنے آپ کو یا عصمت رکھا۔ تو ہم نے اسمیں اپنی رُوح پھونکی اور اُسکے بیٹے کو دُنیا کیلئے نشان بنا دیا (سُورۃ الانبیا آیت ۹۱) +

اب جناب آدم کی پیدائش کا ذکر کرتے ہُوئے نفخ رُوح کے متعلق بھی یہی الفاظ استعمال کئے۔ فاذا سویتہ ونفخت فیہ من روحی فقعوا لہ سجدین (الحجر آیت ۲۹)

یعنے جب ہم نے جسمانی طور پر اُسے آدم کو مکمل کیا۔ تو پھر اسمیں اپنی روح پھونکدی جس پر فرشتے اُس کے آگے جھک گئے +

پھر اسی آیت کو سورہ ص آیت ۱۲ میں آدم کے متعلق دُھرایا ہے آدم کے بعد جہاں پیدائش انسان کا ذکر کیا ہے۔ وہاں بھی یہی الفاظ فرمائے ہیں ثم سواہ ونفخ فیہ من روحی (سورہ سجدہ آیت ۹)

الغرض جناب عیسیٰ۔ جناب آدم اور ایسا ہی ہر بنی آدم کے متعلق فرمایا۔ کہ ہمنے اپنی روح ان میں پھونکی۔ مسیح کیا یہ سب روح اللہ ہیں۔ ہاں مسیح نے مرتے دم تک اُسی روح کو قائم رکھا۔ ہم اپنی غلط کاریوں سے اُس کے جوہروں کو دبا دیتے ہیں +

کلمۃ اللہ جس آیت بالا میں مسیح کو آدم سے تشبیہ دی۔ اس کو الفاظ ذیل پر ختم کیا۔ خلقہ من تراب ثم قال لہ کن فیکون یعنے آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ اُسے کہا۔ ہو جاؤ وہ ہو گیا۔ انہی الفاظ کو ہر چیز کے پیدا کرنے کے متعلق فرمایا۔ و اذا اراد شیئاً انما یقول لہ کن فیکون۔ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو اُسے کہتا ہے ہو جا تو ہو جاتی ہے (سورہ نصرہ)

الغرض جو چیز بھی مخلوق ہوتی ہے۔ وہ ایک ارادۂ الٰہی کے ماتحت ہوتی ہے جو کلمہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے[۱]۔ اسی طرح ہر ایک چیز کلمہ رب ہوتی ہے۔ آدم بھی ایک کلمۂ ربّ تھا۔ اور چونکہ آدمؑ اور عیسیٰؑ پیدائش میں یکساں ہیں۔ اس لئے جناب عیسیٰ بھی اسی طرح ایک کلمہ ہیں۔ لہٰذا خدا تعالیٰ کا جناب مریمؑ کو کہنا کہ ہم تمہیں اپنے ایک کلمہ کی بشارت دیتے ہیں۔ تو اس کی حقیقت اس سے زیادہ نہیں۔ کہ اُسے ایک بچہ کے دینے کی بشارت دگئی۔ جو کلمۂ ربّ ہونے کی حیثیت میں خُدا کی دوسری مخلوقات کی طرح ہی لیکن چونکہ عیسائیوں نے اس لفظ کو بہت اہمیت دی

[۱] اس قضاء الٰہی اور اس کے ظہور کی حقیقت سے تو اللہ ہی واقف ہے لیکن ہمارے سمجھانے کیلئے ارادہ اور پھر کلمہ کا ذکر کیا گیا +

بلکہ اسی سے اُس کی الوہیت ثابت کی۔ تو قرآن شریف نے سورۂ کہف میں اس امر کی تردید ضمناً آیت نمبر ۱۰۹ میں فرمادی۔ اور کہا۔ کہ اگر سمندر کلمات ربّ کے لکھنے کے لئے سیاہی ہوتا۔ تو پیشتر ازیں کہ وہ کلمات ختم ہوتے سمندر ختم ہو جاتا الغرض جو کچھ اس زمین و آسمان میں مخلوق الٰہی ہے۔ وہ سب ربّ کے کلمے ہیں۔ پھر اگر جناب مسیح کو کلمہ کہدیا تو کونسی خصوصیت ہے۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ ہر کلمہ بشکلِ ارادہ بولنے والے کے سینے میں ہوتا ہے۔ نشاء عالم سے پہلے جب خُدا تعالےٰ نے ایسا ارادہ کیا ہوگا تو وہ استعارہ کے رنگ میں وہی ارادہ جس نے بعد میں کلمہ کی شکل اختیار کرنی تھی خُدا کے اندر ہوگا۔ اسلئے اگر بعض یُونانی حکماء یا اُنکے متبعین مثلاً حکیم فیلو وغیرہ نے نشاء عالم پر بحث کرتے ہُوئے یہ کہدیا کہ سب سے پہلے کلمہ تھا۔ کلمہ ہی خدا کے اندر تھا۔ وہ کلمہ ہی کُل مخلوقات کی بنیاد تھی۔ تو یہ تو ایک حقیقت تھی۔ ہاں مُصنّفانِ انجیلِ یُوحنّا نے اس فلسفۂ یُونانی کو۔ جو تصنیفِ انجیلِ مذکورہ کے وقت سکندریہ میں دائر و سائر تھا آغاز انجیل میں بالفاظہٖ رکھ کر یہ قرار دیا۔ کہ اس سے مُراد مسیح ہے۔ یہ محض خوش فہمی تھی حسب بیانِ بالا کلمہ تو نشاء عالم سے پہلے بالضرور خدا کے وجُود میں تھا۔ اور وہ کائنات کی بُنیاد تھا۔ لیکن اس سے یہ کہاں نکلتا ہے۔ کہ وہ مسیح تھا۔ اس سے مُراد تو صرف ارادہ ربی ہے۔ جو پیدائش مخلوق کی ابتداء میں تھا۔ اسی طرح ہم مسلم بھی کہہ سکتے ہیں۔ جیسے کہ بعض نے کہا ہے۔ کہ وہ نورِ محمدی ہی تھا +

معجزاتِ مسیح اسی طرح مُعجزاتِ مسیح کی تردید میں جیسے الوہیت مسیح کی بُنیاد ٹھیرائی ہے ذیل کی ایک نہایت ہی عام فہم دلیل دیدی ہے

ما المسیح ابن مریم الا رسُول قد خلت من قبلہ الرّسل۔ یعنی مسیح ایک رسُول تھا۔ اور اُن سے پہلے رسُول گذر چکے ہیں۔ جو سب کے سب انسان تھے۔ اور خُدا نہ تھے۔ چنانچہ جنابِ مسیح کا ایک بھی مُعجزہ ایسا نظر نہیں آتا۔ جو ان سابقہ رسُولوں سے صادر نہ ہُوا ہو۔ اگر جناب مسیح نے نابینا کو بصارت بخشی تو جناب

یُوسفؑ کے کرتے نے جناب یعقُوبؑ کو آنکھیں دے دیں۔ اگر جناب مسیحؑ نے پانی پر حکومت کی۔ تو جناب مُوسیٰؑ کے عصاء نے دریائے نیل پر حکومت کی۔ اور حضرت یوشعؑ کے ڈنڈے نے دریائے یردن کا رُخ پھیر دیا۔ اگر جناب مسیحؑ نے تھوڑی سی روٹی اور مچھلی سے ہزاروں کو سیر کر دیا۔ تو جناب ایلیاؑ نے ایک عورت کے گھر میں جا کر ایک تیل کی ٹھلیا کو اس قدر برکت دیدی۔ کہ ایک سال تک اسمیں سے تیل ختم نہ ہُوا ایسا ہی انھوں نے اور کئی جگہوں پر بھی برکت بخشی۔ یعنے تھوڑی چیز کو زیادہ کر دیا۔ اگر جناب مسیحؑ نے بیماروں کو اچھا کیا۔ تو ان جیسے اور یہودی ربیوں نے بھی یہودہ کے ایک تالاب کے پانی سے بہتیرے مریضوں کو اچھا کر دیا۔ اگر جناب مسیحؑ نے تین مردے زندہ کئے جن میں سے دو کا معاملہ خود بروے بیان انجیل مخدوش ہے۔ تو حضرت ایلیا نے وادی استخوان میں جا کر ہزاروں مُردے زندہ کر دیئے اب جو بھی ایلیا والے واقع کی تشریح کی جائے۔ وہ ہی جناب مسیحؑ کے معجزہ کی ہو سکتی ہے۔ اسی طرح اگر جناب مسیحؑ بالفرض جسم کے ساتھ آسمان پر گئے تو حضرت ایلیا جس شان و شوکت سے آسمان کو گئے۔ اس کے مقابل تو رفع عیسیٰؑ کی کوئی حقیقت نظر نہیں آتی۔ آسمان سے آتشین رتھ آتی ہے۔ اُسے فرشتے کھینچتے ہیں۔ اسمیں جناب ایلیا کو بجسد عنصری بٹھایا جاتا ہے۔ اور وہ آسمان میں جا کر بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اور پھر واپس نہیں آتے +

یہاں میں نے صرف توریت کے بیان کردہ معجزات کے متعلق لکھا ہے۔ اور ارادتاً دوسری کُتب کے بیان کردہ معجزات کا ذکر نہیں کیا۔ جناب بُدھؑ کے معجزات کوئی کم حیثیت نہیں رکھتے۔ ان میں ایک معجزہ آپ کا دریائے گنگا پر چلنا ہے۔ اب مقام غور ہے۔ کہ اگر معجزات کی بناء پر ہی مسیحؑ کو خدا بنانا تھا۔ تو پھر تو اُن کا کوئی بھی ایسا معجزہ نہیں جو دوسروں نے نہ کیا ہو۔ تو کیوں وہ خدا نہ بنائے جائیں۔ اور اگر توریت کے بیان کو صحیح مان لیا جائے۔ تو جناب ایلیاؑ کے معجزات کے مقابل جناب مسیحؑ کے معجزات کی کوئی حقیقت ہی نہیں رہتی۔ لہذا اُلوہیت مسیحؑ کے بطلان میں

قرآن شریف نے فرمایا۔ کہ مسیح ایک رسول تھا۔ اُن سے پہلے رسول گذر گئے۔ رہا اُن کی پیدائش پر یہودیوں کا حملہ۔ سو یاد رہے۔ کہ اسی بات پر کہا۔ کہ ان کی ماں صدیقہ تھی یعنی اُن عیوب سے پاک تھی۔ اور وہ دونوں کھایا پیا کرتے تھے یعنی انسان تھے۔

اس آیت کا آخری حصہ کہ جناب مسیحؑ اور اُن کی والدہ کھانے کے محتاج تھے۔ اُنکی اُلوہیت کے بُطلان میں ایک کافی دلیل ہے۔ انسان کا کھانا پینا اُس پر ایسے حوائجِ بشریہ لاحق کر دیتا ہے۔ کہ جو شانِ اُلوہیت کے بالکل منافی ہوں۔ یہی احتیاجِ بشری جناب مسیح کو انجیر کے درخت کے پاس لے گئی۔ وہ بھوک سے کچھ اس قسم کے تنگ تھے۔ کہ انھیں یہ بھی خیال نہ رہا۔ کہ وہ وقت انجیر کے پھل لانے کا نہ تھا۔ پھر آپ کا پھل نہ پاکر درخت انجیر پر لعنت بھیجنا ایک اور انسانی کمزوری کا ظہور تھا۔ ہم جب کوئی فعل اضطراراً کرتے ہیں۔ اور ہماری راہ میں کوئی بیجان چیز بھی حائل ہو جائے تو اس بیجان چیز کو بھی بحالتِ غصہ میں موردِ زجر و توبیخ ٹھیرا دیتے ہیں۔ مثلاً کسی مکان میں ہم داخل ہونا چاہیں۔ اور اُس کا دروازہ ہم سے نہ کھل سکے تو ہم دروازہ کو ہی گالیاں دیتے ہیں۔ کبھی اس کو ٹھکراتے ہیں۔ حالانکہ اس دروازہ کا کوئی قصور نہیں ہوتا۔ یہی حالت جناب مسیح کی ہے۔ انجیر بچاری کا کیا قصور تھا۔ جو اُس نے پھل نہ دیا۔ وہ تو اُسکے پھل کا وقت نہ تھا۔ ہاں عیسائی دوستوں کا اس موقعہ پر یہ کہنا۔ کہ اس لعنت کے بعد وہ درخت انجیر ہمیشہ کیلئے بے پھل ہو گیا۔ اور اس طرح الوہیت مسیح ظاہر ہوئی۔ تو اس سے الوہیت ثابت نہیں ہوتی۔ آج مغرب میں علم توجہ کا عام چرچا ہے۔ توجہ کے مشاق اپنی توجہ کے زور سے چلتی ہوئی گھڑی کو ٹھیرا دیتے ہیں۔ اس فن کے مشاق آنکھ بھر کر بھی ارادتاً کسی کو نہیں دیکھتے۔ کہ کہیں دوسروں کو انکی چشم کی زد سے نقصان نہ پہنچے۔ تو پھر جس کی توجہ کامل ہو چکی ہو۔ اگر بالغرض غصہ میں اسکی توجہ ہی کام کر جائے۔ جس سے کسی درخت کے ثمر آور جوہر ہی مرجائیں تو کونسی تعجب کی بات ہے۔

الغرض اس انجیر کے واقعہ میں جو جو کچھ جناب مسیح سے سرزد ہونا ثابت ہوتا ہے

وہ سب انہی یاکلان الطعام کی گویا ایک تفسیر ہے۔ جناب مسیح نے بھی اپنی روزانہ دعاؤں میں یہ کہہ کر ہمیں آج کے دن کی روٹی دے اپنی احتیاج کو ظاہر کر دیا۔ خدا تعالیٰ تو ان احتیاجوں سے پاک ہے +

تیسرا طریق استدلال میں نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ وہ اپنے بیان کردہ حقائق کی تشریح میں نظارہائے قدرت کو بطور شہادت پیش کیا کرتا ہے۔ یہ بات بھی کسی اور کتاب میں نہیں پائی جاتی۔ یہاں میں بعض موٹے موٹے حقائق کا ذکر کر دیتا ہوں۔ جن کا اثر خاص کر ہمارے تمدن اور ہمارے اعمال پر پڑتا ہے۔ ان میں سے خاص کر سورہ فاتحہ کے بیان کردہ اسماء الٰہیہ ہیں۔ جن میں سے اسم رب انسان کی خاص توجہ کو چاہتا ہے۔ تعلیم قرآن کے مطابق رب وہ ہستی ہے۔ جو ہر ایک چیز کے بنانے سے پہلے اس کا ایک نقشہ اور شکل اپنے سامنے رکھ لیتی ہے۔ اور پھر ان تمام چیزوں کو ایک ترکیب مناسب میں لے آتی ہے۔ جس سے اس چیز نے شکل خاص کو اختیار کرنا ہوتا ہے۔ ایسا ہی رب ان قوانین و ضوابط کو بھی تجویز کر لیتا ہے۔ جن کے ماتحت اس چیز نے چل کر تکمیل حاصل کرنی ہوتی ہے۔ اگر ایمان برب کا لانا ضروریاتِ نجات میں سے ہے۔ تو اس سے مراد بھی یہی ہے۔ کہ ہم ان قوانین کو اپنے سامنے رکھیں۔ اور ان پر عمل کریں جن کے ماتحت خدا تعالےٰ ہماری ربوبیت کرتا ہے۔ بقولِ قرآن شریف وہ ہی انسان کامیاب ہوگا۔ جو اُن کی عزت کریگا۔ اور وہ ہی ناکام ہو کر جہنم میں جائیگا جو ان قوانین ہی سے عملاً انکار کریگا اس کفر ربوبیت کی طرف قرآن نے جہاں کہیں اشارہ کیا ہے۔ اس سے قوانین ربوبیت سے عملی انکار کیا ہے۔ الغرض اس امر کی تشریح میں کہ ربوبیت کے ماتحت قوانین پہلے ہی بنے ہوئے ہیں۔ ان پر چل کر ہر ایک چیز جس عالم میں ہو اپنی آخری منزلِ بلوغت پر پہنچ کر اس عالم کو چھوڑ دیتی ہے۔ اور یہی اس کا کمال ہے۔ قرآن شریف نے ایک جگہ عالم نباتات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یعنی کسی چیز کا عالم نباتات میں سے پیدا ہونا

ٰ قد افلح من تزکیٰ۔ و ذکر اسم ربہ فصلیٰ۔ یعنی کامیاب وہی ہوتا ہے جس کے اندرونہ لعلے جو ہر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ اور اس کا طریق یہ ہے کہ وہ رب کو یاد رکھے یعنی ان قوانین کو سامنے رکھے جو اس کی ربوبیت کے متعلق ہیں (سورۃ اعلےٰ)

اس کا بڑھنا۔ پھل پھول لانا پھر اپنی موت طبعی کو دیکھنا سب کا سب قوانین کے ماتحت ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ الذی خلق فسوّی ہ والذی قدر فھدیٰ ہ والذی اخرج المرعیٰ ہ فجعلہ غثاءً احویٰ (سورۃ اعلیٰ آیت ۵۔۲) یعنی رب اعلیٰ چیزوں کی شکل تجویز کرتا ہے۔ پھر اُن کی تکمیل کرتا ہے پھر اُنکے متعلق اندازے اور قوانین رکھ دیتا ہے جن پر چل کر وہ آخری منزل تکمیل پر پہنچ جاتے ہیں۔ وہ وہی ہے۔ جو ہری بھری نباتات کو پیدا کرتا ہے۔ پھر اُنھیں خشک کرکے سیاہ کوڑی کے رنگ کی کر دیتا ہے۔ جس طرح ایک سبزی پیدائش سے لے کر اپنے خاتمہ تک رب کے قوانین پر ہی چلتی ہے۔ اور ان پر چلنے سے مقام اعلیٰ تک پہنچتی ہے یہی حالت انسان کی ہے +

صفتِ ربّ کے بعد جس بات کو انسان نے ترقّی منازل کیلئے اپنے سامنے رکھنا ہے۔ وہ تین چیزیں ہیں۔ ایک یہ کہ رب کائنات ذاتِ واحد ہے یعنی انسان نے ایک ربّ واحد سے اپنی ہدایت کیلئے قوانین لینے ہیں۔ دوسرا اس نے انسان کی ہر غرض کو پورا کرنے کے لئے محض اپنے فضل سے ہر ایک چیز پہلے ہی سے پیدا کر دی ہے۔ یہی رحمانیت کے معنی ہیں۔ تیسرا اگر انسان اُن پیدا کردہ چیزوں کو صحیح طور سے استعمال میں لائے۔ تو اس کے ہر فعل کے ثمرات کئی گُنا ہونگے۔ کیونکہ شانِ رحیمیّت کا یہی تقاضا ہے۔ ان تین صفاتِ ضروریہ کی تشریح میں قرآن کریم ذیل کے الفاظ میں کائنات کے ایک منظر کو بطور شہادت پیش کرتا ہے :۔

والٰھکم الٰہ واحدٌ لا الٰہ الا ھو الرّحمٰن الرحیم ہ ان فی خلق السمٰوات والارض واختلافِ الیل والنھار والفلک التی تجری فی البحر بما ینفع النّاس وما انزل اللہ من السماء من ماءٍ فاحیا بہ الارض بعد موتھا وبث فیھا

من کل دابۃ وتصریف الریٰح والسحاب المسخر بین السماء
والارض لآیٰت لقوم یعقلون[۱۵] (سورۃ البقرۃ آیت ۱۶۵) ٭

ان آیات میں جن امور کا ذکر کیا ہے۔ اُن کو انسان کی آسائش و پرورش سے تعلق ہے۔ زمین میں سے اجناس کا پیدا ہونا سمندر میں کشتیوں کا نفع انسانی کیلئے چلنا زمین پر مختلف جانوروں کا ہونا ان سب کا تعلق اختلاف لیل و نہار سے ہے۔ دن رات کے چھوٹا بڑا ہونا ۔ دنیا کے مختلف حصص میں زمین کے سامنے آفتاب مختلف اوقات پر آجاتا ہے جس سے کہیں سردی اور کہیں گرمی ہوتی ہے۔ سورج جب زیادہ دیر سمندر کے مقابل رہتا ہے۔ تو اُس کے بخارات اُوپر جاکر بادل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اسی سردی گرمی کے اختلاف سے ہوائیں چلتی ہیں۔ جو ان بادلوں کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر لئے جاتے ہیں۔ پھر یہ بادل بارش بن کر زمین کے اندرون کے مواد کی امتزاج سے مختلف اجناس کو پیدا کر دیتے ہیں۔ اسی طرح ہواؤں کا چلنا جہازرانی کے ممد ہو کر سمندر کی پیداوار کو انسان کے استعمال میں لے آتا ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ زمین پر جانوروں کا ہونا انہی حالات کے ماتحت ہوتا ہے۔ جن پر انسان کی پیدائش کا حصر ہے۔ الغرض یہ سارے کا سارا نظام دن رات کی کمی بیشی پر مبنی ہے۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ اس کل نظام کے قائم رکھنے میں قوانین مختلفہ کام کرتے ہیں۔ جس قانون نے اختلاف لیل و نہار پیدا کیا ہے۔ وہ اُس قانون سے الگ ہے۔ جسکے ماتحت ہوائیں چلتی ہیں۔ پھر وہ قانون اس قانون سے الگ ہے جس کے تحت

۱۵ ترجمہ۔ اور (لوگو) تمہارا معبود (تو وہی) خدائے احد ہے۔ اسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ بڑا رحم کرنیوالا مہربان ہے۔ بیشک آسمان و زمین کے پیدا کرنے میں اور رات دن کے ادل بدل میں اور جہازوں میں جو لوگوں کے فائدے کی چیزیں (یعنی مال تجارت) سمندر میں لیکر چلتے ہیں اور مینہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا پھر اسکے ذریعہ سے زمین کو اسکے مرے (یعنی افتادہ سوکھے) پیچھے پھر زندہ (یعنی شاداب) کر دیا۔ اور ہر قسم کے جانوروں میں جو خدا نے روئے زمین پر پھیلا رکھے ہیں اور ہواؤں کے (ادھر) سے اُدھر اور اُدھر سے ادھر پھیرنے میں اور بادلوں میں جو (خدا کے حکم سے) آسمان و زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں۔ غرض ان سب چیزوں میں) ان لوگوں کیلئے جو عقل رکھتے ہیں (قدرت خدا کی بہتیری) نشانیاں (موجود) ہیں ٭

سمندروں میں سے پانی اُٹھ کر بادل بنتے ہیں۔ جو مختلف مقامات پر جا برستے ہیں
پھر وہ کوئی اور قوانین ہیں۔ جو بارش پانی کے امتزاج سے زمین کے مواد کو اجناس
کی شکل دے دیتے ہیں۔ اب یہ حکومت ایک طرف تو زمین پر ہے دوسری طرف
آسمانوں پر ہے۔ تیسری طرف ہواؤں پر ہے۔ اور ان سب کا نتیجہ یہ ہے۔ کہ
انسان کو فائدہ ہو۔ یہ نتیجۂ واحد (یعنے بما ینفع النّاس) اس طرف اشارہ
کرتا ہے۔ کہ ان قوانین کا واضع اور حکمران ایک ہاتھ ہے۔ ورنہ نظام عالم
میں فساد ہو جاتا۔ ایسے ہی انسان کا مفاد دو اور چیزیں چاہتا تھا۔ ایک
یہ کہ یہ ساری کی ساری چیزیں جن کا پیدا کرنا اس کے اختیار سے باہر تھا۔
اور جن کا وجود بھی اُن کے عمل سے باہر تھا۔ وہ پہلے سے موجود ہوں۔ اس فیض
رحمانیت کی طرف بھی آیاتِ بالا اشارہ کرتی ہیں۔ علاوہ ازیں اِن چیزوں سے
فائدہ تب ہی مرتب ہوتا ہے۔ کہ انسان حتّے الوسع اپنے ہاتھ ہلائے جس سے
نہ صرف اُس کی محنت ہی منافع ہو۔ بلکہ اس کے نتائج گوناگوں ہوں۔ چنانچہ
آیاتِ بالا میں بما ینفع النّاس کہ کر اس طرف اشارہ کیا ہے۔ اسی کا نام
فیض رحیمیّت ہے۔ الغرض یہ آیات شہادت دیتی ہیں۔ کہ جس معبود کی ہم نے
پرستش کرنی ہے۔ وہ واحد رحمان اور رحیم ہے +

خُدا کی چوتھی صفت یعنی مالك یوم الدّین کی تشریح میں تو کئی ایک
مناظر قدرت شہادت دیتے ہیں۔ جن کی طرف قرآن نے وقتاً فوقتاً اشارہ
کیا ہے۔ مگر میں یہاں ایک بات کا ذکر کرتا ہوں۔ جس کا تعلق خاص کر ہماری
ترقّی و تہذیب سے ہے۔ انسان کے اندر ترقّی کرنے کے بھی جوہر ہیں۔ اور تنزّل
کی طرف جانے کے بھی میلان ہیں۔ اگر انسان صحیح طریق پر چلا تو مقام اعلےٰ پر
پہنچ گیا۔ اور اگر اس نے غلط راہ اختیار کی تو ذلیل ہو گیا۔ گویا اس کی عزت و ذلت
اسکے اعمال کے نتائج پر منحصر ہے۔ اور یہی نتائج بدر اصل خدا کی طرف سے مرتب ہوتے ہیں۔ اسبات کا ثبات
کرتے ہیں۔ کہ ہمارے افعال کی جزا سزا کا بھی کوئی مالک ہے۔ دنیا کے ادنےٰ حاکموں کا وجود بھی

اسی جزا سزا کے مرتب کرنے کے لئے پیدا ہوتا ہے۔ تو پھر وہ تو احکم الحاکمین ہے، وہ کیوں جزا سزا نہ دے۔ گویا اس کی ذات کے متعلق صفت ملک یوم الدین کو تسلیم کرلینا ہی ہمیں مقام اعلےٰ پر پہنچاتا ہے۔ اس حقیقت کے ظاہر کرنے کیلئے سورۃ التین میں ذیل کی آیات فرمائیں :-

وَالتِّيْنِ[۱] وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ

سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ۝ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ (پ ۳۰)

اس صفت الٰہیّہ کی تشریح میں قرآن کریم نے تین بزرگوں کے اعمال کو بطور شہادت پیش کیا ہے۔ ایک تو وہ ہیں جنہیں انجیر یا زیتون کی پہاڑی سے تعلق ہے یعنی جناب مسیح جس خطبۂ کوہ کے لئے مشہور ہیں۔ وہ زیتون و انجیر کی ہی پہاڑی ہے۔ دوسرا جناب موسیٰ ہیں۔ جن پر پہلی وحی کوہ سینا میں نازل ہوئی۔ تیسرے جناب خاتم النبیین ہیں۔ جو بلد امین (مکہ معظمہ) میں پیدا ہوئے۔ ان بزرگوں کی زندگیاں ظاہر کرتی ہیں۔ کہ وہ اور ان کے متبع اپنے اعمال کے باعث انسانیت کے اعلےٰ مقام پر پہنچے بالمقابل ان کے مخالفین اپنے ہی اعمال کے باعث ذلیل ہوئے۔ گویا یہ تین مقامات جزاء و سزا کے ثبوت میں ایک اعلےٰ درجہ کی شہادت ہیں۔ قرآن کریم کا ان تین مقامات کی قسم کھانا بعض جہلاء سے صدور جہالت کا باعث ہوا۔ وہ ہنستے ہیں۔ کہ قرآن قسمیں کیوں کھاتا ہے نادان نہیں سمجھتے کہ قسم تو ایک شہادت ہوتی ہے۔ چنانچہ بعض وقت خدا کے نام پر قسم کھاتے

---

[۱] ترجمہ۔ انجیر (میوے) اور زیتون (درخت) اور طور سینین (پہاڑ) اور اس شہر (مکہ) کی قسم جس میں (مرجع کا) امن ہے کہ ہم نے انسان کو بہتر سے بہتر ساخت کا پیدا کیا پھر ہم اس کو بوڑھا کر کے کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا لاتے مگر جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک عمل (بھی) کئے (اُن کو تنزل پیری سے متنزل نہ ہونا چاہیئے) اُن کیلئے (آخرت میں) نہ ختم ہونے والا اجر ہے تو اے پیغمبر کون ہے جو (ان سب قرائن کے معلوم کئے) پیچھے (روز) جزا کے بارے میں تم کو جھوٹا سمجھے کیا خدا سب حاکموں سے بڑا حاکم (اور) قدرت والا نہیں ہے (تو منکرین قیامت اس سے کیوں نہیں ڈرتے) +

کی بجائے ہم کردیا کرتے ہیں۔ کہ خدا گواہ ہے قسم کو شہادت ہے۔ قرآن کریم نے بڑے بڑے حقائق عالیہ کی تشریح کے لئے صرف دو چار الفاظ میں کائنات کی بعض چیزوں کو قسم (شہادت) کے رنگ میں پیش کیا ہے۔ ان کا ذکر موقع بموقع آئیگا +

اسلام کا بڑھتا ہوا سیلاب

ظلمتکدۂ مغرب میں نورِ اسلام کی ضیا باریاں

دین اسلام کی حیرت انگیز اشاعت کا تذکرہ کرتے ہوئے سنڈے پوسٹ کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ برطانی دنیا میں اسلام نہایت تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے۔ اور ان انگریزوں کا جو برضا و رغبت آئے دن حلقہ بگوش اسلام ہوتے ہیں ... اوسطاً ہر روز ایک کا ہے +

اخبار مذکور نے اسلام کی اس حیرت انگیز اشاعت کی روک تھام کیلئے ایک طویل مضمون میں مسیحی مبلغین کو مشورہ دیا ہے کہ وہ اس کا تدارک کریں۔ اور اپنی جدوجہد سے برطانی دنیا کو حلقہ بگوش اسلام ہونے سے روکیں +

ایک جماعت ایسی بھی موجود ہے جو نومسلموں کو بہکاتی ہے اور آمادہ کرتی ہے کہ دین اسلام کو ترک کردیں۔ لیکن اس کا مطلق اثر نہیں ہوتا مسلمان باوجودیکہ اس قسم کی کوئی حرکت نہیں کرتے لیکن باوجود اس کے جوق جوق لوگ دائرہ اسلام میں داخل ہوتے جاتے ہیں +

نومسلم انگریزوں کی تعداد

جزائر برطانیہ میں تقریباً ایکہزار نومسلم ہونگے جن میں دو بہت زیادہ مشہور ہیں ایک لارڈ ہیڈلے اور دوسرے سر آرچیبالڈ ہملٹن موخرالذکر رشتہ کے لحاظ سے جیمس ثانی شاہ سکاٹلینڈ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں +

"ووکنگ" میں ایک مسجد ہے جہاں نومسلم انگریز اپنے مشرقی بھائیوں کے ساتھ جو لندن میں مقیم ہیں نماز پنجگانہ ادا کرتے ہیں۔ اور امام نماز کے جو "شیخ المسجد" کہا جاتا ہے خطبے اور تقریریں سنتے ہیں +

"مسجد ووکنگ" کے پیش نماز کا نام آقائے نذیر احمد ہے۔ یہی قاضی کا کام بھی کرتے ہیں۔ نہایت شریف اور تعلیمیافتہ انسان ہیں۔ ایکبار نکاح خوانی کے وقت میں بھی موجود تھا۔ انھوں نے اسلامی طرز پر اُن کے نام رکھے اور عقد کر دیا۔ اور بعدہٗ چند نصائح بھی کئے۔ وہ باتیں بتائیں جو میاں بیوی کیلئے نہایت مفید تھیں۔ نکاح کے بعد وہ مؤثر انداز میں شوہر سے مخاطب ہوئے۔ اور کہا کہ ایک خادمہ کی طرح سے اپنی رفیقۂ حیات کو مارنا نہیں جب تم کھاؤ تو اُس کو کھلاؤ اور جب تم پہنو تو اُس کو بھی پہناؤ۔ اس کے ساتھ کوئی بُرا سلوک نہ کرو۔ اس سے زیادہ دیر کے لئے جُدا مت ہو +

اس کے بعد اُنھوں نے دلہن کی طرف رُخ پھیرا اور چند نصیحت آمیز باتیں کہیں آپ نے کہا تُمہارا فرض ہے۔ کہ نیک بی بی بنو۔ جب تُمہارا شوہر آئے تو اُس کو خوش کرو جب تُم سے کوئی بات کہے تو اُسے کان لگا کر سُنو اور سرِ اطاعت خم کرو۔ شوہر کی عدم موجودگی میں ہر چیز کی حفاظت کرو۔ ان تمام باتوں سے فارغ ہونے کے بعد صندوق سے دو "وثیقے" نکالے جس پر میاں اور بی بی ہر دو نے دستخط کر دئیے شیخ موصوف نے ایک شوہر کو اور ایک بی بی کو دے کر رخصت کیا +

لارڈ ہیڈلے کا بیان

"انجامعتہ الاسلامیہ" کا نامہ نگار لکھتا ہے۔ کہ لارڈ ہیڈلے نے مجھ سے ایک ملاقات کے دوران میں بیان کیا کہ میں ایک مُدت سے مُسلمان ہو چکا تھا۔ لیکن اس اعلان کا وقت جب آگیا۔ میں نے اعلان کر دیا۔ لارڈ مذکور کا اسلامی نام عبدالرحمن فارُوق ہے۔ اُنھوں نے لندن کی مشہور و معروف درسگاہ کیمبرج میں تعلیم پائی ہے۔ قبول اسلام کے بعد اُنھوں نے مشرقی دُنیا کی خُوب سیاحت کی ہے۔ اور پوری طرح سے مشہور ہیں +

تھوڑے دن ہوئے وہ حج بھی کر آئے ہیں۔ طواف کعبہ کی خبر سے بعض حلقوں میں شک پیدا ہو گیا تھا۔ کہ وہ ممالک حجاز میں کسی سیاسی مُہم کو سرانجام دینے کیلئے لئے گئے ہیں۔ لارڈ ہیڈلے نے بیان کیا۔ کہ میں پہلا برطانی نومسلم ہوں جس نے

خانہ کعبہ کی زیارت کی ۔ مجھ سے بیشتر اور لوگ بھی گئے ہیں ۔لیکن لباس بدل کر۔ اور میں نے علانیہ اس فضیلت کو حاصل کیا ہے +

اسلام میں رنگ و نسل اور قومیت کوئی چیز نہیں ۔ اسلئے مساجد میں چینی، روسی، زنگی، ہندی اور انگریز تمام لوگ ایک صف میں کھڑے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ اور خدا کے سامنے سربسجود ہوتے ہیں +

اکثر لوگ اس وجہ سے اسلام لائے ہیں ۔ کہ اس مذہب میں ایسا انسانی جذبہ موجود ہے ۔ جس کی کوئی مذہب مثال نہیں پیش کرسکتا +

سر ہملٹن نے اپنے اسلام لانے کی وجہ یہ بیان کی ہے ۔ کہ میرے نزدیک صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے ۔ جو ہمہ گیر ہوسکتا ہے ۔ مسیحی ہفتہ میں صرف ایکبار گرجا میں جاکر عبادت الٰہی کرتے ہیں ۔ لیکن مسلمان دن میں پانچ بار اپنے خدا کو یاد کرتے ہیں ۔ اُمید ہے ۔ کہ سر ہملٹن جلد خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے تشریف لے جائیں گے ۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے ۔ کہ عنقریب اسکاٹ لینڈ میں ایک مسجد بننے والی ہے ''+

مقتبس از اخبار مدینہ بجنور ۱۳ مارچ ۱۹۳۱ء

اقتباس بالا ہمارے لئے ایک بہترین سبق ہے ۔ نامہ نگار نے سنڈے پوسٹ میں اگرچہ اپنے خیالات کا اظہار ۱۹۳۱ء میں کیا ہے لیکن جس شادی کا یہ ذکر کرتے ہیں ۔ وہ ۱۹۲۴ء میں ہوئی ۔ کیونکہ خواجہ نذیر احمد صاحب اسوقت وہاں کے نائب امام تھے ۔ نامہ نگار پر تو ہمارے طریق نکاح نے ایک عمدہ اثر کیا ۔ لیکن اسلام کی تو بیسیوں باتیں ہیں ۔ جو اپنی سادگی ۔ خوبصورتی معقولیت اور عملی مفید ہونے کے باعث مغربی دلوں میں گھر کرتی جاتی ہیں ۔ ۱۹۲۴ء میں وہاں کے پادریوں نے ہماری بڑھتی طاقت کو دیکھ کر شور کیا ۔ ووکنگ کے طوفان کے عنوان سے مضامین نکلے ۔ مقامی پادری ریورنڈ جولی نے بہت شور و شر کیا لیکن جب نائب امام موصوف نے انھیں مباحثہ کیلئے بلایا ۔ اور مباحثہ کی

شرائط بھی احسن سے احسن تجویز کیں۔ حتیٰ کہ اخراجات مباحثہ کو بھی جو بذریعہ تحریر بالمشافہ ہو کر چھپ جانا تھا۔ اپنے ذمہ لے لیا۔ تو آخر، یورنڈ جولی نے ہر بات سے انکار کر دیا۔ ۱۹۲۴ء کے بعد پھر مقامی شورش کا خاتمہ ہو گیا۔ باقی ہر جگہ شورش موجود ہے۔ لیکن تہذیب اور عقل کے ساتھ ہر قسم کی مخالفت ہوتی ہے۔ اسلام کی روک تھام تو عیسائی مذہب کیا کر سکتا ہے۔ البتہ دقت یہ ہے۔ کہ ہماری طرف سے اشاعت کا پورا سامان نہیں ہوتا۔ وہ ہر ایک روک تھام کر سکتے ہیں۔ لیکن تحریر کا ان کے پاس کوئی علاج نہیں۔ کیونکہ اسلام کو جس حکیمانہ انداز سے خداوند کریم نے پیش کیا ہے۔ اور جس کتاب حکیم کی تعلیم کو پیش کرنا ہی ہمارے کل لٹریچر کا مقصد اعلےٰ ہے۔ اس کا کوئی جواب نہیں۔ عیسائی مذہب عقل و منطق سے خالی ہے۔ اور جو کچھ اس میں ہے۔ وہ اصنامی مذہب کی دوسری شکل ہے آج آٹھ سال گذرے جب مسلم مشن دوکنگ کے بانی نے اپنی کتاب ینابیع المسیحیت انگریزی میں اس امر کو پیش کیا۔ اس کتاب پر ریویو بھی ہوئے۔ لیکن اس بات کا کوئی جواب نہ دے سکا۔ کہ عیسائی مذہب کل کا کل اضافی مذہب کا سرقہ تھا کنواری کا کسی خدا کے بیٹے کو جننا۔ اس کا نسلِ انسانی کے بچانے کے لئے قربان ہونا۔ اس کی یاد میں بپتسمہ یا عشائے ربانی کا ہونا۔ یہ کل کی کل باتیں اصنامی مذہب سے آئی ہیں۔ حتیٰ کہ تاریخیں اور تہوار بھی قبل مسیح کفار کی رسمیں اور تہوار ہیں۔ ۲۵ دسمبر کی رات کو ہی بیسیوں خدا از راہ حمل باطلہ سے پیدا ہوئے یہ خدا ازاں بعد سب کے سب جمعہ کی سہ پہر کو مصلوب ہوئے۔ پھر ایسٹر سنڈے یا بعد کی اتوار کو قبر سے اٹھے۔ آسمان پر گئے۔ حتیٰ کہ ان کے بعض معجزات بھی وہی ہیں۔ اور انکے بعض کلمات بھی وہی ہیں۔ جو مصنفانِ انجیل جناب مسیح کی طرف منسوب کرتے ہیں الغرض کل کا کل مسیحی دین۔ مذہب کفار کا ایک عکس ہے۔ حضرت خواجہ صاحب مرحوم نے تو اس کتاب کو ۱۹۲۳ء میں تنہائی میں بیٹھ کر لکھ دیا لیکن تصنیف کے وقت انھیں کیا علم تھا۔ کہ یہ کتاب کلیسوی تعمیر کو جڑ سے ہلا دیگی۔ آج لوگ مسلمان سب یا ہو

جس نے اس کتاب کو پڑھا۔ یا اس کے مضامین سے اور رنگوں میں آگاہ ہوئے۔ وہ مسلمان ہو یا نہ ہو عیسائی نہیں رہا +

الغرض اس کتاب نے پورا انہدامی کام کیا۔ جس پر مصنف کتاب کو کسی تعمیری کتاب کے لکھنے کا فکر ہوا۔ چنانچہ آپ نے آئی ڈیل پر افٹ کو کو انگریزی (نبوت کا ظہور اتم یعنی نبی کامل اردو) میں لکھا۔ یہ کتاب تبلیغ اسلام میں ایک نسخہ کیمیا ثابت ہوئی۔ سینکڑوں نفوس صرف ان دو کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب کی بیماری نے ان کو سلسلہ تصنیف سے روک دیا لیکن خدا کا احسان ہے کہ اب وہ کسی قدر کام کے قابل ہو گئے ہیں۔ چنانچہ ایک نئی کتاب بہ زبان انگریزی اسلام اینڈ سولیزیشن (تمدن اسلام) مطبع میں بھیج دی ہے۔ جو غالباً ایک ماہ تک شائع ہو جائیگی +

خدا کا لاکھ لاکھ احسان ہے۔ کہ آج دشمن کی قلم نے ہماری صداقت کی شہادت دی۔ ہم نے مشن کی اہمیت کے متعلق جب کبھی لکھا۔ وہ بروئے راستی ہی لکھا۔ امور دینی میں کسی قسم کا پروپاغنڈا کرنا ایک امر مکروہ ہے۔ ہمارے لئے کس قدر خوشی کا مقام ہے۔ کہ سنڈے پوسٹ کا نامہ نگار لفظاً لفظاً وہی باتیں اپنے تجربہ و مشاہدہ سے کہہ رہا ہے۔ جو ہم نے ان صفحات میں لکھیں۔ اسکی تحریر سے ذیل کے امور ثابت ہوتے ہیں +

اول۔ اسلام مغرب میں راسخ ہوتا جاتا ہے +

دوم۔ ہمارے مخالف سوئے ہوئے نہیں۔ وہ برابر کوشش میں لگے ہوئے ہیں +

سوئم۔ سنہ ۱۹۲۳ء کے بعد اگرچہ یہ کوشش بڑے زور شور سے ہو رہی ہے۔ لیکن انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ کیونکہ اسلام کی ترقی میں فرق نہیں آیا

چہارم۔ یہ تو ظاہر ہے۔ کہ وہاں ووکنگ میں ایک امام صاحب ہیں۔ اور انکی

امداد میں ایک مشنری ہوتا ہے۔ پہلے عبدالخالق خالص صاحب تھے۔ اب اُن کی جگہ چودھری آفتاب الدین صاحب بی۔اے بانئے شیلانگ آسام مسلم مشن بھیجے گئے۔ اتنے بڑے مُلک میں دو مبلغین کی آواز کیا کام کر سکتی ہے۔ لیکن کام حسب دلخواہ ہو رہا ہے۔ اسکی وجہ اشاعت لٹریچر ہے۔ گذشتہ پانچ چھ سال میں جسقدر نئے مُسلمان ہوئے۔ انھوں نے اپنے اسلام قبول کرنے کا ذریعہ اسلامک ریویو یا مذکورہ بالا دو کتابیں بتائی ہیں۔ بلکہ بعض نے تو ایسا لکھا۔ کہ اگر ان کتابوں کو چاروں طرف پھیلا دیا جائے۔ تو بہت جلد انگلستان مسلمان ہو جائے گا۔ اور یہ ایک آسان سے آسان اور ارزاں سے ارزاں طریق تبلیغ اسلام ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم بار بار مُسلم بھائیوں کو اس طرف مُتوجہ کرتے ہیں۔ ہزاروں لائبریریاں یوُرپ میں موجُود ہیں۔ زبان انگریزی ایک دُنیا کی زبان ہے۔ امریکہ میں ہر جگہ انگریزی زبان ہے۔ اور گھر گھر کُتب خانے ہے اگر اسلامک ریویو کو ہر جگہ پہنچایا جائے۔ تو ایک سال میں وہ کام ہو گا۔ جو بیس مشنری نہیں کر سکتے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ہم نے اسلامک ریویو کی قیمت بھی کم کر دی ہے۔ ایک پانچ روپے سے کسی لائبریری کے نام ایک سال کیلئے اسلامک ریویو جا سکتا ہے۔ جس کو سینکڑوں نفوس پڑھینگے۔ اور انمیں اکثر مائل بہ اسلام ہو جائینگے۔ اس بات کو یقین کر لیا جائے۔ کہ موجودہ ترقی عُلوم نے جہاں عیسائیت کی بیخ کنی کر دی ہے۔ وہاں اسلام کی بُنیاد کو مضبُوط کر دیا۔ اور خدا کا احسان ہے کہ ہماری طرف سے جو اسلام پیش ہوتا۔ تو مطالبات علم و منطق کو سامنے رکھ کر پیش ہوتا ہے قرآن کریم نے اپنا نامُ بُرہان رکھا۔ یعنی قرآن جو کچھ بیان کرتا ہے۔ دلائل سے پیش کرتا ہے۔ یہ امر کسی مذہبی کتاب میں نہیں۔ یہی طریق قرآنی ہماری تصنیف میں ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اسلام دن بدن مقبُول ہو رہا ہے + حضرت خواجہ صاحب نے کئی موقع پر انگلستان میں تبلیغ اسلام کی سیاسی اہمیت پر جو کچھ لکھا ہے۔ وہ ازحد قابلِ غور ہے۔ وہ کوئی نظری بحثیں نہیں۔

وہ حقائق ہیں۔ ہماری سیاسی مشکلات کا حل جیسا کہ حضرت خواجہ صاحب لکھتے ہیں۔ آج **اشاعت مسلم لٹریچر** سے وابستہ ہے +

خلاصہ اس عرضداشت کا یہ ہے۔ کہ اقتباس مذکورہ بالا کو بتوجہ پڑھا جائے۔ اس کے نتائج پر غور کیا جائے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ ایک تھوڑی سی محنت اور خرچ کے ساتھ اسلام کا وہ شاندار مستقبل ہمارے سامنے آجاتا ہے جس کا رنگ ایام ماضی میں تھا + **خواجہ عبدالغنی**

اسلام اور کلیساء

اسلام اور عیسائیت دُنیا کے دو عظیم الشان مذاہب ہیں۔ ان کے اساسی اعتقادات ایک دوسرے سے ایسے مُتبائن و مُتخالف نہیں ہیں۔ جیسا کہ عام طور پر تصوّر کیا جاتا ہے۔ اسلام اور عیسائیت دونو ایک معبود کے پرستار ہیں۔ عہدنامۂ عتیق میں جن مرسلینِ ربّانی کے اسمائے حقّہ مرقوم ہیں دونو کے نزدیک ان پر ایمان لانا ضروری ہے۔ دونوں ہی مسیح علیہ السلام کی عظمت و رسالت کے قائل ہیں۔ تفاوت صرف یہ ہے۔ کہ مسلمان مسیحؑ کی ادعائی الوہیت کے قائل نہیں ہیں۔ ان مذاہب کی یہ حدفاصل نظریۂ تثلیث پر مبنی ہے۔ یہ عقیدہ بدیں لحاظ زیادہ تاسّف انگیز ہے۔ کہ یہ ایک اطالوی لفظ پرسونا (Persona) کی گمراہ کُن تعبیر کا رہینِ منت ہے۔ اطالوی میں اس کا مفہوم حجاب ہے۔ گویا پرسن (Person) ایک حجاب ہے جسمیں رُوح اپنے آپ کو محجوب کر لیتا ہے۔ اور اس مُستعار لباس کی صُورت میں اپنے جلوے بکھیرتا ہے۔ اس تصوّر کی علّت موجبہ یہ ہے۔ کہ معبُودِ حقیقی اپنے آپ کو ان تین حجابات یا اشکال یا حیثیات کے ذریعہ

ظاہر کرتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہرگز نہ تھا۔ کہ تین علیحدہ علیحدہ شخصیتیں ہیں اور یہ تین شخصیتیں تین ہونے کے باوجود ایک ہیں۔ یہی وہ چیز یا جسے التثلیث فی التوحید (ایک میں تین) اور التوحید فی التثلیث (تین میں ایک) کے مرادف تصور کیا جاتا ہے۔ اگر اسے نظر انداز کر دیا جائے۔ تو تین ہیئات مختلفہ میں رُوح کی جلوہ نمائی بالکل ایک قابلِ ادراک شے ہے۔ خلاف عقل نہیں ہے۔۔۔ اور کسی مسلم کو اس سے اعراض کا موقع نہیں مل سکتا۔ معبود کی ان تین ہیئات کو بعض صوفیوں نے بھی وجود۔ اصل ہستی۔ صُورت نمود اول۔ وسط۔ آخر۔ نور ازل۔ ضیائ عسلیم۔ علم۔ معلوم۔ حقیقی۔ اضافی۔ لازمی وغیرہ اصطلاحات میں ظاہر کیا ہے +

قدیم عرب میں عیسائیوں کا مزعومہ مُرتد فرقہ نسطوری آباد تھا۔ بعض کے نزدیک یہ فرقہ آغاز اسلام کے وقت بھی موجود تھا۔ تاہم ستین ہجری کے بعد فلسطین۔ شام اور متصل ممالک میں حروب صلیبیہ کے تاثرات کے ماتحت جب مشرق اور مغرب کا سنگھم ہُوا۔ تو مذہب سے مستنیر طریق پر خیالات اور تہذیب کا امتزاج ہُوا۔ نصرانی مجاہدین یا خدام یروشلم نے اس امتزاج سے بہت کچھ معلومات حاصل کیں۔ اور وہ ان معلومات کو اپنے ہمراہ یورپ میں لے گئے۔ ان دو مذاہب کے اس سنگھم سے دونو میں میل ملاپ کی راہیں پیدا ہُوئیں۔ یہ راہیں ان اثرات کی ممنون ہیں۔ جن کو مشترکہ کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم و تربیت نے کشادہ کیا۔ یہ درسگاہیں اُندلس میں تھیں۔ اسمیں کچھ حصہ یہودی علوم کا بھی ہے۔ آج بھی ہسپانیہ کی بولی میں متعدد الفاظ ایسے ملتے ہیں۔ جو عربی کی اولاد ہیں۔ مشرقِ قریب میں ہم اسلام اور عیسائیت کے معتقدات کی حدود سے متصل دروزی۔ لبنانی۔ فلسطینی وغیرہ فرقے دیکھتے ہیں۔ جو ریاستہائے قائمہ (ابقرا) کا کام دے رہے ہیں +

اسلام کے اثرات صقلیہ (سسلی) پیڈمانٹ اور پروونس میں نمایاں ہیں جن کے

متعدد مقامات کے نام عربی ہیں۔ اور جو اس زمانہ سے بیشتر کی یاد دلاتے ہیں۔ جب عربوں کو چارلس مارٹل نے شکست دی۔ یہ شکست یورپ میں علم و تہذیب کی ہزیمت تھی۔ کیونکہ اس کے بعد از منۂ تاریک (ڈارک ایجز) کا دور شروع ہوا۔ اس وقت علم و معرفت کو پاپاؤں نے اپنا تختۂ مشق بنایا۔ ان کی تحقیق۔ ان کا فتویٰ یا ان کا حکم یہ تھا۔ کہ تمام ذہنی علوم اور تخیلی حقائق شیطانی کارستانیاں "یا خطوات شیاطین" ہیں +

زاں بعد فرانسسکن۔ ڈومینیشن اور جیوزٹ کے نام سے مختلف مجالس پیدا ہوں۔ یا انجمن ہائے اخوت مذہب قیام پذیر ہوئیں۔ انھیں ایک لحاظ سے مرتد تصور کیا گیا۔ اور انکی مخالفت کی گئی لیکن رومہ کی سیاست و خدیعت (مکر) نے انھیں اپنے میں جذب کر لیا۔ کیونکہ یہ سمجھ لیا گیا۔ کہ انھیں بحیثیت ایک مضبوط تبلیغی طاقت کے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ تقدس مآب فرانسس (اسیسی) ایک زبردست غزل نگار۔ بذلہ سنج شاعر تھا کہا جاتا تھا۔ کہ اس کا کچھاری کی مخفی الاسرار قوموں سے قریبی تعلق ہے۔ اور آخر الذکر کا اثر نیم مشرقی نوعیت کا تھا۔ یہ بھی مشہور ہے۔ کہ ہسپانیہ کے صوفی تمیڈل نے جو کارڈینیس اگر پاسار کا دوست تھا اسلامی ممالک میں سیاحتیں کیں۔ اس کا مدعا لوگوں کو مسیحی بنانا تھا۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ وہ اپنے ارادوں میں بدیہی طور پر ناکامیاب رہا۔ لیکن ادارۂ پوپ اس کے ساتھ مہربانی سے پیش آیا۔ اور اسے اپنی اغراض کیلئے استعمال کیا۔ اگنا ٹیس لایولا نے جس نے جیوزٹ آرڈر (مسلک) کی بنیاد ڈالی مراکش میں سفر کیا۔ بہت سا وقت وہاں گذارا۔ اور اسلامی طرز پر عیسائی درویشوں کے زوایا کی بنیاد قائم کی۔ ان تمام مجالس متصوفین کی پوپ کی طرف سے شروع میں مخالفت کی گئی لیکن آخر کار محسوس کر لیا گیا۔ کہ ان کے ذریعہ سے بہت بڑا اثر و رسوخ پیدا کیا جاسکتا ہے۔ بنابریں ان کو اپنے مراسم خصوصی کی بجا آوری کی ہدایت کی گئی۔ انھیں ایک حد تک شخصی آزادی دی گئی۔ اور رومہ کی متصرفانہ سیادت کے ماتحت ان کا انفرادی اور امتیازی وجود قائم رکھا گیا +

جہاں تک ایشیا کا تعلق ہے۔ چیلی خاں ایک وسیع سلطنت کا حکمران تھا۔ اُس کے دربار میں عیسائی ریاستوں کے سفراء رہتے تھے۔ اور اس کے مابین نصرانی تاجداروں کے ہاں اس کی نیابت کرتے تھے۔ پیکن میں اُسقف اعظم (لاٹ پادری) کی نشست بھی تھی۔ لیکن اس موت کے بعد عام انتشار پیدا ہو گیا۔ سلطنت کے پرپرزے ڈھیلے پڑ گئے +

بیسویں صدی کے آغاز سے مُبارک انقلابات نمود پذیر ہیں۔ دنیا کے زاویہ ہائے نگاہ میں وسعت پیدا ہو گئی ہے۔ عام انسانوں میں رواداری کا جذبہ بیش از پیش استوار ہو گیا ہے۔ آمد و رفت کے وسائل کی کثرت نے زمان و مکان کی قیود و حدود کو مُرتفع کر دیا ہے۔ مشرق اور مغرب میں رُجحانِ ارتباط پیدا ہو گیا ہے۔ مذاہب میں بھی مخلصانہ جذبہ اتحاد مذاہب نشو و نُما حاصل کر رہا ہے۔ یہ تمام آثار مستقبل کیلئے امید افزا ہیں۔ مختلف مذاہب و عقائد کے پرستار محسوس کر رہے ہیں۔ کہ اختلاف باہمی بہت کم اور مشترکہ امور بہت زیادہ ہیں۔ مزید برآں یہ کہ سارے جہان کو ایک خاندان تصوّر کرنے کا تخیل قوّت پذیر ہے +

اِسلام فرقہ بندیوں کی بندھنوں سے پاک ہے۔ اسلام مختلف اقوام اور مختلف تہذیبوں کو مژدہ خاص سنانے کیلئے اپنے دامن میں بہت سے اساسی اصوُل رکھتا ہے۔ اس کے برعکس عیسائیت فرقہ داریوں میں اُلجھی ہُوئی ہے عیسائیوں میں کثرت سے فرقے ہیں۔ اس وقت ارباب علم و دانش کی تحقیق اور آزاد خیال کلیسیاء کی آزاد خیالی ان کانٹوں کو دور کرنے میں بڑی سُرعت اور تیز گامی کا ثبوُت دے رہی ہے جنہیں ازمنۂ وسطیٰ کے ہاتھوں نے کثرت سے بکھیرا۔ تحریک تصوّف ان مساعی حسنہ کو چار چاند لگا رہی ہے۔ یہ تحریک فراست مشرق کو جہان مغرب میں پیش کر رہی ہے۔ اور مغربی تہذیب کی پہنائیوں سے ایشیا کو آگاہ کر رہی ہے۔ ہم جس طرف نگاہ اُٹھا کر دیکھتے ہیں۔ اتحاد۔ اشتراک اور مواصلت طلبی کی قوتیں مصروف کار نظر آتی ہیں۔ یہ مناظر مذہب۔ علم۔ معاشرت اور سیاسی مسائل

ہیں عام طور پر نمودار ہیں۔ اسمیں کچھ شک نہیں۔ کہ یہ خوشگوار انقلاب اپنی تخلیق کے لئے سامانِ آمد و رفت کی سہولتوں کا رہین منت ہے۔ وہ ایام جبکہ پہاڑیوں کی سر بفلک چوٹیاں دو قوموں کو ایک دوسری سے الگ کرتی تھیں۔ اب نہیں رہے۔ وقت ہے کہ اسلام بلیغ کوشش سے کام لے کر عیسوی تخیلات سے بطریقِ احسن ملنے کی راہ نکالے۔ عیسائیوں کی انتہا پسندی۔ اور عقاید پرستی فنا پذیر ہے۔ وقت کا تقاضا یہ ہے کہ مسلمان اس غایت عظمےٰ اور مقصد کبریٰ کو محسوس کریں۔ جس کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کیلئے محمدؐ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) مبعوث ہوئے۔ اور آپ نے اسلام اور توحید کا علم بلند کیا۔ اسلام کا مشن کیا تھا؟ اسلام کا مشن یہ ہے۔ کہ دنیا میں عالمگیر اخوت قائم ہو جائے۔ ذات۔ رنگ اور ملک کے تمام امتیازات ہمیشہ کیلئے کافور ہو جائیں۔ اور دنیا مادیت کے بحر میں غرق ہونے سے بچ جائے۔ اور ساری کائنات اس راز سرمدی سے آشنا ہو جائے۔ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم (قرآن)

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اسلام اور روحانیاتِ حاضرہ کے نکاتِ مماثلہ

ایک فاضل عیسائی کا عالمانہ محاکمہ

اسلام کے باب میں اکثر نصرانیوں کی جہالت اندوہناک ہے عیسائی اس حقیقت عظمےٰ کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ کہ جس مذہب کے پرستار کل دنیا کی آبادی کے ⅕ حصہ پر مشتمل ہیں۔ ضروری ہے۔ کہ اسمیں بہت سی خوبیاں ہوں۔ اور لازمی ہے۔ کہ اسکی عمارت محکم بنیادوں پر قائم و استوار ہو۔ کیونکہ ہو نہیں سکتا۔ کہ جس علت کے شیدائی کروڑوں ہوں۔ اس کی بنیادیں صداقت پر مبنی نہ ہوں۔ میں اس صداقت کو بلا تامل تسلیم کرتا ہوں۔ کہ حضرت محمد (صلے اللہ وسلم) ایک روحانی انسان تھے۔ آپ کی روحانیت

بہت بڑے مقام پر پہنچی ہوئی تھی۔ آپ خدا کے رسول تھے۔ اور آپ ملہم ربانی تھے قرآن شریف کی آیات کے علاوہ میں نے اپنے اس مضمون میں جو امور بطور استشہاد پیش کئے ہیں۔ ان کیلئے میں بہت حد تک مولانا محمد علی ایم۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی کی تحریرات کا رہین منت ہوں۔ مولانا محمد علی ممدوح اس وقت دنیا میں حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک اعلٰے درجے کے قابل و فاضل حلقہ بگوش ہیں۔ بنابریں مذہب اسلام کے خصوص میں جو کچھ آپ بیان کرتے ہیں۔ لازمی ہے کہ اسے ثقہ۔ اور مستند یقین کیا جائے۔ قرآن کا مادہ لفظ قرا (تلاوت کریا پڑھ) سے ہے۔ قرآن کے مفہوم کو سمجھنے کے لئے ہمیں تدبر و تفکر کی بیحد ضرورت ہے۔ اور اس پر بحیثیت مجموعی غور کرنا لازمی ہے۔ اسلئے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کی تفسیر و توضیح کرتا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ میں جس قدر زیادہ تدبر سے کام لیا جائے۔ اسکے معارف زیادہ مبرہن اور نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ اکثر ایسی لغویات جنہیں عیسائی قرآن کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ قرآن کا دامن ان کے لوث سے قطعاً پاک ہے۔ نہ تو انھیں حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان کیا۔ اور نہ ان کا کوئی اثر قرآن میں معلوم ہوتا ہے۔ یہ افترا بعد میں وضع کئے گئے۔ اور حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کے پاک دین کو بھی مسخ کرنے کی ایسی ہی سعی کی گئی ہے۔ جیسی کہ حضرت مسیح کے ارشادات کو محرف و مبدل کرنے کے لئے کی گئی۔ بطور مثال ایک شخص عیسائیوں کے عذاب ہائے دوزخ کی ہولناکیوں کے بیانات اور جنت کے لذائذ کی کیفیات کے مطالعہ سے متذکرہ دعوے کی صحت کے ثبوت فراہم کرسکتا ہے۔ متذکرہ ہولناکیاں اور ہوسناکیاں اس قدر وحشت انگیز اور بلاخیز ہیں۔ کہ انسی زیادہ لغو محض ایجادات انسانی ذہن قوت متخیلہ کی انتہائی پرواز کا مرقع معلوم ہوتی ہیں +

قرآن کی حفاظت

چونکہ قرآن کا ہر حصہ حفظ کر لیا جاتا تھا۔ اور جو بھی کوئی آیت اُترتی تھی۔ اُسے

سپرد قلم بھی کر لیا جاتا تھا۔ اسلئے وثوق سے کہا جا سکتا ہے۔ کہ نہ قرآن کی کوئی آیت حافظوں سے محو ہو سکتی ہے۔ اور نہ ضائع ہو سکتی ہے۔ آن آج بھی اسی زبان میں ہے جس زبان میں ۱۳سو برس ہوئے وہ نازل ہوا۔ اپنی زبان کو تا ایں دم محفوظ رکھنا بھی قرآن کا ایک اعجاز خصوصی ہے۔ اس سے زیادہ غور طلب واقعیت یہ ہے۔ کہ جب ازمنہ تاریک میں عیسائیت اپنے بانی کے بلند نصب العین سے بتدریج نیچے گر رہی تھی اس وقت سرزمین اندلس میں ۷۳۲ عیسوی تک جب کہ عربوں کو جنگ طورس میں چارلس مارٹل نے شکست دی۔ تہذیب۔ اور علم کے خضر راہ عرب ہی تھے۔ ایک موقع پر حضرت محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے عیسائیوں کو یوں مخاطب کر کے فرمایا:۔

میں تمہارے اختلافات مٹانے اور تم میں انصاف کرنے آیا ہوں۔ جس خدا کے تم پرستار ہو۔ اسی خدا کے پرستار ہم بھی ہیں ہمیں اپنے اعمال کا بدلہ ملیگا۔ اور تمہیں اپنے رضا کے نتائج دیکھنے ہونگے۔ ایسے ہی ایک اور موقعہ پر آپ نے ارشاد فرمایا ہم ایمان لائے ہیں اُس کتاب پر جو ہم پر نازل ہوئی ہے۔ اور اس کتاب پر جو تم پر نازل ہوئی تھی۔ ہمارا رب بھی اللہ ہے۔ اور تمہارا رب بھی اللہ ہے (قرآن)

مقصد حیات

اب میں اصل مقصود کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ قرآن کی تعلیم کے مطابق موت ہماری شخصیت اور ہمارے شعور نفس کا خاتمہ نہیں کرتی۔ بلکہ زندگی کے اعلےٰ منازل کا دروازہ کھول دیتی ہے۔ حضرت محمدؐ فرماتے ہیں:

کیا تم نے تخم حیات پر غور کیا ہے۔ کیا جہان کے پیدا کرنے والے تم ہو یا اس کے خالق ہم ہیں۔ ہم نے موت کا حکم اس لئے صادر فرمایا ہے۔ تاکہ ہم تمہاری اس موجودہ ہیئت کو تبدیل کر دیں۔ اور تمھیں وہ کچھ بنائیں جسے تم نہیں جانتے (قرآن)

یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ کہ اس کرہ ارضی میں انسان کی زندگی بغیر کسی مقصد کے نہیں ہے۔ اور یہ کہ اس کا مقصد زندگی بلند تر حیات کا حصول ہے۔ جنتّ اور جنت

جن کا ذکر حضرت محمدؐ نے فرمایا ہے۔ مصیبت یا راحت کے ایسے مقامات نہیں ہیں۔ جہاں انسان کو مرنے کے بعد جانا ہوگا۔ بلکہ وہ کائنات کی اس طرف نئی حقائق حیات کے کاشف و مظہر ہیں۔ جو حقائق یہاں نمود آرا ہیں حضرت محمدؐ نے اس اصلیت کی چہرہ کشائی کی ہے۔ کہ ایک نئی دنیا بھی ہے۔ جس کے سامنے اس جہان کی ترقیات کوئی حیثیت نہیں رکھتیں"۔ جو شخص آیندہ زندگی میں ترقی کا طالب ہوگا۔ اسے اس کی کوششوں کا پورا پورا بدلہ دیا جائیگا (قرآن) +

حضرت محمدؐ نے بالکل واضح کر دیا ہے۔ کہ نیکی اور بدی کے اثرات اچھے اور بُرے کاموں کے نتائج جیسے اس دُنیا سے تعلق رکھتے ہیں۔ ویسے ہی ان کا تعلق دوسرے جہان سے بھی ہے۔ اور یہ کہ ان کا اظہار اُس وقت ہوگا۔ جبکہ دست اجل اس مادی ڈھانچ کی تمام حدُود و قیُود کو دُور کر دیگا +

یہ تصریحات ظاہر کرتی ہیں ۔کہ قرآن کے زاویۂ نگاہ سے موت ایک نئی اور بلند تر حیات کا دروازہ کشادہ کرتی ہے۔ ایسا ہونا کسی اتفاق یا یونہی کسی حادثہ کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا وجود علّت و معلُول مُؤثر اور موثرات کے دائم البقا قانُون کا رہین منت ہے۔ کیا یہ تصوّرات کیا یہ توضیحات سائنس کے انتہائی انکشافات کے حامل اور آئینہ بردار ہیں۔ کیا یہ ایک عجیب و غریب حقیقت نہیں ہے۔ کہ جن حقائق کو گذشتہ صدی نے الم نشرح کیا حضرت محمدؐ صاحب تیرہ سو سال کی بات ہے۔ ان صداقتوں کو عالم آشکارا کر چکے ہیں +

قرآن کہتا ہے۔ جو شخص دانۂ خشخاش کے برابر نیک عمل کریگا۔ اسے اس کا نتیجہ دکھایا جائے گا۔ اور جو دانہ خشخاش کے مثل بُرائی کریگا۔ اسے وہ بُرائی دکھادی جائیگی۔ اور یہ کہ ہر ایک بُرے فعل کا بُرا نتیجہ ہوتا ہے۔ خواہ اُس کا کرنے والا مسلم ہو یا نا مسلمان"

اس کے ساتھ ہی حضرت محمدؐ نے اس حقیقت کو بھی منکشف فرمایا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے بے پایاں فیض کرم کے تصدق میں ایک نیکی کا ثواب دس گنا ملتا ہے بلکہ سات سو گنا ملتا ہے۔ بدی کو اگر اس کا مرتکب توبہ کرے۔ اور آیندہ اپنی بدحرکت سے

باز آجائے تو محو کر دیا جاتا ہے۔ اور یہ کہ اُسے بدی کے مثل سزا دی جاتی ہے" اِس سے صاف عیاں ہے۔ کہ انسان اپنی بُرائیوں کی وجہ سے خود اپنے آپ کو سزا دیتا ہے اور دوسروں کو بھی اس جہان میں اپنی بُرائی کے باعث مُبتلائے آلام کرتا ہے۔ کیا دیگر پیامات و الہامات ربّانی میں بالکل یہی اُمور نہیں بیان کئے گئے ؟ حضرت محمد صاحب نے واضح کر دیا ہے۔ کہ بدی اور نیکی کے نتائج کا قانون اب ہمہ گیر شان رکھتا ہے اور ہر ایک کے اعمال کو کراماً کاتبین (دیانتدار رپورٹر) قلمبند کرتے رہتے ہیں۔ اور اُن کی نگاہوں سے انسان کا کوئی فعل او جھل نہیں رہ سکتا (قرآن)

بہشت اور دوزخ

اب رہا سوال حیات اُخروی کا۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ جنّت اور دوزخ کے متعلق حضرت محمد صلعم نے کیا ارشاد فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ حیات بعد الممات دو صورتیں اختیار کرتی ہے۔ جن اشخاص کے اعمال نیک کا پلّہ بدیوں سے بھاری ہے۔ اس کا مقام فردوس ہے۔ اور جس کی بدیاں نیکیوں سے زیادہ ہو گئیں۔ اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ لفظ جنت کا مترادف لفظ فردوس ہے۔ جس کا مطلب ایک باغ یا بُستان ہے۔ لیکن لفظ جنّت کو عام طور پر صادقین کا مقام کہا جاتا ہے۔ یا یہ کہ جنت ایک ایسی جگہ ہے جہیں انہار جاری ہیں۔ انہار ایمان کا مفہوم لئے ہوئے ہیں۔ اور باغات سے مقصود ایسے اعمال ہیں۔ جو کسی شخص نے کئے ہوں یا کر رہا ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ جنّت کی نعمتوں میسرتوں اور برکتوں کو اس کرۂ ارضی کے سکے ساکنان سے کے سمجھنے سے قطعاً قاصر ہیں۔ کیونکہ اُن کا تعلق اس جہان سے نہیں ہے۔ اسی راز کو ایک اطالوی ضرب المثل نے یُوں منکشف کیا ہے :-

دل ان معلومات کا اِدراک نہیں کر سکتا جن کا قبل ازیں حواس ظاہری میں تصوّر موجود نہ ہو"۔ کیا یہ وہی حقیقت نہیں۔ جسے مُقدس پال نے اپنے پہلے خط بنام قرنتیل میں بدیں الفاظ بیان کیا ہے

جو نعمتیں خُدا نے اہل جنّت کے لئے طیار کر رکھی ہیں۔ جن سے اُنھیں محبت ہے۔ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی کسی کان نے سُنی اور نہ کسی قلب میں گذری ہیں

بخاری شریف میں حضور (صلے اللہ علیہ وسلم) کے الفاظ بعینہٖ وہی ہیں۔ جن کا تذکرہ اوپر کیا گیا ہے۔ مثلاً آپ کا ارشاد یہ ہے +

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ میں نے اپنے مومنین قانتین کے لئے ایسی نعمتیں طیار کر رکھی ہیں۔ جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی۔ نہ کسی کان نے سُنی۔ اور نہ کسی دل میں ان کا تصور گذرا ہے +

حُور۔ اثمار۔ عیون۔ دُودھ۔ شہد۔ رفرف۔ سُرر (تخت) حریر۔ لولو و مرجان (جواہرات) وغیرہ جن نعمتوں کی تفصیل قرآن میں بیان کی گئی ہے۔ اس خصوص میں صرف یہ اشارہ کافی ہے۔ کہ یہ نعمتیں ان مشرقی آثار و علائم شکوہ و تجمل کی مظہر ہیں۔ جو ہم اس سفلی دُنیا کے رہنے والوں کو مرغوب ترین اور محبوب ترین معلوم ہوتی ہیں۔ ایسے ہی الہاماتِ یوحنّا میں بھی جن منزل من السما بلد مقدس کا تذکرہ کیا گیا ہے جن کے بازار سونے اور دروازے موتیوں کے بیان کئے گئے ہیں جس کے پتھر از بس قیمتی بنائے گئے ہیں۔ ان اشیاء کو بھی ان اشیاء کی مانند جو اسلامی جنّت کی زینت ہیں۔ اصطلاحی یا لفظی طور پر نہیں لیا جا سکتا۔ بلکہ ان الفاظ میں صرف ان شاندار چیزوں کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ جو مشرق و مغرب کے تخیّل کی انتہائی پرواز میں آسکتا ہے۔ مزید بر آں حضرت محمدؐ نے ہمیں اس راز سے آگاہ کیا ہے۔ کہ حیات اُخروی میں زمان اور مکان کا کوئی حقیقی وجود نہیں ہے۔ یہ بیان عالمیان علوم مابعد الطبعیات کی تصریحات و تحقیقات کے عین مطابق ہے۔ جب آنحضرت سے یہ پوچھا گیا۔ کہ اگر جنت آسمانوں کی تمام وسعت کو گھیرے ہوئے ہے۔ تو دوزخ کہاں ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا۔" جب دن ہوتا ہے۔ تو اس وقت رات کہاں ہوتی ہے"۔ یہ جواب منکشف کرتا ہے۔ کہ حضرت محمدؐ صاحب کے نزدیک جنّت اور دوزخ محض ذہنی کیفیات ہیں واقعی مکانات نہیں ہیں۔ یہ بیان تمام دیگر بیانات ایزدی کے مرادف ہے۔ حضرت محمدؐ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ جنّت اور دوزخ کے درمیان صرف ایک حجاب حائل ہے۔ جنّت اور دوزخ کا اسلام کے نزدیک کوئی مادی جسمی یا طبعی وجود نہیں ہے۔ البتہ ازمنۂ وسطےٰ کے عیسائی احبار و رہبان فردوس و جہنّم کو مادی وجود قرار دیتے ہیں

اور آج بھی تمام ارباب کلیسیا اُسے ایسا ہی تسلیم کرتے ہیں۔ عیسائیوں کے تصورِ جہنم و جنت کو ڈانٹے نے اپنے اشعار میں بیان کیا ہے۔ برخلاف ازیں قرآن صاف اور بیّن الفاظ میں بتاتا ہے۔ کہ جنت اور دوزخ اس دُنیا میں شروع ہو جاتا ہے اس لئے کہ ہم قرآن میں پڑھتے ہیں " اے نبیؐ کہ جو لوگ نیک اعمال کرتے ہیں آپ ان کو یہ خوشخبری سُنادیں۔ کہ اُنھیں ایسے باغات نصیب ہونگے۔ جن کے نیچے نہریں جاری ہونگی ۔ جب اُنھیں جنت کا کوئی میوہ دیا جائیگا کہیں گے کہ ہم سے تو وہ پہلے بھی لذت اندوز ہو چکے ہیں۔ اور انھیں ایسے ہی پھل پھر بھی دیئے جائینگے (قرآن) کئی ایک دیگر آیات میں بھی اس مضمون کا اعادہ کیا گیا ہے۔ یہ آیت بوضاحت تمام ظاہر کرتی ہے۔ کہ یہاں جس پھل کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس کا وجود صرف نیک اعمال کا ایک نشان ہے۔ اور اس اطمینان قلب کا آئینہ بردار ہے۔ جو نیک انسانوں کو اسلئے حاصل ہوتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کے باعث ان سے راضی ہے ایسے ہی حضرت محمدؐ صلعم بیان فرماتے ہیں۔ کہ جنتیوں کو سب سے زیادہ لُطف اللہ تعالیٰ کی حمد و تسبیح اور اس کے ارشادات پر عمل پیرا ہونے سے ہوگا۔ کیا یہ وہی حقائق نہیں جس سے ہمیں اہل رُوحانیات آگاہ کرتے ہیں۔ حضرت محمدؐ صلعم ہمیں بتاتے ہیں۔ کہ ملائکہ کے قُلوب میں نہ کسی کی طرف سے کوئی شکوہ ہے نہ رنج نہ حسد نہ بغض۔ بلکہ صرف محبت موجزن ہے۔ میرا یقین ہے۔ کہ حضرت محمدؐ صاحب کا عالم رُوحانیت سے گہرا تعلق تھا۔ وہاں سے آپؐ کو پیامات آتے تھے۔ ایسے ہی آپؐ فرماتے ہیں:۔

وہاں نہ اُنھیں کوئی لغو شئے سُنائی دیگی ۔ اور نہ گُنہگارانہ گفتگو سُننے کی زحمت اُٹھانی پڑیگی۔ بلکہ وہاں صرف سلامتی اور امن جلوہ گر ہوگا " + (قرآن)

حضرت محمدؐ صلعم نے اس حقیقت پر خاص زور دیا ہے۔ کہ جنت محض آرام اور راحت کا مقام نہیں ہے۔ بلکہ کام کرنے اور تقدس و طہارت کی بلندترین چوٹیوں پر گامزن ہونے کا مقام ہے آپؐ کے الفاظ میں جنت بامِ رُوحانیت کا ایک زینہ ہے +

جہنم

ایسے ہی کنایات ومجازات آپ نے دوزخ کی حقیقت کو منکشف کرنے میں بھی استعمال فرمائے ہیں ۔ دوزخ کے شعلے اور اس کی سزائیں ان ہولناک کہانیوں کی مانند جن سے ہمیں بچپن میں ڈرایا جاتا تھا۔ کوئی حقیقت نہیں رکھتیں ۔ بلکہ یہ محض نقصوں سے پاک صاف ہوتا اور روحانی ترقیاں ہیں۔ حضرت محمد صاحب کا منشا ہرگز یہ نہ تھا۔ کہ آپ کی اُمت ۔ ان چیزوں کو حقیقی معنوں پر محمول کرے۔ دوزخ کا پس پُشت یہ خیال ہے۔ کہ جن لوگوں نے اس دُنیا میں ان مواقع کو ضائع کر دیا۔ جو انھیں حاصل ہوئے ۔ اس اصول کے ماتحت کہ جو بیجو گے وہی کاٹو گے ۔ روحانی مرض کے مداوا کی زحمت برداشت کرنی ہوگی جس بیماری کا سبب ان کی اپنی بے التفاتی اور بدپرہیزی ہوگی ۔ اسی بناء پر آپ نے ساکنان جنت اور اہل دوزخ کو امتیازی طور پر علیحدہ علیحدہ مقامات پر سکونت پذیر بتایا ہے ۔ اور دوزخ کی زندگی کو عارضی اور جنتی زندگی کو دوامی قرار دیا ہے۔ قرآن نے ہمارے پادریوں کی طرح جہنمی زندگی کو ابدی نہیں ٹھیرایا محمد نے عذاب دوزخ کو ایک معالجہ قرار دیا ہے۔ تاکہ رُوح لوث عصیان سے پاک صاف ہوکر خداوند کے حضور میں عاجزی کرنے کے قابل ہو جائے ۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ دوزخ عاصیوں کا رفیق ہے۔ کیونکہ انھیں عذاب کی بھٹی میں جھونک کر پاک صاف کیا جائے گا اسمیں ڈال کر اُن کے عیوب دُور کئے جائینگے۔ اور اس طرح انھیں عروج روحانی کے قابل بنایا جائیگا ۔ بلا شک وشبہ ایک آیت میں دوزخ کو گنہگاروں کی ماں (اُمّہ ھاویہ) کہا گیا ہے۔ یہ ماں اور اس کے بچے کی مماثلت کو ظاہر کرتا ہے۔ گویا گنہگار ایسا ہے کہ اس نے آغوش جہنم میں پرورش حاصل کی ہے۔ محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے واضح کر دیا ہے ۔ کہ دوزخ ایک عارضی مقام ہے ۔ اور عاصیوں کی تطہیر کے لئے بمنزلہ ایک شفاخانہ کے ہے قرآن کی بعض آیات میں دوزخ کو خدا سے دُوری کے مرادف بتایا گیا ہے ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ روز قیامت کو انتہائی پشیمانی کا دن قرار دیا ہے

مختصر یہ کہ ہر ایک صورت میں آتش سوزاں یا نارِ سعیر کو بہ رنگ مجاز خاص تباہی یا بُرے اعمال کو مجسم کرجانے کے ہم معنی بیان کیا گیا ہے دوزخ کو قرآن میں سات مختلف نام بتائے گئے ہیں۔ انھیں دوزخ کے سات جُداگانہ طبقات خیال کیا گیا ہے۔ قرآن نے زیادہ کثرت سے لفظ جہنّم" استعمال کیا ہے۔ جو جہنیا کے مرادف ہے آخر الذکر لفظ ہماری اناجیل کے ذیلی حواشی میں مرقوم ہے۔ جسے غلطی ہی ہیڈس یا اہل (دوزخ) کا ہم معنی سمجھ لیا گیا ہے۔ یہ وادی نہوم پر دلالت کرتا ہے جسمیں ہمیشہ شہر یروشلم کا تمام کوڑا کرکٹ پھینکا جاتا اور نذر آتش کر دیا جاتا تھا۔ یسُوع مسیح نے جسے اس آیت میں بیان کیا ہے۔ کہ وہاں نہ کوئی کیڑا ہلاک ہوتا ہے۔ اور نہ آگ فرو ہوتی ہے۔ انجیل میں اس آیت سے ہمیشہ ہی ایک ہَول طاری کیا ہے۔ یہ امر بدیہی طور پر صحیح معلوم ہوتا ہے۔ کہ جس وقت حضرت محمدؐ نے یہ توضیح کی۔ کہ جہنّم کوئی واقعی عذاب گھر نہیں ہے۔ اس وقت مُتذکرہ خیال ضرور اُن کے دل میں موجزن تھا۔ اسلئے کہ ارواح کا کوئی نظام عصبی نہیں ہے۔ اور وہ بدنی درد و کرب محسوس کرنے کے ناقابل ہیں +

مجھے اُمید ہے۔ کہ جو اس مضمون کو غیر متعصبانہ دل و دماغ کی اعانت سے پڑھینگے لامحالہ اس نتیجہ پر پہنچ جائینگے۔ کہ جنّت اور دوزخ کی جو تصویر قرآن نے کھینچی ہے وہ ہماری اناجیل کی پیش کردہ تصویر سے زیادہ معقول۔ زیادہ صاف اور بہتر ہے۔ اور یہ قرآن کا بیان ان اطلاعات سے زیادہ مشابہ و مماثل ہے۔ جو ہمیں رُوحانی ذرائع سے عالم ارواح سے حاصل ہوتی ہیں۔ میں ایک عیسائی ہوں۔ میں مسلمان نہیں ہوں۔ لیکن حیات بعد الممات کا جو مرقع حضرت محمدؐ نے پیش کیا ہے۔ وہ مجھے یہ کہنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ کہ آیا واقعی خدا کے رسُول تھے۔ آپ کو خدا نے اس لئے مبعوث فرمایا۔ کہ آپ دُنیا کو صداقت کا سیدھا راستہ بتائیں۔ اور زندگی کا بہتر مفہوم واضح کریں۔ یسُوع مسیح کی مانند آپ بھی اعلےٰ درجے کے رُوحانی اور عالِم رُوحانیات کے اسرار کے کاشف تھے۔ آپ نے دوزخ جنّت کی جو کیفیت بیان فرمائی ہے۔ وہ ماہران رُوحانیات کی تازہ ترین تحقیقات کے عین مطابق ہے۔ البتہ آپکے بیان کردہ حقائق ان توہمات کے خلاف ہیں جنہیں تیسری صدی سے لیکر تا ایندم ہمارے احبار و رہبان سُناتے رہے ہیں +

شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں عید الفطر

ہز ایکسیلنسی حضرت حافظ شیخ وہبہ صاحب سفیر و منسٹر عالیجناب ہز میجسٹی سلطان ابن سعود صاحب کی اقتدا میں نماز ادا کی گئی۔

شاہجہان مسجد ووکنگ میں اسلامی اخوت کا عملی نمونہ

عید الفطر کا اسلامی تہوار اس سال نہایت تزک و احتشام سے شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان میں مؤرخہ ۱۹ فروری ۱۹۳۱ء بروز جمعرات منایا گیا۔ عید سے ایک رات بیشتر ہوا سرد اور تیز تھی خفیف سی برف بھی پڑی۔ فروری سرد مہینہ پھر اس پر برف کے پڑنے نے طبعاً دلوں میں شکوک پیدا کر دیئے۔ کہ موسم کی ناملائمت کہیں تقریب عید کی خوشی میں حائل نہ ہو۔ اسلئے موسمی حالات کو سامنے رکھ کر ہر ممکن احتیاط برتی گئی۔ خیمے اس قدر وسیع لگائے گئے کہ ان کے اندر جملہ متعلقات عید بہ احسن وجوہ انجام پا سکیں خیموں کے اندر کی فضا کو گرمانے کیلئے بجلی کی انگیٹھیوں کا اہتمام کیا گیا۔ لیکن اگر عید کے روز موسم خوشگوار نہ ہوتا۔ تو یہ سب اہتمام خاک میں ملجاتا خوش قسمتی سے عید کی صبح نہایت ہی خوشگوار نمودار ہوئی۔ نماز کی ادائیگی کے وقت تک تمازت آفتاب اس قدر تھی۔ کہ مجبوراً خیموں کے ایک طرف کے پردے اٹھانے ہی پڑے۔

صبح دس بجے کے قریب مسجد میں دوستوں کی آمد و رفت شروع ہوگئی اس تقریب سعید میں تین صد سے زیادہ نفوس شامل ہوئے۔ کئی ایک پہلو سے یہ اجتماع عظیم اپنے رنگ میں عدیم النظیر تھا۔ یہ مہتم بالشان اجتماع تین بر اعظموں کی نمایندگی کر رہا تھا اسلام کے جھنڈے تلے اس جگہ نہ صرف پیروانِ اسلام ہی تھے۔ بلکہ سکھ۔ ہندو

پارسی اور عیسائی تک بھی شامل ہوئے ۔ جو اسلام سے ذرا بھی تعلق نہیں رکھتے اس طرح اس ملی و قومی اجتماع نے دُنیا پر اسلام کا تمدنی و معاشرتی نقطہ نگاہ عملاً پیش کر دیا +

عالیجناب ہز میجسٹی سُلطان ابن سعود ادام اللہ ملکہا کے نمایندہ سفیر و منسٹر عالیجناب ہز ایکسلنسی حضرت شیخ حافظ وہبہ بالقاب مقیم لندن کی اقتدا میں نماز عید ادا کی گئی ۔ آپ نے عید کا خُطبہ قرآن کریم اور حضرت نبی کریم صلعم کی زبان عربی میں پڑھا +

جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم ۔ اے ۔ بی ۔ ٹی امام شاہجہان مسجد ووکنگ کی استدعا پر ہز ایکسیلنسی عالیجناب حافظ شیخ وہبہ صاحب نے عید کی نماز کی امامت قبول فرمائی ۔ جناب مولوی عبد المجید صاحب موصوف نے امامت کے انتخاب میں روایات ووکنگ کو قائم کیا ۔ اور معاملۂ امامت نماز میں کسی فرقی تمیز کو ملحوظ نہیں رکھا۔ اور انھوں نے حقیقی اخوتِ اسلام کے قائم کرنے کے لئے ایک ایسے امر کی تجدید کی جس کے نہ ہونے سے مسلمان تباہ ہو رہے ہیں ۔ پچھلے سال بھی ووکنگ مسجد میں نماز عید کا ایک حصہ مفتیٔ اعظم فلسطین نے ادا کیا ۔ اور آج ہم حضرت حافظ شیخ وہبہ صاحب کی اقتدا میں کُل فرقہائے اسلام کو شاہجہان مسجد ووکنگ میں نماز ادا کرتے ایک ہی صف میں دیکھ رہے ہیں جہاں اخوت اسلامی کا عملی نمونہ نظر آ رہا ہے ۔ جماعت ہی درحقیقت اسلام میں ایک بندھن ہے ۔ جو ہم میں رُوح اتحاد پیدا کر دیتی ہے ۔ جو لوگ اسلام کو فرقی مصائب سے آزاد کرنا چاہتے ہیں ۔ وہ پہلے مسلمانوں میں سے امامت کی تمیز دُور کریں ۔ تبلیغ اسلام سینٹ گھر سے باہر نکلنا اول اس امر کا مقتضی ہے ۔ کہ ہم عملاً اس فرقی تمیز کو اپنے اندر سے نکال دیں ۔ کیونکہ فرقی اسلام

غیر قوموں میں نہیں پھیل سکتا +

الغرض مختلف فرقہائے اسلام اور مختلف اقوام کے مسلمانوں نے عید کی نماز میں شامل ہو کر اسلام کی ایک عظیم الشان و نمایاں خصوصیت کو کہ "اسلام میں کوئی فرقہ نہیں" اور اسلام میں فرقی اختلافات مانع اقتداء نماز نہیں ہو سکتے۔ دنیا پر عملاً ثابت کر دیا +

ہز ایکسیلنسی کا شاہجہان مسجد ووکنگ میں عید کی نماز کی امامت کرانا۔ اس امر کا بیّن ثبوت ہے۔ کہ اسلام فرقہ بندی سے بالاتر ہے۔ امتداد زمانہ تشتت و افتراق نے خواہ کتنے ہی نام نہاد فرقے اسلام میں پیدا کر لئے۔ لیکن ہر ایک فرقہ محکم اصول پر قائم ہے۔ اور محکمات میں ایکدوسرے سے بالکل متفق ہے۔ مذہب تمدن کی جان ہے۔ تمدن کے لئے مذہب آیا کرتا ہے۔ حقیقی تمدن کی بنیاد اتفاق و اتحاد ہے۔ یا بہ الفاظ دیگر اخوت ہے۔ اس راز کو حضرت نبی کریم صلعم نے خوب سمجھا۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو پانچ وقت مسجد میں جمع کیا لیکن بدقسمتی سے ہم نے امامت کے سوال کو سامنے رکھ کر اس تشتت و افتراق کو اپنے اندر پیدا کر لیا +

اسلام میں مذہب کی تلقین کرنیوالی پیشہ ور جماعت کا وجود ہی نہیں رکھا گیا نہ ہی اقتدا ہر اس مسلم شخص کا حق سمجھا گیا ہے۔ جو اسلام کے حقائق و معارف سے واقف ہو۔ اس کے برخلاف دنیا کے دیگر مذاہب میں اہل دین ہونا ایک خاص فرقہ کا پیشہ قرار پاچکا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اسلام اپنی اصلی شکل و صورت میں جیسا کہ ایک سیاست دان کے لئے برکت راحت و بھلائی کا موجب ہو سکتا ہے۔ ویسے ہی ایک بازاری آدمی کیلئے موزوں و مفید ہے۔ اسلام میں جو نام نہاد فرقے ہیں۔ ان میں اس قدر تشتت و افتراق نہیں جو عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں موجود ہے .... اور اسی اختلاف نے وہاں مختلف گرجاؤں اور کلیساؤں کی شکل اختیار کر لی ہے جو اصولاً ایکدوسرے کے

نقیض واقع ہوئے ہیں مثال کے طور پر عیسائیت میں یہ امر وہم و قیاس سے بالاتر ہے۔ کہ ایک کیتھولک عقاید کا پادری ایک نن کنفارمسٹ پادری کی جگہ اُن کی مذہبی رسومات کو ادا کرے۔ یا ایک پادری دوسرے کے ممبر پر سے خطبہ دے سکے لیکن اسلام میں اس کے برعکس اس قسم کی اجازت کوئی عجیب امر نہیں۔ ایک شیعہ بزرگ مسجد میں اگر امامت کراتا ہے۔ تو وہابی مسلم بھائی اسکی اقتدا میں نماز ادا کرتے ہیں۔ اور اس طرح ایک وہابی مسلم بھائی مسجد میں اگر امامتِ نماز کرا رہا ہو۔ تو ایک شیعہ مسلم بھائی اُس کی اقتدا میں نماز پڑھ لیتا ہے۔ اور اسی عملی عالمگیر اخوت کی وجہ سے اسلام غیر قوموں میں قابل امتیاز سمجھا جاتا ہے +

جُوں ہی کہ ہز ایکسیلنسی نے خُطبہ عید ختم فرمایا۔ تو اس کا انگریزی ترجمہ سامعین میں مفت تقسیم کیا گیا۔ یہ زیادہ موزوں ہوتا۔ اگر اس کا انگریزی ترجمہ سامعین کو پڑھ کر سُنایا جاتا لیکن قلت وقت اور موسم کی نا ملائمت کی وجہ سے اکثروں نے امام مسجد ووکنگ کو یہی مشورہ دیا۔ کہ اس کو مفت تقسیم کر دیا جائے +

خُطبہ کے شروع میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا تھی۔ اس کے بعد اسلامی تعلیمات کا خلاصہ پیش کیا گیا۔ پھر رُوح اسلام زیر بحث رہی۔ اور اس انقلاب کا ذکر کیا گیا۔ جو بعثت اسلام نے عربوں کی زندگی میں بپا کر دیا۔ پھر مسلمانوں کی توجہ اس محیر العقول سیاسی اور تمدنی تفوق کیطرف منعطف کرائی گئی۔ جس نے انسانوں کے درمیان تمام قسم کے امتیازات کو اڑا کر تقوی اللہ کو موجب نجات قرار دیا۔ مسلمانوں کی تمام شان و شکوہ و عظمت و جلال کی وجہ سے فقط مذہب اسلام کی اتقیاد و فرمانبرداری ہے۔ اور اسکے موجودہ انحطاط و تنزل و قومی فرسودگی اور زوال کی وجہ اُس صراط مستقیم سے انحراف ہے۔ جو اسلام نے تجویز کیا ہُوا ہے پھر خُطبہ کو خدا تعالیٰ کی تمجید و تحمید اور حضرت نبی کریم اور صحابہ کرام پر برکات کے نازل ہونے اور مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کیلئے دُعا پر ختم کیا گیا +

خطبہ کے بعد دوست واحباب نے آپس میں معانقہ کیا ۔ اور ایکدوسرے کو عید کا ہدیہ تبریک پیش کیا ۔ کُل مہمانوں کی چاء سے تواضع کی گئی ۔ دوستوں میں اکثر تو ۴ بجے شام تشریف لے گئے لیکن اُن میں سے بعض رات تک اس برادرانہ اجتماع کی خوشی میں شرکت کے لئے ٹھیرے رہے +

ذیل کے احباب نے اس تقریب میں حصہ لیا ۔ جناب ہز ہائنس شاہ ولی خاں صاحب منسٹر افغانستان ۔ ہز ایکسیلنسی ڈاکٹر حافظ عفیفی پاشا منسٹر مصر ۔ ہز ایکسیلنسی ۔ ڈاکٹر اسکر کیلاس منسٹر فارس ۔ میڈم نوری اسفندری ۔ ایم ذوالفقار خاں ۔ افغان کونسلر سیسوٹرس سیڈورس پاشا ۔ لیڈی بلومفیلڈ ۔ اینڈ مسز بیل ہال ۔ سردار اقبال علی شاہ صاحب مع اہلیہ ۔ مسز بوکیفن ہملٹن ۔ مسٹر عبداللہ یوسف علی صاحب ۔ مسٹر حبیب اللہ لوکھو ۔ پروفیسر ہارون لیون ۔ ڈاکٹر زادہ ۔ ڈاکٹر سلامہ ڈاکٹر عبدالمجید ۔ کپتان گورڈن کینن پرتس ۔ کے ایس محمد صادق اینڈ مسز کیلمین +

خادم
خواجہ عبدالغنی سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل لاہور

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ جنوری و فروری سنہ ۱۹۳۱ء

تفصیل آمد	نقشہ نمبر	رقم آمد ہندوستان و انگلستان			تفصیل خرچ	نقشہ نمبر	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان		
		پائی	آنہ	روپیہ			روپیہ	آنہ	پائی
آمد مشن و ریویو و کتب	۱	۰	۲	۹۴۹۲	خرچ مشن و ریویو و کتب در ہندوستان و انگلستان	۳	۱۱	۰۰	۱۰۶۵۲
آمد بذریعہ قرضہ	۲	۰	۵	۲۸۴۶	خرچ رقم قرضہ بذریعہ رونفنڈ اسٹرلنگ	۴	۰	۶	۱۶۸۶
میزان		۰	۷	۱۲۳۳۸	میزان	۰	۱۱	۶	۱۲۳۳۸

دستخط ... سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل لاہور

نقشہ مفصل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو کنندگان در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ جنوری فروری سنہ ۱۹۳۱ء

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۲ ۱/۳۱	۱۴۹۷	از حساب پراویڈنٹ فنڈ و لیسی بل نمبر ۱۰۲	۰	۰	۱۰۰
//	۱۵۰۰	جناب مرزا غلام محمود صاحب ٹمکور مشن	۰	۰	۳
۳ ۱/۳۱	۱۵۰۱	جناب شیخ منہاج الدین صاحب رحیم یار خان مشن	۰	۰	۱۰
//	۱۵۰۳	ر سید محمود صاحب ٹمکور مشن	۰	۰	۱
//	۱۵۰۴	ر ایم امانت محمد صاحب لاہور //	۰	۴	
//	۱۵۰۵	ر مرزا عبدالحق صاحب // //	۰	۴	
//	۱۵۰۶	ر محمد امین صاحب // //		۴	
//	۱۵۰۷	ر محمد وارث خان // //		۴	
۵ ۱/۳۱	۱۵۱۱	جناب فضل الدین صاحب آنیا //	-	۰	۵
۶ ۱/۳۱	۱۵۱۴	ر عبدالحق صاحب گجرات	-	۰	۵
۷ ۱/۳۱	۱۵۱۶	زر قیمت دو کاپی خریداری غرض اشتہار	-	۲	۰
۹ ۱/۳۱	۱۵۱۷	جناب ڈاکٹر ایم اے صوفی صاحب کلکتہ مبلغ ... روپیہ بمد مشن و مبلغ ... روپیہ بمد ریویو	۰	۰	۲۰
۱۳ ۱/۳۱	۱۵۲۷	جناب کے ایس عبدالحلیم صاحب ... مشن	-	۰	۲
۱۴ ۱/۳۱	۱۵۳۳	زر قیمت پرانی ٹائم پیس دفتر مشن	-	۱۲	۰
//	۱۵۳۴	جناب ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	-	-	۱۰
۱۵ ۱/۳۱	۱۵۳۶	ر چودھری نواب دین قاضی	-	-	۲۴
۱۷ ۱/۳۱	۱۵۴۴	جناب امین احمد خان صاحب بانگلڈی مشن	-	-	۲
۱۹ ۱/۳۱	۱۵۴۵	ر عبدالغفار صاحب ... درمقت ...	-	-	۵
۲۰ ۱/۳۱	۱۵۴۸	ر محمد ارشاد علی صاحب عدن کیمپ //	-	۰	۵
۲۱ ۱/۳۱	۱۵۵۱	ر سید نصرت علی صاحب ... //	-	۰	۵
۲۲ ۱/۳۱	۱۵۵۲	ر کرم الٰہی صاحب ہوشیارپور مشن	-	۰	۵
//	۱۵۵۳	ر کے اینچ تیار صاحب ... //	-	-	۱
۲۳ ۱/۳۱	۱۵۵۴	ر منہاج الدین صاحب رحیم یار خان //	-	-	۱۰
۲۶ ۱/۳۱	۱۵۶۵	ر احمد حسین صاحب کانکوری //	-	۰	۱
۲۶ ۱/۳۱	۱۵۶۶	ر غلام محمد دفتری ٹرسٹ لاہور //	-	۸	۰
۲۸ ۱/۳۱	۱۵۷۳	ر قاضی محمد شوکت حسین مراد آباد	-	-	۴
۳۰ ۱/۳۱	۱۵۷۵	ر صبیح الدین صاحب ... //	-	-	۱
۳۱ ۱/۳۱	۱۵۷۶	ر ... صاحب ... //	-	-	۲
۲ ۲/۳۱	۱۵۷۷	ر محمد شریف ... صاحب منصوری //	-	-	۱۲
//	۱۵۸۲	ر محمد نور غنی صاحب ... //		۱۲	۷
۳ ۲/۳۱	۱۵۸۳	ر محمد امین صاحب لاہور	۰	۴	-
//	۱۵۸۴	ر امانت محمد صاحب // //	۰	۴	-
۴ ۲/۳۱	۱۵۹۰	ر محبوب ... صاحب ... //	-	۰	۱
//	۱۶۰۲	ر عبدالحق صاحب ... //	۰	۴	۰

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۵ ۲/۳۱	۱۶۰۳	جناب عبدالحق صاحب گجرات مشن	-	-	۵
	۱۶۰۴	ر ایس محمود صاحب ... //	-	-	۱
	۱۶۰۵	ر شیخ احمد حسین صاحب ... //	-	-	۱
	۱۶۰۷	ر محمد عبدالحمید صاحب // //	-	-	۱
۶ ۲/۳۱	۱۶۱۴	ر حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ ... بمد مشن مبلغ ... بمد ریویو	-	-	۲۰
۷ ۲/۳۱	۱۶۲۱	ر ڈاکٹر ایم اے صوفی صاحب کلکتہ ... بمد ریویو مبلغ ... بمد مشن	۰	-	۲۰
۹ ۲/۳۱	۱۶۴۴	ر سید محبوب علی صاحب ... مشن	-	-	۲۴
//	۱۶۴۵	ر حضور نواب صاحب بھوپال مبلغ ۱۵۰۰ بمد ریویو مبلغ ۱۵۰۰ روپیہ بمد مشن	۰	-	۳۰۰۰
۱۰ ۲/۳۱	۱۶۷۸	جناب شیخ کرم الٰہی صاحب قریشی ہوشیارپور بمد مشن	-	۰	۵
۱۱ ۲/۳۱	۱۶۸۴	آمدہ وصول از ووکنگ بابت ماہ نومبر ۱۹۳۰ء بحوالہ آر آر نمبر (ووکنگ) ۸۴۱۱ تا نمبر ۸۴۵۳ ۲/۱۴/۶۳ پونڈ و بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء بحوالہ آر آر نمبر (ووکنگ) ۸۴۵۴ تا نمبر ۸۴۹۲ ۷/۱۴/۷۳ پونڈ ۱۳/۵/۴ ۸۶ روپیہ ۶۳ پونڈ ... بمد مشن ... بمد ریویو	۵	۱۳	۸۶۴
	۱۷۴۱	رقم وصولہ از مولوی عبدالمجید صاحب ووکنگ کیونکہ یہ رقم غلطی کی وجہ سے ... بحوالہ آر آر نمبر ۱۰۴۶۶ ... یعنی ۱۳/۵/۳ روپے	۵	۱۳	۴
	۱۷۴۲	رقم ... مولوی عبدالمجید صاحب ووکنگ ... بحوالہ آر آر نمبر ۱۱۹۴ ...	۲	۱۴	۵۶
۱۲ ۲/۳۱	۱۷۵۳	جناب لاور خان صاحب پشاور ۱۲ روپے امداد بابت ماہ مارچ اپریل مئی نصف خان صاحب نصف جناب مولوی غلام حسنین ...	-	-	۱۲
۱۳ ۲/۳۱	۱۶۶۴	جناب قاضی منہاج الدین صاحب ... ہیر بمد مشن	-	۰	۲
	۱۶۷۸	جناب صبیح الدین صاحب ... بمد مشن	-	۰	۱

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ جنوری و فروری ۱۹۳۱ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
	۱۸۹۳	جنابہ طاہرہ بی بی صاحبہ کانپور بمد مشن	۰	۰	۲	۔	۱۸۳۵	از تفصیلات زرریزرو فنڈ (جوازیں نقشہ ۲)	۰	۰	۹۰۰
۶ ۱/۳۱	۱۸۸۸	جناب [illegible] صاحب [illegible]					۱۸۳۶	منجملہ زرریزرو فنڈ (کوالہ نقشہ ۱۵ [illegible])	۰	۹	۲۰۸۴
		لاہور مشن کو بھیج			۵	۱۲ ۲/۳۱	۱۸۳۰	[illegible] مسٹر [illegible] مرسلہ لاہور مشن	۰	۱	۰
۱۰ ۲/۳۱	۱۸۱۵	جناب [illegible] صاحب [illegible]					۱۸۳۰	جناب ڈاکٹر [illegible] صاحب یانگلاڈی مشن	-	-	۳
		مشن [illegible]	-	۸	۲۷		۱۸۴۹	چودھری [illegible] صاحب [illegible] بمد مشن	-	-	۱۰
		رسالہ [illegible]				۲۲ ۲/۳۱	۱۸۲۶	جناب محمد امیر حسن صاحب کانوی	-	-	۲
۔	۱۰۹۰	جناب سید محمد [illegible] صاحب [illegible] بمد مشن	-	۰	۲	۲۴ ۲/۳۱	۱۸۶۴	حاجی احمد صاحب رنگون	-	-	۶
۔	۱۸۹۱	ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور	-	-	۱۰		۱۸۶۲	محبوب صاحب بیلی بمد مشن	۰	-	۱
	۱۰۹۲	عبدالحمید صاحب ناگپور	-	-	۱	۲۰ ۲/۳۱	۱۸۶۳	قاضی منہاج الدین صاحب [illegible]	۰	۰	۲
۱۰ ۲/۳۱	۱۸۹۹	[illegible] عبدالحلیم صاحب بنارس	-	-	۳	۲۱ ۲/۳۱	۱۸۶۵	فضل الدین احمد صاحب بھوپال	۰	۱۲	۲
۔	۱۹۰۰	جناب محمد ارشاد علی صاحب [illegible]	-	۰	۵			بسلسلہ [illegible] رسالہ [illegible] اسلام			
۔	۱۹۰۷	شیخ نیاز احمد صاحب [illegible] آباد	-	۰	۲۰			فروخت اسلامک ریویو	۰	۷	۲۱۴۳
۱۹ ۲/۳۱	۱۹۰۸	محبوب [illegible] صاحب بیلی بمد مشن	۰	۰	۱۰			میزان	۰	۲	۹۴۹۳

نقشہ ۲ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت ماہ جنوری و فروری ۱۹۳۱ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۲ ۱/۳۱	۹۰	جناب عبدالرحمن احمد صاحب سیدپورا (قیمت تمدن اسلام)	-	-	۲		۱۱۵	جناب محمد صاحب لاہور	-	-	۱۰
۔	۹۱	ایچ [illegible] صاحب علی گڑھ	۰	۰	۱۰۰		۱۱۶	جناب عبدالرحیم صاحب [illegible]	-	-	۵۰
۔	۹۲	الیف ڈی [illegible]	۰	۰	۱۵	۱۸ ۲/۳۱	۱۱۷	مسعود الحسن صاحب رامپور	-	۰	۱۰
۷ ۲/۳۱	۹۳	سلطان حسن خان صاحب علیگڈھ (زکوۃ)	۰	۰	۲۵		۱۱۸	عبدالوہاب خان صاحب شاہ آباد	-	-	۵
۱۰ ۲/۳۱	۹۴	علی محمد خان صاحب [illegible] (زکوۃ)	-	۰	۵۰	۲۱ ۲/۳۱	۱۱۹	زبیدالدین خان صاحب شاہجہانپور (تمدن اسلام)	-	۰	۲
۱۷ ۲/۳۱	۹۵	فضل [illegible] صاحب [illegible]	-	۰	۱۰	۲۳ ۲/۳۱	۱۲۰	منافع سرمایہ محفوظ [illegible]	-	-	۱۱۲۵
۲۲ ۲/۳۱	۹۶	چودھری فتح دین صاحب [illegible]	-	۰	۳۰			۲۵ روپے (انشورنس سیونگ نمبر ۱۰۴۷) [illegible]			
۳۰ ۳/۳۱	۹۶	ڈاکٹر برکت علی صاحب [illegible]	-	۰	۱۰	۱۴ ۲/۳۱	۱۲۱	جناب شفاعت احمد صاحب [illegible]	-	۰	۲۵
۳۱ ۱/۳۱	۹۷	شیخ محبوب الٰہی صاحب لائلپور	۰	-	۵		۱۲۲	فاطمہ بیگم صاحبہ لاہور	-	۸	۱
	۹۸	حمید اللہ خان صاحب [illegible]	۰	۰	۱۰		۱۲۳	خلیفہ عبدالرشید صاحب لاہور	۰	۱۲	۱
۲ ۲/۳۱	۹۹	ایس اے ظفر صاحب [illegible]	-	۰	۵	۔	۱۲۴	بذریعہ جناب احمد صاحب صمد [illegible]	۰	۷	۲۷
	۱۰۰	عبدالوہاب صاحب [illegible]	-	۸	۲			صاحبان احمد آباد [illegible]			
۷ ۲/۳۱	۱۰۱	محمد نسیم اللہ صاحب باندہ	-	۰	۵			۱- جناب حاجی غلام مصطفٰے صاحب			
۔	۱۰۲	مولوی ممتاز الدین احمد صاحب کھلنا	-	-	۳۰			غلام رسول صاحب احمد آباد [illegible]			
۹ ۲/۳۱	۱۰۳	ایس ایم [illegible] صاحب [illegible]	-	-	۳۰			۲- جناب محمد حسین حاجی رجب بھائی [illegible]			
۔	۱۰۴	[illegible] عبدالحی صاحب [illegible]	-	۰	۲۵			[illegible]			
۔	۱۰۵	آنریبل [illegible] سلیمان صاحب الہ آباد	-	۴	۱			۳- غلام رسول عبدالکریم صاحب [illegible]			
۔	۱۰۶	اے ایس سعید صاحب مدراس	۰	-	۱۵			۴- جناب ابراہیم [illegible] صاحب [illegible]			
۱۰ ۲/۳۱	۱۰۷	محمد سمیع صاحب حیدرآباد	۰	۰	۴	۔	۱۲۵	جناب ریاض الحق صاحب [illegible]	۰	۲	۵
۱۱ ۲/۳۱	۱۰۸	اے سعید خان صاحب بجنور	-	-	۱۰	۔	۱۲۶	ایس ایم حبیب صاحب [illegible]	۰	۰	۳
۔	۱۰۹	یوسف احمد صاحب رنگون	-	۰	۱۰		۱۲۷	سعادت علی خان صاحب رامپور (تمدن اسلام)	-	۰	۵
۱۰ ۲/۳۱	۱۱۰	عبدالشہید خان صاحب پونہ	-	۰	۲۵		۱۲۸	عبدالشہید خان صاحب پونہ	-	۰	۱۰
۔	۱۱۱	[illegible] صلاح الدین صاحب [illegible]	-	۱۲	۸		۱۲۹	ضمیر الدین صاحب [illegible]	-	۰	۵
۶ ۲/۳۰	۱۱۲	سعید الدین حیدر صاحب [illegible]	-	-	۱۰		۱۳۰	محمد خان صاحب [illegible]	۰	۰	۵
۔	۱۱۳	ایم سمیع صدیقی صاحب حیدرآباد	-	۲	۱۴		۱۳۱	عبدالرحیم صاحب [illegible]	-	-	۵
۔	۱۱۴	فروخت نبی کامل یک جلد	-	۰	۲		۱۳۲	چودھری [illegible] محمد خان صاحب [illegible]	۰	۲	۳
							۱۳۳	مشتاق محمد صاحب بھوپال	۰	[illegible]	۰
								میزان	۰	۵	۱۴۴۶

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو و کتب درسندن و انگلستان ۱۲ بابت ماہ جنوری فروری ۱۹۳۱ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
٢ 1/31	١٩٨	تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء بمع بونس و پراویڈنٹ فنڈ - -	-	٦	٧٠١
٦ 1/31	١٩٩	بل امپرسٹ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- ۱- محصول (بحوالہ رجسٹر ڈاک بہی از نمبر ۳۸۱۴ تا نمبر ۲۳۳۴ ۷) ۱۰-۱۳-۷ روپے ۲- تنخواہ مہترانی بابت ماہ نومبر ۱۹۳۰ء عہ ۳- سٹیشنری :- سیاہی ۱۲/ - سیاہ پنسل ۲/ = ۱۴/ ۴- تار ۱۲/ ۵- طباعت - کاغذ وغیرہ بہ تفصیل ذیل دفتری برائے جلد سازی اپیل تعداد ۵۶۸۰ - ۳/ٖ کاغذ ایک رم اور چار کارڈ بورڈ ۹/ - طائپ کا عرصہ ۸/ کریفٹ پیپر ایک رم ۱۲/ میزان ۶ - ۶ - ۲۱ روپے ۶- موسمی اخراجات کوئلہ عہ ۷- متفرق اخراجات ذیل :- گجراتی اپیل کا محصول ریل ۴/ - کرایہ تانگہ ۲/ - گوند ۹ پائی یا ٹپ ۵ میزان ۱۱/ ۸- کتب خریدکردہ از مسلم بک سوسائٹی برائے مفت تقسیم عہ	٠	-	١٠٠
١٢ 1/31	٢٠٠	ملٹری اینڈ کمرشل پریس لاہور برائے طباعت کمپوزنگ و جلد سازی اپیل ٹرسٹ (حوالہ نمبر ۲۹۴۳) ملٹری پریس ۸۰۰۰ کاپی	٠	٠	١٩٠
٢١ 1/31	٢٠١	سفر خرچ اسسٹنٹ امام مسجد ووکنگ از بردوان تا لاہور برائے روانگی ووکنگ	٠	٠	٣٢
٢٤ 1/31	٢٠٢	بل امپرسٹ برائے دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- (۱) سوتری ۴/ (۲) محصول ڈاک (۳) دو عدد ڈائری ۴/ (۴) بوری ۴/ (۵) ریلوے محصول ملٹی اسلامک ریویو ۶/ (۶) ملٹری اینڈ کمرشل پریس لاہور برائے تین رجسٹر - کیش بک - لیجر ایسٹ سٹیٹ رجسٹر (۷) اپن پرنٹنگ پریس لاہور برائے طباعت ۲۰۰۷۵ لفافہ جات ٹرسٹ (۸) رقم جو چودھری غلام قادر حسن صاحب کی فرمائش مسلم بک سوسائٹی کو واپس دی گئی (۹) کرایہ دفتر برائے دسمبر ۱۹۳۰ء (۱۰) کوئلہ برائے دفتر ۴/ (۱۱) دفتری برائے تیار کردگی ۵۶۸۰ لفافہ جات (۱۲) تار وغیرہ (۱۳) ایک بوتل گوند ۵/ (۱۴) کھونٹیاں برائے استعمال دفتر ۱/ (۱۵) گوند ۸/	٠	٠	٩٠
٢٨ 1/31	٢٠٣	میسرز دیت پنچیتی احمد آباد برائے طباعت گجراتی اپیل تعداد ... احوالہ بل ۴/F مورخہ 12/30 16	-	١٢	٣٥
″	٢٠٤	امپرسٹ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :- (۱) ایک بوتل سیاہی (۲) بیرنگ لفافہ ۲/ (۳) تنخواہ مہترانی بابت ماہ دسمبر ۱۹۳۰ء (۴) آل انڈیا ریلوے براڈ شاہ (۵) محصول ڈاک دفتر از نمبر ۴۳۶۱ تا ۴۴۸۷ رجسٹر ڈاک بہی (۶) پرنٹل اسسٹنٹ جناب پریزیڈنٹ صاحب ٹرسٹ (۷) دفتری بابت جلد سازی ... ۱۰ جلد تمدن اسلام (۸) دفتری بابت جلد سازی بینک بک ۲/ (۹) سرخ پنسل برائے استعمال دفتر ۲/	٠	٠	١٠٠
٩ 2/31	٢٠٥	جناب خلیفہ عبدالمجید صاحب سابق سفیر مسلم مشن ووکنگ بحوالہ ریزولیوشن نمبر ۱۳ مجلس منتظمہ بابت تنخواہ	٠	٣	٦٨٢
″	٢٠٦	ملٹری اینڈ کمرشل پریس لاہور بابت تیار کردگی رجسٹرات دفتر	٠	٤	٣٤
١٠ 2/31	٢٠٧	بحوالہ ووکنگ بل نمبر ۳۵، ۴۴، ۴۱، ۳۰، ۴۲، ۴۳، ۳۹، ۴۴، اور ۴۵ تنخواہ عملہ ووکنگ بابت ماہ اکتوبر نومبر دسمبر ۱۹۳۰ء سفر خرچ در نومبر دسمبر کتب خریدکردہ برائے فروخت اور دیگر متفرق اخراجات در ماہ نومبر دسمبر ۱۹۳۰ء ۱۱ - ۹ - ۲۲۳ پونڈ	٠	١٤	٢٩٩١
	٢٠٨	بحوالہ ووکنگ بل نمبر ۳۶ مرمت ڈرائنگ روم و بحوالہ ووکنگ بل نمبر ۴۷ (۱۹۲۹) برائے پروف ریڈنگ	٥	٩	٤٢٧
	٢٠٩	بحوالہ ووکنگ بل نمبر ۲۷۱۹۳، ۲۶۵۹۰، ۲۸۸۶، ۲۰۵۰۸ میسرز ان برادرس بابت طباعت اسلامک ریویو بابت ماہ اکتوبر نومبر دسمبر ۱۹۳۰ء و جنوری ۱۹۳۱ء ۲ - ۱۲ - ۱۴۷ پونڈ	١٠	١٣	١٠٠٢

نقشہ ۳ تفصیل خرچ مسلم مشن و اسلامک ریویو و کتب در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ جنوری فروری سنہ ۱۹۳۱ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
	۲۱۰	امپرسٹ برائے دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- محصول ڈاک از ڈاک بک نمبر ۵۴۵ تا ۲۷۷۸ ... متفرق اخراجات (کوئلہ برائے دفتر) ... تاریں ۵ ... کرایہ تانگہ ... تار و ٹکٹوں کی صندوقچی ... دفتری جلد سازی ... دفتری برائے جلد سازی ایک رجسٹر و ایک کتاب ... گوند اور سوتلی ... میسرز سیکو آرٹ پریس برائے بلاک سازی (موسومہ مولانا ... ووکنگ) ... محمد دین کاتب برائے کتابت اپیل فارسی ... کرافٹ پیپر برائے استعمال دفتر	۰	۰۰	۱۰۰
	۲۱۱	بنک کی وضع کردہ رقم متعلقہ ... وغیرہ برائے ترسیل رقم ۰/۰/۲۳۶ پونڈ بہ ووکنگ بھیجی گئی مورخہ ۱۰/۲/۳۱	۰	۰	۱۰
۱۸/۲/۳۱	۲۱۲	امپرسٹ برائے دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- ایک رم کاغذ برائے طباعت اپیل فارسی ... رجسٹریشن فیس ... اسلام ... کرایہ تانگہ ... کوئلہ برائے دفتر ... سٹیشنری (کارڈ ... کارڈ بورڈ ۵ ... کتاب ...) محصول ڈاک برائے دفتر ... (بحوالہ نمبر ۷۹۰ تا ۵۰۶۰ مورخہ ۱۶/۲/۳۱)	۰	۰	۱۰۰
۱۸/۲/۳۱	۲۱۳	رقم ... چودھری آفتاب الدین احمد صاحب کی تنخواہ میں ... بمقام ... روانہ کی گئی	۰	۰	۸۰
۱۸/۲/۳۱	۲۱۴	رقم پیشگی چودھری آفتاب الدین احمد صاحب ... ریزولیوشن ... مورخہ ... مجلس منتظمہ برائے کرایہ جہاز از بمبئی تا لندن ...	۰	۰	۹۰۰
۱۸/۲/۳۱	۲۱۵	بل تنخواہ عملہ لاہور بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء:-	۰	۶	۷۸۴
۲۴/۲/۳۱	۲۱۶	امپرسٹ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:- کرایہ دفتر بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء ... تنخواہ مہتر بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۱ء ... محصول ڈاک دفتر از ڈاک نمبر ۵۰۷۲ تا ۵۱۶۲ ... ۲۰ روپے - قیمت ... کلکتہ آرٹ پرنٹنگ پریس لاہور بحوالہ بل ... کرایہ تانگہ ... میسرز ملک پرنٹنگ پریس لاہور بحوالہ بل پریس نمبر ۲۴۳ بابت طباعت ... لفافہ جات ... میسرز ملک پرنٹنگ پریس لاہور بحوالہ بل پریس نمبر ۲۴۱ بابت طباعت اپیل ... سیاہی کی بوتل ...			۱۶۰
۲۶/۲/۳۱	۲۱۷	تنخواہ عملہ ووکنگ بابت ماہ اکتوبر و نومبر سنہ ۱۹۳۰ء ۶۲۶ پونڈ ۱۱/۱۸/۸ پونڈ ... جنوری سنہ ۱۹۳۱ء وضع کر لئے گئے ہیں اور بقایا ۰/۰/۳ پونڈ بذریعہ پوسٹل آرڈر بھیجے گئے - یہ رقم مارچ سنہ ۱۹۳۱ء کی آمد میں مشتہر ہوگی	۸	۱۰	۸۲۶
	۲۱۸	میسرز دین احمد آباد برائے طباعت ... ۱ فارورڈنگ لیٹرز متعلقہ اپیل گجراتی بحوالہ بل نمبر F/19 مورخہ ۱/۲/۳۱	۰	۱۲	۷
	۲۱۹	پیشگی رقم بطور قرضہ چودھری آفتاب الدین احمد صاحب کو بحوالہ ریزولیوشن ... مجلس منتظمہ ... ساز و سامان ... جس کی واپسی بہ اقساط ہوگی	۰	۰	۱۵۰
	۲۲۰	امپرسٹ لاہور آفس بہ تفصیل ذیل:- ... آرڈر نمبر ۱۵۵ ... ووکنگ ... پوسٹل آرڈر ... محصول ڈاک برائے دفتر ... اشتہار اسلامک ریویو در انقلاب اخبار ... اجرت اشتہار اسلامک ریویو ... اجرت مترجم فارسی اپیل ... ایک رم کاغذ ... اسلامک ریویو ... مینیجر مسلم بک سوسائٹی ... میسرز ملک پرنٹنگ پریس لاہور بحوالہ نمبر بل ۲۵۱ مبلغ ۱۰ روپے	۰	۰	۱۰۰
	۲۲۱	ایکسچینج چارجز ان چیکوں پر جو ڈرافٹ ... مورخہ ۲۳/۲ بھیجے گئے	۰	۶	-
		میزان	۱۱	۰	۱۰۹۵۲

نقشہ ۴ تفصیل خرچ ریزرو فنڈ

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۲۰/۱/۳۱	۴	زر بند بحساب جاریہ ٹرسٹ حوالہ بل نمبر ۲۱۴ بحکم جناب پریذیڈنٹ صاحب ٹرسٹ	۰	۰	۹۰۰
۲/۳۱	۵	زر بند بحساب جاریہ ٹرسٹ حوالہ بل نمبر ۲۱۵ بحکم جناب پریذیڈنٹ صاحب ٹرسٹ	۰	۶	۷۸۶
		نوٹ: ... سکرٹری — میزان	۰	۶	۱۶۸۶

تمدنِ اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک کتاب لکھنی شروع فرمادی ہے جس میں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کریں گے جس سے ظاہر ہوگا کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ جاوید مذہب ہے۔ جو دُنیا کو مصائب حاضرہ سے بچا سکتا ہے۔ محترم و مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گذشتہ سترہ سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے ہمیں امید کامل ہے کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دل میں کھب جائیگی اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک ولولہ انگیز فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور ان کے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائیں گے۔ یہ کتاب اُن کے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کردیگی جس سے انشاء اللہ حسب دلخواہ شاندار نتائج مرتب ہوں ہمیں یقین کامل ہے کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں۔ اور جس کا اُردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے اہل مغرب و دیگر متلاشیان مذہب حقہ کو قائل کردیں گے کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو۔

لپنے نتائج تبلیغ میں دو بینظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا یعنی

ینابیع المسیحیت و نبوۃ کاظہور اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن میں سے اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا۔ تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی۔ یعنی ینابیع المسیحیت نے یہ ثابت کردیا کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ جیسے خدا تثلیث۔ الوہیت و کفارہ مسیح ان میں ایک بھی ایسی قسم نہیں

وہ عشائے ربانی ڈنر جو اسے سکرامنٹ ایسا ہی ان کا ایک بھی تہوار مثلاً کرسمس ۔ ایسٹر
گڈ فرائیڈے وغیرہ جو سب کے سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب کفریات میں ہو بہو موجود تھے
حتیٰ کہ جناب مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسا نے تجویز کئے ہوئے ہیں اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب
مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے ۔ اور وہ الفاظ بھی ان
ہی کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں گویا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہے یہ یہ سب ہے ۔ کہ
یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے ۔ اور جو آج سات برس تک لاجواب ہے ہیں وہ عیسائیوں
کو اپنے مذہب سے بیزار کرنے کے لئے کافی تھے چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا ۔ اس ابتدائی کتاب کے بعد فاضل
مصنف نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمد عربی کو پیش کیا جائے چنانچہ آپ نے انگریزی میں ایک
کتاب آئیڈیل پرافٹ لکھی جس نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرایہ میں پیش کیا ہم کہہ
سکتے ہیں کہ مصنف کی ان دو کتابوں سے جو نتائج پیدا ہوئے ہیں وہ شاید ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں
دو صد سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے ۔ دراصل ان ہی دو کتابوں نے مصنف کو تعلیم
قرآن پر ایک کتاب لکھنے کے لئے مجبور کیا جو اب **تمدن اسلام** کی شکل میں پیش ہوئی ہے یہ تینوں کتابیں
اس قابل ہیں کہ کوئی مسلم گھرانہ ان سے خالی نہ ہو ۔ ان کے مطالب تو خود بخود اپنی علو شان ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ کتابیں
اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی و اردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے کہ شروع
کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا یہ اشتہاری لفاظی نہیں ۔ اس کا ثبوت اسی کتاب **تمدن اسلام**
سے مل سکتا ہے ۔ لکھائی چھپائی تقطیع ۔ کاغذ جم سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں ۔ پھر ان سب باتوں
کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے ۔ جو حسب ذیل ہے ۔

ینابیع المسیحیت	**نبوت کا ظہور اتم**	**تمدن اسلام**
عہ	عہ	حصہ اول للعمہ حصہ دوم عمہ

ذیل کے پتے سے سب کتابیں مل سکتی ہیں ۔

مسلم بک سوسائٹی ۔ عزیز منزل ۔ برانڈرتھ روڈ ۔ لاہور

مثلاً عشائے ربانی دیگر اجزائے سکرامنٹ ایسا ہی ان کا بھی تہوار مثلاً کرسمس ایسٹر گڈ فرائڈے وغیرہ جو سب کے سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب کفریات میں ہو بہو موجود تھے حتیٰ کہ جناب مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کئے ہوئے ہیں اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی ان ہی کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گویا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہے۔ یہ بدیہہ ہے کہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ اور جو آج سات برس تک لاجواب رہے ہیں وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنے کیلئے کافی تھے۔ چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا۔ اس انہدام کتاب کے بعد فاضل مصنف نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمد عربی کو کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے انگریزی میں ایک کتاب آئیڈیل پرافٹ لکھی جس نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں پیش کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کئے ہیں وہ شاید ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں۔ دو صد سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ دراصل ان ہی دو کتابوں نے مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک لکھنے کے لئے مجبور کیا۔ جو اب تمدن اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہے۔ یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں کہ کوئی مسلم گھر ان سے خالی نہ ہو۔ ان کے مطالب تو خود بخود اپنی علو شان ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ کتابیں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی و اردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے کہ شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ اشتہاری لفاظی نہیں۔ اس کا ثبوت اسی کتاب تمدن اسلام سے مل سکتا ہے۔ لکھائی چھپائی بڑی تقطیع۔ کاغذ حجم سب سے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

ینابیع المسیحیت	نبوت کا ظہور اتم	تمدن اسلام
عہ	عا	حصہ اول عہ حصہ دوم عہ

ذیل کے پتہ سے سب کتابیں مل سکتی ہیں۔

مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

تمدّن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک کتاب لکھنی شروع فرمادی ہے جس میں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کریں گے جس سے ظاہر ہوگا کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ جاوید مذہب ہے جو دنیا کو مصائب حاضرہ سے بچا سکتا ہے۔ محترم و مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گذشتہ سترہ سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے ہمیں امید کامل ہے کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دل میں گھر کر جائیگی اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک رواداری فضا پیدا ہو جائیگی اور ان کے دل محبت اسلام سے معمور ہو جائیں گے۔ یہ کتاب ان کے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی دلچسپی پیدا کر دیگی جس سے انشاءاللہ حسب دلخواہ شاندار نتائج مرتب ہوں۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں، اور جس کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے اہل مغرب و دیگر متلاشیان مذہب حقہ کو قائل کر دیں گے کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو۔

اپنے نتائج تبلیغ میں دو بے نظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر آمادہ کیا یعنی

ینابیع المسیحیت و نبوۃ کا ظہور اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن میں سے اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی۔ اگر ینابیع المسیحیت نے یہ ثابت کر دیا کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت۔ الوہیت و کفارہ مسیح ان پر ایک بھی ایسی قوم نہیں

استحقاق سے زیادہ دو۔ بلکہ اگر وہ مستحق بھی نہ ہو۔ تو بھی ان کی طرف دستِ سخاوت دراز کرو۔ اور میں یہ لکھ چکا ہوں۔ کہ سخاوت کے معاملہ میں قرآن نے قومیت کے لحاظ کی اجازت نہیں دی۔ ایک مسلم کو ہر ایک کے ساتھ یکساں برتاؤ کرنا چاہئیے۔ اس موقعہ پر قرآن نے سخاوت کے ایک ایسے مقام کو فرمایا۔ کہ جس سے بڑھ کر آگے کوئی مقام نظر نہیں آیا۔ علے العموم نیکی کا محرک یا تو کوئی صلبی تعلق ہوتا ہے۔ یا طلب شکرگذاری لیکن قرآن تو چاہتا ہے۔ کہ ہم غیروں سے اس طرح نیکی کریں جس طرح ہم اپنے اقرباء کیا کرتے ہیں۔ نیکی کے ان تین درجات کے مقابل جن تین بدیوں سے بچنے کا حکم دیا ہے۔ ان کو دیکھتے ہوئے میری نگاہ میں دنیا کے کسی تعزیری قانون کی کوئی ایسی دفعہ نظر نہیں آتی۔ کہ جن پر یہ تین باتیں حاوی نہ ہوں۔ ان میں سے پہلی یہ ہے۔ کہ تم ان فواحش سے بچو جن سے تمہارے نفس تمہاری ذات تمہاری دولت جائداد اور تمہاری شہرت کو نقصان پہنچے۔ دوم ان افعال سے بچو جن سے دوسروں کے انہی تین حقوق کا انکار (منکر) ہوتا ہو۔ یعنی جن سے کسی دوسرے کی جان، مال یا شہرت کو نقصان پہنچے۔ تیسرا یہ۔ کہ قانون جاریہ کی مخالفت نہ کرو۔ ہاں اگر وہ خلاف عدل ہوں تو اسکے نفاذ سے اجتناب کرو +

[illegible]

کو عقل و حکمت کی کسوٹی پر نہ پرکھا جائے۔ اور اس طرح ہم ایک صحیح نتیجہ پر آجائیں بالفرض ہم مسلمان تناسخ کو نہیں مانتے لیکن بعض وید کے شارحین بھی اس مسئلہ کو وید سے نہیں نکال سکتے۔ ایسے مسائل پر ضد کیوں کی جائے۔ اُن کے فیصلہ کرنے میں کیوں وہی راہ اختیار نہ کی جائے۔ جو قرآن کریم نے تبلیغ مذہب کے لئے ہدایت فرمائی ہے یعنی اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ۔ یعنی دینی معاملات میں لوگوں کو عقل و حکمت کی بنیاد پر دعوت دینی چاہیے۔ جو بات اُن سے کہی جائے اُس کے ثبوت میں عقلی دلائل دیئے جائیں۔ اور جو کچھ بطور نصیحت و وعظ کہا جائے۔ وہ نہایت ہی خوبصورت رنگ میں ہو۔ ہاں فریق ثانی سے مباحثہ کی نوبت آجائے۔ تو مباحثہ بھی خوبصورت اور احسن طریق پر ہونا چاہیئے۔ اختلاف کا ہونا تو ایک طبعی بات ہے۔ پھر اگر کوئی اختلافی امر ایسے طریق پر طے ہوسکے۔ تو مذہبی فسادات کہاں رہ سکتے ہیں۔ اور بالفرض اگر اختلاف قائم بھی رہے۔ تو وہ تو صرف چند باتیں ہیں۔ باقی اخلاق تمدن۔ اور سوشل امور میں تو سب کی تعلیمات قریب قریب ایک دوسرے کی مؤید ہے۔ لہٰذا یہ سمجھ نہیں آتی۔ کہ فساد کیوں ہو۔ اگر یہ مسلم سپرٹ ہر فرد انسان میں پیدا ہو۔ اور اگر یہ سپرٹ ایک بہترین سپرٹ ہے۔ تو ہمیں کیوں کہا جاتا ہے۔ کہ ہم اپنے اس مذہب کو ایک حقیقت ثانویہ دیں جس نے محبت و آشتی کی یہ روح پیدا کی۔ حتٰے کہ اسی مذہب کی تعلیم ہے کہ اختلاف رائے ہر ایک انسان کا پیدائشی حق ہے۔ اور یہ جب فساد نہیں

کسی نہ کسی بزرگ انسان کا دیا ہوا ہوتا ہے۔ لہٰذا در اصل اگر مذہب باعثِ تشتت و نفاق ہو سکتا ہے تو اس سارے نفاق کا موجب اُن مذاہب کے بانی ہوا کئے ہونگے۔ قرآن کریم نے تو ہر ایک مسلمان پر فرض کر دیا ہے کہ وہ اُن بزرگوں میں کبھی کوئی فرق نہ کرے لا نفرق بین احد من رسلہ (سورۂ مائدہ ع۔۴) بلکہ ان سب پر یکساں ایمان لائے۔ خواہ وہ عیسیٰ ہوں یا موسیٰ اور ان سب کے ارشادات کو واجب التعمیل سمجھیں۔ کیونکہ ایمان کے یہی معنے ہیں۔ الغرض یہ بزرگ کسی ملک یا قوم کے ہادی یا نبی ہوں مسلمان کا فرض ہے۔ کہ ان کو اپنا ہی نبی اور ہادی سمجھے۔ جب مجھے کسی قوم کے ہادی کو اپنا ہادی ہی ماننا ہے تو میں اُس کے پیرو سے کس طرح برسرِ پیکار ہو سکتا ہوں۔ ہاں ان بزرگانِ مختلفہ کی تعلیم میں آج ایک اختلافِ عظیم نظر آتا ہے لیکن اس اختلافِ عظیم کی تشریح جو قرآن کریم نے پہلے دن کی۔ وہ آہستہ آہستہ آج کل زمانے نے تسلیم کر لی چنانچہ یہ امر مان لیا گیا ہے۔ کہ مذاہبِ مختلفہ کی مروجہ کتب مقدسہ اس وقت محرف و مبدل ہو چکی ہیں۔ وہ انسانی دستبرد سے بچ نہیں سکیں۔ اگر مذاہب میں اس وقت اختلاف پیدا ہو گیا ہے۔ تو اس کا ذمہ دار خود انسان ہے۔ نہ اُن مذاہب کے منبع۔ وہ تو خدا کی طرف سے صحیح تعلیم لائے جو ایک مسلم کیلئے اپنی اصلی شکل و صورت میں اب بھی واجب التسلیم ہے

۲۵؎ قولوا اٰمنا باللہ وما انزل الینا وما انزل الیٰ ابراھیم و اسمٰعیل و اسحٰق و یعقوب والاسباط وما اوتی موسیٰ و عیسیٰ وما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم و نحن لہ مسلمون (سورہ بقرہ آیت ۱۳۶) ترجمہ:۔ ہم تو اللہ پر ایمان لائے ہیں۔ [illegible] اور قرآن [illegible] اور اسمٰعیل اور ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب اور آلِ یعقوب پر اُترے [illegible] اور موسیٰ اور عیسیٰ کو [illegible] کتاب [illegible] اور جو اور دوسرے پیغمبروں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے ملا اس پر ہم ایمان لائے [illegible] کسی ایک میں بھی کسی طرح کا [illegible] نہیں سمجھتے اور ہم اسی [illegible] کے فرمانبردار ہیں +

ہے۔ اختلاف مذہب پر تو جنگ کرنا قرآن نے قطعاً حرام ٹھیرایا ہے۔ ہاں دوسروں
کے ظلم شدید کے انسداد میں تلوار کے بے نیام کرنے کا حکم قرآن نے ضرور دیا ہے مگر
اس موقعہ پر بھی یہ فرما دیا۔ کہ مخالفت میں جنگ کرنے والی قوم کے مذہبی پیشوا کو کوئی
آزار نہ دینا ہوگا۔ بلکہ خاتمہ جنگ پر مخالف قوم کے جن افراد کی جان بخشی کا حکم دیا۔
اُن میں معلّمانِ دین بھی رکھے گئے +

میں آگے چل کر اسلام کی مذہبی رواداری پر کچھ اور بھی لکھونگا لیکن سردست
میں ان نئے پولیٹیکل معلّموں سے یہ دریافت کرتا ہوں۔ کہ جب اسلام نے غیر مسلموں کے
ساتھ اس قدر وسعت قلب کے ساتھ برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے۔ تو ہمیں کیوں کہا جاتا ہے کہ ہم اپنی
اصلی قومیت کے اظہار سے انکار کریں۔ اور یاد رہے کہ ہماری قومیت ہندی افغانی یا ایرانی نہیں ہماری
قوم کا نام قرآن نے مسلم رکھا ہے۔ اور مسلم تو ایسے خصائل کا مالک ہونا چاہیئے جن
سے قومی امتیازات مٹ جائیں۔ چنانچہ خدائے قرآن نے اس اصول کو مضبوط کرنے
کے لئے یہ بھی فرما دیا۔ کہ اگرچہ مختلف مذاہب میں اس وقت اختلاف پیدا ہو چکا ہے
لیکن یہ سب کے سب مذاہب خدا کی طرف سے ہیں۔ چنانچہ فرمایا۔ لکل قوم ھاد (ہر ایک قوم
کو ہم نے ہادی دیئے) لکل امۃ رسول (ہر امت کو رسول بھیجا گیا) وان من امۃ الا
خلا فیھا نذیر (الفاطر ۳) کوئی انسانی جماعت ایسی نہیں جہاں منذر نہ بھیجا ہو
یہ تو ظاہر ہے۔ کہ مذاہب مختلفہ ہی اس وقت موجب فساد ہو رہے ہیں۔ لیکن ہر ایک مذہب

قرآن کریم نے اس فلسفہ حقہ کی تشریح میں ایک اور لطیف بات فرمائی ہے۔ کان الناس اُمۃ واحدۃ فبعث اللہ النبیین مبشرین ومنذرین و انزل معھم الکتاب۔ بقرہ آیت ۲۱۳ یعنی تم کُل کے کُل انسان ایک ہی جماعت ہو تمہاری ہدایت کے لئے ہم نے رسُول بھیجے۔ وہ کتابیں بھی لائے۔ ہاں اختلاف مزاج کے باعث اختلافات پیدا ہوگئے ہیں۔ والا تم تو ایک کنبہ کے ممبر ہو۔ وما کان الناس الا امۃ واحدۃ فاختلفوا (یُونس آیت ۱۹) اس اختلاف و انحراف کی پاداش میں جو ہم (خدا) چاہینگے۔ وہ حیات بعد الموت میں ہوگا لیکن مُعاملات مذہبی میں تم میں سے ایک کو دوسرے پر کسی قسم کا جبر اکراہ نہ کرنا چاہئے (لا اکراہ فی الدین) اس مُعاملہ میں تو یہانتک رواداری کے لئے حکم دیا۔ کہ تم خواہ کسی مذہب سے تعلق رکھو لیکن دوسرے مذہب کی معابد کی حفاظت کرنا تمہارا فرض ہے یعنی ایک مُسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ ہندو عیسائی یا یہودیوں کی جائے عبادت کی نہ صرف عزّت ہی کرے۔ بلکہ اُن لوگوں سے برسرپیکار ہو۔ جو کسی غیر مذہب کے معبد کے انہدام کی فکر میں ہوں۔ ایک مُسلمان نے تو ہر مذہب کے معبد کی حفاظت میں پولیسمین کا کام دیتا ہے +

اس موقعہ پر اسلام کی ایک اور خصوصیت کا ذکر کردینا بھی ضروری نظر آتا

---

۱ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لھدمت صوامع وبیع وصلوات ومسجد یذکر فیھا اسم اللہ کثیراً (الحج آیت ۴۰) اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ذریعہ سے نہ ہٹاتا رہتا تو یقیناً راہبوں کی کوٹھڑیاں اور گرجے اور عبادتگاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا نام بہت لیا جاتا ہے گرادی جاتیں +

کسی مخالف مذہب کے ساتھ اس دُنیا میں کس کس سلوک کی سفارش کی ہے۔

میں صرف یہ کہتا ہوں۔ کہ قرآن کریم نے صاف اور غیر مُبہم الفاظ میں تعلیم فرمائی ہے۔ کہ ہم مذہبی تخالف کے باعث کسی سے دُشمنی نہ کریں۔ نہ کسی مخالف مذہبی عقیدہ والے سے کسی نفرت کا اظہار کریں۔ اسلامی جنگوں کی وجہ جو قرآن کریم نے فرمائی۔ وہ اشاعتِ مذہب کے لئے تو نہیں۔ بلکہ یہ کہ ہر ایک کو مذہب میں آزادیٔ رائے کا حق ہو۔ اور جو کسی کی اس آزادی میں حارج ہو۔ اور اُسے بہ سختی اپنا ہم مذہب بنانا چاہے۔ اُس کے خلاف جنگ کیا جائے۔ مثلاً اگر کوئی مُسلمان کسی غیر مسلم کو قبولیتِ اسلام پر بہ جبر مجبور کرے۔ تو دوسرے مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اوّل الذکر کے ساتھ غیر مُسلم کی حمایت میں جنگ کرے۔ بلکہ دُنیوی مُعاملات یا اپنے کاروبار میں نیک چلنی امانت اور خُوش مُعاملگی کی تو عزت کریں۔ مگر ان اُمور میں مذہب کو کبھی بیچ میں نہ لائیں۔ مذہب کے مُعاملے کو خُدا پر چھوڑ دیں۔ جائے غور ہے۔ کہ ان حالات میں ایک مُسلمان کسی ہندو یا عیسائی یا سکھ یا کسی اور اہل مذہب سے مذہبی تخالف کے باعث کس طرح بدسلوکی کر سکتا ہے۔ یا اُنھیں بُری نگاہ سے دیکھ سکتا ہے۔ اب اگر کسی کا مُسلمان ہونا اُسے ان وسیع اخلاق کے برتنے پر مجبور کرتا ہے۔ تو اس سے کیوں مطالبہ کیا جاتا ہے۔ کہ وہ پہلے ہندوستانی بنے +

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

کاش ہم ہندوستانی یہی کر گزریں۔ اور ربّ کائنات کو اپنا معبود ٹھیرائیں۔ تو سب پولیٹیکل مشکلات حل ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ان اخلاق کریمانہ میں ایک خلقِ عظیم جس کا ذکر سب سے اوّل قرآن کریم نے بھی کیا۔ اور جس پر نیچر کا ذرّہ ذرّہ شہادت دیتا ہے۔ وہ ربّ العٰلمین ہے۔ یہ وہ صفت ہے۔ کہ جسکے تسلیم کرنے پر مسلمان یا ہندوستانی ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھ سکتا۔ اس دل آزار جملہ کی بجائے کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں۔ اور پھر ہندو یا مسلمان یا عیسائی ہوں۔ اگر ہم عملاً یہ کہیں کہ ہم ربّ العٰلمین کے ماننے والے ہیں۔ تو وہ تفرقات سب کے سب کافور ہو جاتے ہیں۔ جو ہندو کو مسلمان سے یا کسی اور اہلِ ملّت سے جدا کر دیتے ہیں۔ اور کون ہندوستانی ہے۔ جو خدا کو تو مانے اور اسے اس مقدس جملہ کے کہنے سے انکار ہو +

جو انسان اپنا معبود ربّ العالمین (سب کا پالنے والا) کو ٹھیرائے۔ اور اس رنگ میں اس کی عبادت کرے۔ تو اس کی نگاہ میں ہندو مسلمان سید مغل پٹھان ہونا کوئی حقیقت نہیں رکھ سکتا۔ وہ سب کو اپنے برابر سمجھے گا۔ ایسا ہی وہ اس بات پر ایمان نہیں رکھ سکتا۔ کہ نجات اخروی کسی خاص قوم سے مختص ہے۔ اسی طرح ربّ العالمین کا پرستار اپنی تقسیم سخاوت میں قومی امتیازات کو سامنے سے ہٹا دیگا۔ وہ کل نسل انسانی کو خواہ وہ کسی مذہب اور قوم سے تعلّق رکھے مساوات کی نگاہ سے دیکھیگا۔ ان کے ساتھ وہی سلوک کریگا

قرآن کریم نے یہ تعلیم دی۔ کہ سب کی سب نیکیاں جو نسل انسانی کی زیور ہیں۔ وہ اخلاقِ خداوندی ہی کے اظلال و آثار ہیں۔ اس کے بالمقابل جو کچھ فسق و فجور یا ظلم کے رنگ میں کرۂ ارض پر ہو رہا ہے۔ ایسا ہی وہ تعصب اور تنگدلی جو ایک قوم کو دوسری کا دشمن بنا رہی ہے۔ وہ ایک ایک کر کے ان اخلاق کی نقیض ہیں جن کو اخلاق ربّ الکائنات کہا جا سکتا ہے +

ان کا بہترین شارح تو قرآن کریم ہے لیکن اس کے مطالعہ سے تعصّب قومی روکتا ہے۔ اور خود نیچر کے اوراق ان صفات کے بہترین شارح ہیں کیوں ہم سب ہندوستانی موجودہ اختلاف کے دفعیہ کیلئے خالق فطرت کے اخلاق کا صحیفہ فطرت سے مطالعہ کر کے ان کی پیروی کو اپنا مذہب واحد قرار نہ دیں میں پھر نہایت زور سے کہتا ہوں۔ کہ ایک دہریہ بھی ان اخلاق کو اپنا دستور العمل بنانے پر مجبور ہے جس کے مظہر صفحات کائنات ہیں۔ اسمیں نہ صرف انسانی ترقی کا راز ہی مضمر ہے۔ بلکہ اس سے کل موجودہ تنازعات قومی اور ملّی کا خاتمہ بھی ہو سکتا ہے۔ قرآن کریم نے بھی تنازعاتِ مذہبی کو مٹانے اور نسل انسانی کو ایک پلیٹ فارم پر لانے کیلئے یہی راہ اختیار کی ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا الخ ترجمہ۔ آؤ ایسی بات کی طرف رجوع کریں جو ہمارے اور تمہارے درمیان میں یکساں مانی جاتی ہے۔ کہ خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں۔ اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھیرائیں۔

ترجمہ - اور جب ان سے کہا جاتا ہے - کہ جو رزق خُدا نے تمہیں دیا ہے - اُس میں سے
دوسروں کو کھلاؤ پلاؤ تو کافر لوگ مومنوں سے کہتے ہیں - کیا ہم اُن لوگوں کو کھلائیں
جن کو اگر خدا چاہتا تو خود کھلا دیتا +

دل تو چاہتا ہے - کہ اُن تمام بدیوں کو یہاں گن دیا جائے جن میں آج کل
کی کُل دُنیا خواہ وہ کسی مذہب کی پرستار کیوں نہ ہو مُبتلا نظر آتی ہے - اور
جن کا علاج صرف توحید پر مبنی ہے لیکن طوالت کے خوف سے یہاں اُن
باتوں کو نظر انداز کرتا ہوں - عام اخلاق کو چھوڑ کر جن باتوں کا نام ہم نے
اخلاقِ فاضلہ رکھا ہُوا ہے - اور جن کے پیدا ہونے سے ہی ایک انسان حقیقی معنوں
میں انسان بن سکتا ہے مثلاً آزادیٔ رائے آزادیٔ عمل آزادیٔ ضمیر کیریکٹر کو
دولت اور عزّت سے بالاتر سمجھنا سوائے خُدا کے اور کسی سے نہ ڈرنا - اور یہ باتیں
ہی قوم کو قوم بناتی ہیں - مگر یہ سب باتیں خالص موحد ہی میں پیدا ہوسکتی ہیں خواہ
اُس کا مذہب کچھ ہی کیوں نہ ہو - اور ان باتوں کو آج مسلمان بھی چھوڑ بیٹھے
ہیں - ان اُمور میں سے بعض باتوں کا ذکر میں نے توحید پر ایمان کے عنوان
کے نیچے کیا ہے - باقی کا ذکر کسی قدر تفصیل کے ساتھ ... ...
کیا جائیگا - ہاں اس جگہ اجمالاً ایک بات کہتا ہوں - جس
پر وہ لوگ خاص طور سے غور کریں - جو ہمیں یہ تلقین
کرتے ہیں - کہ ہم پہلے ہندوستانی ہیں - اور پھر مسلمان +

ان واقعات کے ہوتے ہوئے۔ اگر بعض حکمائے مغرب، مذہب کے نام تک سے متنفر ہو جائیں۔ اور مذہب کو قتل و غارت انسانی کا ایک بڑا محرک سمجھیں۔ تو بالکل بجا ہیں۔ یہ اعتراض بحیثیت مذہب اسلام پر بھی عاید ہو سکتا ہے لیکن اسلام نے جس واحد لاشریک خدا کی پرستش کا حکم دیا ہے۔ اس کے اخلاق میں بعض ایسی باتیں بھی ہیں کہ وہ نہ صرف انسان کو قتل و غارت ہی سے روکتی ہیں۔ بلکہ ان سے کل نسل انسانی میں ایک اعلیٰ قسم کا اتحاد و اتفاق اور جذبۂ رواداری بہر کیف پیدا ہو سکتا ہے۔ آگے چل کر میں ان امور کی کسی قدر وضاحت کر دونگا +

اب میں شرک کے ایک اور پہلو کو جس کا اثر اخلاق پر ہوتا ہے بیان کرتا ہوں عموماً ایک خدا کے پرستار دوسرے خدا کے پرستاروں کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ وہ کسی محتاج سے محتاج شخص کو جو دوسرے گروہ سے تعلق رکھتا ہو اپنی خیرات کا مستحق نہیں سمجھتے۔ بلکہ ان کے نزدیک تو اس کی مفلوک الحالی انہی عقاید فاسدہ کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جو اس میں پائے جاتے۔ یہ لوگ بڑی طمانیت کے ساتھ ایسے موقعوں پر کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ اگر ہمارا خدا اس سے راضی ہوتا۔ تو اسے کیوں مصیبت میں ڈالتا۔ اور اگر ہم اس کے لئے راحت و آسائش کے سامان مہیا کریں۔ تو گویا خدا کے انتظام میں دخل دینا ہوگا۔ اسی عقیدہ کی طرف خدا نے سورۂ یٰسین میں بالفاظ ذیل اشارہ کیا۔ واذا قیل لھم انفقوا مما رزقکم اللہ قال الذین کفروا للذین امنوا انطعم من لو یشاء اللہ اطعمہ ....

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

کہ کیتھولک کے نزدیک ایک پراٹسٹنٹ اور آخر الذکر کے نزدیک اول الذکر
جہنمی ہے۔ جب کبھی رومن کیتھولک مذہب والے زور میں آئے انہوں نے
پراٹسٹنٹوں کو چن چن کر قتل کیا۔ اسی طرح جب پراٹسٹنٹ برسر اقتدار
ہوئے انہوں نے رومن کیتھولک والوں کے ساتھ وہی برتاؤ کیا حالانکہ
فرق ان میں صرف اتنا ہی ہے۔ کہ پراٹسٹنٹ کلیسا تین خداؤں کو مانتی ہے
اور کیتھولک مریم کو بھی تخت الوہیت پر بٹھاتے ہیں باقی جو امور اختلاف
ہیں یعنی تصویر پرستی یا تقدیس پوپ یا لاطینی زبان کے سوائے کسی اور زبان
میں بائبل کا نہ ہونا وغیرہ وغیرہ یہ سب ضمنی باتیں ہیں۔ پس جس بات نے
کئی صدیوں تک یورپ میں خون کے دریا بہائے۔ وہ شرک کی ایک شکل تھی
اس کا ایک نمونہ گزشتہ جنگ عظیم میں بھی نظر آگیا۔ اہل **بلغاریہ** اگرچہ کیتھولک
تھے۔ تو بلقان کی دوسری ریاستیں کلیسائے یونان کے ماتحت تھیں۔ ایک موقعہ
پر جب آخر الذکر ممالک کے کئی سو قیدی **بلغاریہ** والوں کے سامنے آئے۔ تو
ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو کیتھولک تھے۔ طبعاً بعض افسران فوج بلغاریہ
نے ایسے لوگوں کو **کورٹ مارشل** کے فیصلہ سے بچانا چاہا۔ جب یہ معاملہ ملک
کے اسقف اعظم کے پاس بغرض تصفیہ گیا۔ تو اس نے نہایت متانت کے
ساتھ یہ کہا کہ یہ تحقیق کہ کون کیتھولک ہے۔ اور کون غیر کیتھولک۔ ایک طویل
عرصہ چاہتی ہے۔ لہذا تم سب کو تہ تیغ کر دو۔ ان کی موت پر عالم الغیب خدا ہر ایک کو

لہذا بابل کی روز افزوں دولت نے نئے خدا تجویز کر دئے۔ اور اُن کی پرستش اُسی طریق پر ہونے لگی۔ جیسے **یُونان** میں **مجس** اور **ایران** میں مذہب **مزدکیہ** کے پیرو کیا کرتے تھے۔ جہاں اخلاق صنفی کے بہترین طغرائے امتیاز کو آنِ واحد میں مٹا دیا جاتا تھا +

ان نئے خُداؤں کی پُوجا کرانے کے لئے بھی نئے خُدام ملت پیدا ہو گئے لہذا جو عزّت و حرمت قدیمی خُدّام مذہب کیلئے مخصُوص تھی ۔ اس سے آہستہ آہستہ وہ محروم ہوتے گئے۔ اور ایک عرصہ کے بعد وہ کُل کی کُل عزّت پُجاریوں کے نئے گروہ کی طرف منتقل ہو گئی ۔ اس کا لازمی نتیجہ رقابت، حسد اور دشمنی تھی۔ گویا **بابل** اس وقت دو گروہوں میں منقسم ہو گیا معبد انِ قدیم کے پرستاروں کی عزّت و وقعت جب دن بدن گھٹنے لگی۔ تو انھوں نے **ایرانیوں** سے خُفیہ سازش شروع کی ۔ اور اسی کے ماتحت ایران کا ذُوالقرنین بابل پر حملہ آور ہوا ۔ ملک کی وہ راہیں جن سے ایک بیرونی دشمن آسانی سے بابل میں داخل ہو سکتا تھا۔ ان قدیمی پُجاریوں کو معلوم ہی تھیں ۔ گھر کے بھیدی نے جس طرح لنکا ڈھائی تھی ۔ وہی نقشہ بابل میں پیدا ہو گیا ۔ اور وہاں کی تہذیب کا چند روز میں خاتمہ ہو گیا +

اَور تو اور عیسائیوں کا مذہب گو عیسیٰ کی ایک ہی تعلیم کا نتیجہ ہے لیکن اس کے فرقے صفاتِ الٰہیہ کے متعلق باہم اس قدر اختلاف شدید رکھتے ہیں

قرآن نے لازمی قرار دیئے ہیں۔ اور وہ وہی ہیں جو خالق کائنات کے ہر پرستار میں خواہ اس کا نام نہاد مذہب کچھ ہی ہونے چاہئیں۔ مگر وہ ہی خصائص ہیں جو اس پیش آمدہ پولیٹیکل گتھی کو آسانی سے سلجھا سکتے ہیں +

یہ عصبیت ہندوستان ہی سے مختص نہیں ہے۔ ان اختلافات نے جن کا رونا ہمارے ریفارمرز کو ہے بڑی بڑی قدیمی تہذیبوں کو تباہ کر دیا اور تاریخ [۵۷] اس بات کی شاہد ہے۔ کہ اس اختلاف کا باعث ہر جگہ شرک ہی واقعہ ہوا۔ آج بھی جو مغرب میں ایک متمدن قوم سمجھی جاتی ہے۔ وہ بھی بلائے شرک کی ایک شکل سے برے نتائج بھگت رہی ہے۔ آئرلینڈ کے مصائب کا ذمہ دار اگر شرک نہیں تو اور کیا ہے۔ ایک طرف کیتھولک دوسری طرف پروٹسٹنٹ آگ پانی کی طرح ایک دوسرے کے دشمن بن رہے ہیں۔ حالانکہ دونوں مشرک ہیں لیکن ایک کا شرک دوسرے سے جدا گانہ ہے۔ اس کا علاج اگر اسلامی توحید نہیں تو اور کیا ہے +

تہذیب ہائے قدیمہ میں ایک ممتاز تہذیب اہل بابل کی تھی جب یہ اپنے کمال پر پہنچی تو اس میں تعیشات کے اسباب اور ان کی نئی نئی راہیں بھی پیدا ہو گئیں۔ جن کی اجازت معبودانِ قدیمہ کا مذہب تو دے نہیں سکتا تھا

---

۵۷ سیروا فی الارض فانظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبل کان اکثرھم مشرکین (روم ع ۵) کہ زمین میں چلو پھرو دیکھو کہ ان کا جو پہلے تھے انجام کیسا ہوا۔ ان میں زیادہ مشرک تھے +

[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

بھی دوسروں کو پیدا کر دیتا ہے۔ تو بالکل صحیح ہے چھوت اور اچھوت تو
ایک ادنےٰ مظہر اُس تنفر اور وحشت کا ہے۔ جو یہاں مذہب نے ایک گروہ میں
دوسرے گروہ کے متعلق اُن متضاد الحال اور متضاد الصفات معبودوں کی
طفیل پیدا کر دی ہے۔ جب تک یہ مشرکانہ خیالات اور عقاید جو اس نفرت
اور وحشت کے اصل ذمہ دار ہیں دور نہ ہونگے۔ تب تک مہاتما گاندھی کے
خواب کی تعبیر ملنی ناممکن ہے۔ اس ملک کا زیادہ حصہ تو محض اَن پڑھ ہے۔ یہاں
تو سمجھ کے سمجھے پڑھے بھی اس فلسفے کے سمجھنے کے قابل نہیں۔ کہ وطنیت کو
مذہب پر ترجیح دیتے یا اس نقطے سے۔ کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں۔ اور
پھر فلاں مذہب سے تعلق رکھتا ہوں۔ کیا نتیجہ نکلیگا۔ اس کی لم کے سمجھنے کیلئے
تو بہت ہی روشن اور رمز شناس دماغ کی ضرورت ہے۔ یہ مقولہ تو کروڑہا ہندوستانیوں
کے لئے ایک بے معنی فقرہ ہے۔ ہاں ہندوستانی مذہب کے دلدادہ ہیں۔ اور توحید
کی صفت سے بھی آشنا اور اُس کے قدردان بھی ہوتے جاتے ہیں۔ غرض تو صرف
یہ ہے۔ کہ ہم متحد ہو کر پولیٹیکل مقاصد کیلئے ایکدوسرے کے معاون و مددگار
بن سکیں۔ سو اس امر کے حاصل کرنے کی صورت یہی ہے۔ کہ ہندوستان کے
کُل باشندے خدائے واحد کی پرستش کریں۔ اور اُن مشرکانہ افعال کو جن سے
یہ امتیازات پیدا کرتے ہیں خصوصاً ترک کریں۔ اور خدا تعالیٰ کے ان اخلاق
کی پیروی کریں۔ جو مظاہر قدرت میں جلوہ فرما ہیں۔ اس موقعہ پر اگر میں یہ لکھتا

ہندوستانیوں کو مساوات پر آمادہ کر لینا ایک امر محال ہے جبکہ مغرب کی تعلیم یافتہ مہذب اقوام میں بھی آج تک وہ اسپرٹ پیدا نہیں ہوئی سیاسی مفاد کی وجہ سے لوگ مذہبی امور سے قطع نظر کر سکیں ہندوستانی بیچارہ جس کا اوڑھنا بچھونا ہی مذہب ہے۔ وہ کب ان امتیازات کو چھوڑ سکتا ہے جو مذہب نے یہاں پیدا کر رکھی ہیں۔ مہاتما جی کو اوّل اُن وجوہ پر غور کرنا چاہئیے جنہوں نے سب سے پہلے اچھوت اور اچھوت اقوام پیدا کیں +

آریہ لوگوں کے آنے سے پہلے بھی یہ ملک آباد اور مشرکانہ رنگ میں مختلف معبودوں کا پرستار تھا۔ بالمقابل آریہ قوم بھی اپنے مذہب کی رُو سے خاص قسم کے معبودوں کی پرستار تھی۔ میں یہاں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا کہ وہ موحد تھے یا عناصر پرست مختصراً یہ عرض کرتا ہوں۔ کہ آریوں کے خدا اُن کے صفات یہاں کے اصلی باشندوں کے معبودوں کے صفات سے بالکل متضاد تھے۔ ویدک خدا یا دیوتا حلیم خوش مزاج محبت والے اور شکل و صورت میں حسین اور دلکش نظر آتے ہیں۔ چنانچہ جو مورتیں اُن کی بنائی گئی ہیں وہ نہایت دل لبھانے والی ہیں بالمقابل قدیمی باشندگان ہند کے خداؤں کی تصاویر جس صورت میں کھینچی گئی ہیں۔ وہ نہایت مکروہ اور نظر انسانی کو تکلیف دینے والی ہوتی ہیں۔ چنانچہ اُن کے خداؤں کے رنگ عموماً سیاہ ہیں۔ اگرچہ ویدک مذہب قدیم مذاہب ہند پر غالب آ گیا۔ لیکن اس کے پرستار بھی چونکہ مشرک تھے۔ اس لئے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۸۶۹

نقشہ نمبر ۱ تفصیل آمد ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۱ء

تاریخ	آرڈر نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	آرڈر نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱۱ ۶/۳۱	۱۶۸	حضور نواب صاحب بھوپال بابت قیمت رسالہ	.	.	۵۰	۲۳ ۶/۳۱	۱۹۹	جناب عبد الرشید خان صاحب [illegible] مشن	.	.	۱۰۰
۱۵ ۶/۳۱	۱۷۲	جناب [illegible] صاحب [illegible] بنگلور مشن	.	.	۵		۱۹۷	جناب [illegible] غلام محمد صاحب [illegible] مشن	.	.	۳
	۱۷۳	" ملک محمد علی صاحب [illegible]	.	.	۵		۱۹۸	" محمد علی صاحب [illegible] مشن	-	.	۲
	۱۷۴	" ڈاکٹر غلام محمد صاحب لائل پور مشن	.	-	۱۰	۲۴	۲۰۳	" محبوب خان صاحب [illegible]	.	-	۱
	۱۷۶	" محمد ارشاد علی صاحب [illegible]	.	-	۵		۲۰۴	" قاضی منہاج الدین صاحب [illegible] مشن	.	.	۲
	۱۷۹	" ڈاکٹر اے اکبر خان صاحب [illegible]	.	.	۲	۲۵	۲۰۶	" راجہ حبیب اللہ خان صاحب [illegible] مشن	.	.	۵
۱۷ ۶/۳۱	۱۸۱	" خان بہادر قاضی محمد [illegible] مراد آباد "	-	.	۴		۲۰۷	فروخت ردی پرانا سٹاک رسالہ	.	۶	۲۱
	۱۸۲	" نظام الدین صاحب [illegible] مشن	-	۸	۱	۲۶	۲۱۱	" " "	.	۱۱	.
۱۸ ۶/۳۱	۱۸۴	" اولیس نصر اللہ [illegible] بنگلور بابت قیمت	-	۴	۳	۲۷	۲۱۲	جناب شیخ احمد حسین صاحب [illegible]	.	.	۱
۱۹ "	۱۸۶	" [illegible] صاحب ہوشیار پور مشن	.	.	۵	۱۵	۲۱۵	" کیپٹن [illegible] محمد خان صاحب [illegible] مشن	.	-	۱۵
	۱۸۹	" محمد [illegible] حسن صاحب [illegible]	.	.	۱	۲۹	۲۱۸	" محمد [illegible] صاحب [illegible]	.	۱۴	۷
	۱۹۲	" عبد الحمید صاحب ناگپور مشن	.	.	۱	۳	۲۲۶	" ڈاکٹر برکت علی صاحب [illegible]	.	.	۳۸
	۱۹۳	" صبیح الدین صاحب دہلی "	.	.	۱			فروخت رسالہ اسلامک ریویو	.	۸	۲۶۲
۲۲ "	۱۹۴	" مولوی عبد الرشید صاحب کوئٹہ مشن	.	.	۱۰						
		جناب طاہرہ بی بی صاحبہ کانپور مشن	-	-	۲			میزان کل		۱۴	۷۷۳

نقشہ نمبر ۲ تفصیل آمد ریزرو فنڈ بابت جون سنہ ۱۹۳۱ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۹ ۶/۳۱	۸	جناب قاضی سید علی صاحب عباسی لکھنؤ			۱۰		۱۰	جناب [illegible] محمد [illegible] صاحب [illegible]			۲۰
۱۰ "	۹	M. J. Kaj Esq. Pietermaritzburg Africa		۴	۶۶			میزان	.	۴	۹۶

نقشہ نمبر ۳ تفصیل خرچ ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ در انگلستان و ہندوستان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۱ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ۶/۳۱	۱۶	تنخواہ [illegible] لاہور	.	۲	۸۶۴
	۱۷	بینکنگ امپریسٹ دفتر [illegible]	.	.	۷۵
	۱۸	لاہور دفتر امپریسٹ پریس بل [illegible]	.	.	۱۰۰
۱۰ ۶/۳۱	۱۹	بینکنگ امپریسٹ ووکنگ ۱۰۰ پونڈ	-	۵	۱۳۵۹
۲۰ ۶/۳۱	۲۰	بل امپریسٹ مانسہرہ (واپسی بینکنگ بل نمبر ۱۷) محصول ڈاک [illegible] تار [illegible] سٹیشنری [illegible] محصول [illegible] تنخواہ پرسنل اسسٹنٹ پرنسپل صاحب [illegible]	۹	۶	۵۵
۲۰ ۶/۳۱	۲۲	امپریسٹ دفتر لاہور محصول ڈاک [illegible] تار [illegible] سٹیشنری [illegible] کرایہ دفتر ماہ مئی سنہ ۱۹۳۱ء [illegible] خرچ بجلی [illegible] فرید کتب [illegible] متفرق ۸	.	-	۱۰۰
	۲۳	محصول ڈاک [illegible]	.	۸	.
		میزان کل	۹	۵	۲۵۵۴

سے موسوم کیا جاتا ہے ۔ وہ الہامی انجیل نہیں ہے ۔ موجودہ بائبل چند درولیشوں اور عبدالاغراض اشخاص کی قوت اختراع کا نتیجہ ہے ۔ ستم یہ ہے ۔ کہ اکثر عیسائی اس راز سے آگاہ نہیں ہیں ۔ مثلاً بہت کم نصرانی یہ جانتے ہیں ۔ کہ اصل انجیل عبرانی میں تھی ۔ انگریزی میں نہیں تھی ۔ کس کو معلوم نہیں ۔ کہ عہد نامۂ عتیق کس کے روز قلم کا نتیجہ ہے ۔ یہ ایک حقیقت ہے ۔ کہ جن نفوسِ عالیہ کو ان کا مُصنّف ظاہر کیا جاتا ہے ۔ وہ ان کے مُصنّف نہیں ہیں +

مسلمانوں کا فرض

تاہم مسلمانوں کا فرض ظاہر و باہر ہے ۔ کہ ان کو اس سلسلے میں دو کام کرنے ہیں ایک یہ کہ لوگوں پر یہ ظاہر کر دینا ہے ۔ کہ اُن کی مذہبی کتب میں کیا رد و بدل ہوا ہے ۔ دوسرا کام یہ ہے ۔ کہ مسلمانوں کو اپنے قرآن کریم کی عظمت کا سکہ مخالف و موافق دلوں پر بٹھانا ہے ۔ قرآن کریم کی تعلیم کو ہم اپنے عمل اور قول سے ہی یورپ کے سامنے پیش کر سکتے ہیں +

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۱ء

تفصیل آمد	نمبر	پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر	پائی	آنہ	روپیہ
		رقم آمد ہندوستان و انگلستان					رقم خرچ ہندوستان و انگلستان		
مشن ۔ ریویو و کتب	۱	۰	۱۳	۷۷۳	خرچ ووکنگ مسلم مشن انگلستان لاہور ۔	۳	۹	۹	۲۵۵۴
سرمایہ محفوظا	۲	۰	۴	۹۶					
میزان کل	۰	۰	۱	۸۷۰	میزان خرچ کل	۰	۹	۹	۲۵۵۴

دستخط ۔ فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل لاہور

تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۱ء

نمبر	کوپن نمبر	اسمائے گرامی معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱	۱۳۵	جناب قاضی منہاج الدین صاحب سونی مشن	۰	۰	۲		۱۵۱	جناب محبوب خان صاحب ہسلی ۔ مشن	۰	۰	۲
۲	۱۴۱	جناب عبدالحمید کھیڑی ۔	۰	۰	۱		۱۵۲	" اویس محمود صاحب ہسلی "	۰	۰	۱
	۱۴۲	" احمد حسین صاحب سیالکوٹ " "	۰	۰	۱		۱۵۴	" محمد نواز خمینی صاحب احمد پور "	۰	۱۴	۷
	۱۴۳	" عبدالحق صاحب گجرات "	۰	۰	۵		۱۵۵	" منہاج الدین صاحب علی گڑھ "	۰	۰	۱۰
۴	۱۴۵	" مرزا عبدالحق صاحب لاہور مشن	۰	۴		۹ ۷/۳۱	۱۵۷	" ڈاکٹر ایم ۔ ای صوفی کلکتہ "	۰	۰	۲۰
"		" منشی امانت محمد صاحب " "	۰	۴				" مصطفیٰ کمال پاشا لکھنؤ بک ایجنٹ	۰	۰	۸
		" محمد امین صاحب "	۰	۴				" عبدالکریم صاحب انجینئر ڈیری "	۰	۰	۶۰
		محمد وارث ...									

تو ہمارا فرض ہے۔ کہ مغربی دُنیا کو اس سٹری سے آگاہ کریں۔ میں چاہتا ہوں کہ آیندہ اسلامک ریویو کے نصف صفحات پر آیاتِ قرآنیہ باصرہ نواز ہوں اور میں خوش ہوں۔ کہ فاضل مدیر اگرچہ ان کی صحت ابھی بحال نہیں ہوئی (اللہ انھیں شفائے عاجلہ وکامل مرحمت فرمائے) تاہم آپ ہمیشہ ہی قرآن مجید کی تعلیمات پر خامہ فرسائی کرتے ہیں +

نوٹ ہم بمسرت اس حقیقت کا اظہار کرتے ہیں کہ سنہ ۱۹۲۴ء میں دوکنگ کے قائم مقام امام ہمارے موسوم بالا مضمون نگار ہی تھے۔ اور جس خطبہ کا سنڈے پوسٹ کے نامہ نگار نے تذکرہ کیا ہے۔ وہ آپ ہی نے ارشاد فرمایا تھا۔ آپ نے اختتامِ مضمون پر جو تجویز پیش فرمائی ہے ہم امید کرتے ہیں۔ کہ اسلامک ریویو کو اپنے رشحاتِ عالیہ سے مزین کرنیوالے اربابِ قلم اس کی طرف ضرور ملتفت ہونگے ایڈیٹر اسلامک ریویو۔

انجیل کی اشاعت

برٹش اینڈ فارن بائیبل سوسائٹی کے سالانہ اجلاس منعقدہ مورخہ ۶ مئی سنہ ۳۱ کی صدارت کرتے ہوئے وسکونٹ ہیلشم نے کہا۔ کہ یہ سوسائٹی انجیل کے ترجمہ اور تقسیم پر ۴ لاکھ پونڈ سے زیادہ سرمایہ صرف کررہی ہے۔ اور یہ کہ انجیل کی جو نقول ۶۴۴ زبانوں میں شائع کی گئی ہیں۔ ان کی تعداد ۱۱۸۸۸۲۲۶ ہے۔ ہم مانتے ہیں۔ کہ یہ اعداد و شمار بہت جاذب توجہ ہیں۔ لیکن ہمیں رنج صرف یہ ہے۔ کہ یہ تعداد اور خرچ اس شک و شبہ کا مظہر نہیں ہے۔ جو ہر طالبِ علم تاریخ انجیل کے متعلق رکھتا ہے۔ اعداد تنظیم کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں۔ لیکن کتاب کی قدر و قیمت کو واضح نہیں کرتے۔ جس کی ایک کروڑ ۲۰ لاکھ کی جلدیں گذشتہ سال شائع کی گئی تھیں۔ مسلمانوں کا ایمان ہے۔ کہ انجیل الہامی کتاب تھی۔ لیکن آج جس کتاب کو انجیل کے نام

کہ ریشنلزم خدا کے وجود کا قائل نہ تھا۔ لیکن سائنس کی تحقیقات نادرہ نے ریشنیزم کو اپنے تصورات میں تبدیلی کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ تاہم ریشنلزم اس وقت تک کسی مذہب کو الہامی ماننے پر طیار نہیں۔ ایسا نہیں اسلام کو ریشنلزم کے خیالات کی اصلاح کرنا ہے اس عقیدہ کا دارومدار دارِ آخرت پر ہے۔ یہ ایک نہایت ہی پُر پیچ اور پُر گنجلک مسئلہ ہے۔ اس عقدہ کی گرہ کشائی حیات بعد الموت کے عقیدہ پر مبنی ہے۔ لہٰذا اگر اس زندگی کے بعد کوئی اور زندگی ہے۔ تو ضروری ہے۔ کہ خدا ہماری حیات اخروی کے باب میں رہنمائی کرے تاکہ ہم یہ جان سکیں۔ کہ وہاں کیسی زندگی بسر کرتا ہے وہاں کا عالم کیا نوعیت رکھتا ہے۔ مزید برآں ہم کو ظاہر کرتا ہے۔ کہ اسلام انسانیت کی ہر خصوص میں پرورش کرتا اور اس پر ترقی کی راہیں کشادہ کرتا ہے۔ مادیت کے ضمن میں اسلام اور عقلیت کے نقطۂ نگاہ میں کوئی ایسا نمایاں یا زیادہ فرق نہیں ہے۔ بخلاف عیسائیت میں فطرت مادہ کو اُم الاخلاق تسلیم کرتا اور روحانیت کو اسی کی ارتقائی صورت تصور کرتا ہے۔ تعلیمات عیسوی کی رو سے روح اور جسم ایک نہیں۔ لیکن اسلام روح کو ابن مادہ ماننے سے انکاری نہیں ہو سکتا۔ انسان کی طبعی ہیئت اس کے اندر انسانی شعور اور وقوف پیدا کرتی ہے۔ اور یہی چیز زیادہ صالح اور مُزکّی صورت میں روح انسانی بن جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ دینِ فطرت اور عقلیت میں کوئی زیادہ فرق نہیں ہے۔ اگر انسانی ترقی کیلئے الہامی مذہب کی ضرورت ثابت ہو گئی۔ تو اسلام کا ادیان و ملل عالم پر غالب آجانا قطعی اور یقینی ہے +

آیندہ لائحہ عمل

ووکنگ مشن کا مشن یہی ہے۔ کہ دنیا کو الہامی مذہب کی ضرورت اور اہمیت سے آگاہ کرے۔ اس کیلئے علوم قرآنیہ کی اشاعت لازمی ہے۔ مسلمان قرآن کو معارف و حقائق کا مخزن و معدن تسلیم کرتے ہیں۔ اگر ان کا ایمان یہ ہے۔ کہ قرآن تمام مسائل انسانی کا حل سکھاتا ہے۔ اور ہمارے تمام مطالبات کا کفیل ہو سکتا ہے

اس سے دُنیائے اسلام کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں ۔ یہ مضمون کیا ہے ۔ دشمن کے خیمہ سے ووکنگ مشن کی کامیابیوں کے اعتراف کی پکار ہے ۔ اس سے عیاں ہوتا ہے کہ اگر کام کرنے والے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جائیں ۔ تو اسلام کے مستقبل کو درخشندہ بنانے کے لئے اپنی منزل مقصود تک بہت جلد رسائی حاصل کر سکتے ہیں
کلیسیاء ایک شکست خوردہ حریف ہے ۔ ملک کا سابقہ مذہب زوال پذیر ہے دین فطرت اور نصرانیت کا مُظاہرۂ تقابل توجہ طلب ہے ۔ اسلام کی ہر ایک تعلیم قوانین فطرت اور معقولیت پر مبنی ہے ۔ عیسائیت سرتا پا ایک عقیدہ ہے اول الذکر انتہا درجے کی ذاتی کوشش کی ہدایت کرتا ہے ۔ عیسائیت دوسروں کے توسّل اور ان کے سہارے حصول کامرانی کا درس دیتی ہے ۔ کلیسیا اسرار اور طلسمات سے لبریز ہے ۔ اسلام ادراک و عقل سے اپیل کرتا ہے ۔ کلیسیا عقل کُش ۔ اسلام عقل پرور ہے ۔ یورپ کی نصرانیت مسلمہ طور پر ایک نئے نام کے ماتحت وثنیت (اصنام پرستی) یا پیگن ازم ہے ۔ ووکنگ مشن نے عیسائیت کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا ہے ۔ اور اس کی پر اسرار ہستی کے تمام پردے چاک کر دیئے ہیں ۔ اس مشن میں ووکنگ مشن اتنا کامیاب ہوا ہے کہ مذہب کلیسیا کو اب عام طور پر ٹھکرایا جا رہا ہے +

معقولیت اور دین فطرت

رشنلزم (عقلیت) اسلام کا تابع ہے ۔ اور ان دونوں کا کئی ایک امور میں اتحادُ اشتراک ہو چکا ہے ۔ دونوں ہی سائنس کے مقاصد کی تائید و حمایت کرتے ہیں علوم کی اشاعت کے خواہاں ہیں ۔ اور انھیں اپنا رفیق تصوّر کرتے ہیں علی الرغم کلیسیا رشنلزم نے اسلام کے بعض عقاید کو قبول کر لیا ہے ۔ رشنلزم بھی اسلام کی تعلیم کا اس باب میں ہمنوا ہے ۔ کہ انسان احسن تقویم کا مصداق ہے ۔ اسے بہترین قوئے ذہنی و جسمی مرحمت کئے گئے ہیں ۔ عیسائیت انسان کو نہ صرف ان خصائص اعلے سے محروم بلکہ فطرتاً عاصی گردانتی ہے ۔ پچاس سال کی بات ہے

حصہ نے بیش از پیش اثر پیدا کیا۔ امام نے پہلے دولھا کو مخاطب کیا۔ اور آنحضرتؐ کی احادیث مبارکہ پڑھ کر اسے سمجھایا۔ کہ شرع اسلام نے شوہر پر کیا فرائض عائد کئے ہیں۔ اور اُسے کس خوش اسلوبی سے اُن سے عہدہ برا ہونا چاہیے۔ ازاں بعد آپ دُلہن سے مخاطب ہوئے۔ اُس کے سامنے بھی ارشادات نبویؐ بیان کئے۔ اور اُن کی روشنی میں ایک مسلمہ خاتون کے ان فرائض کا نقشہ کھینچا۔ جن پر اسے اپنے شوہر کی بیوی ہونے کی حیثیت سے کاربند ہونا چاہئے۔ چونکہ یہ ارشادات رسُول خانگی زندگی کے خصوص میں بہترین نصائح پر مشتمل تھے۔ اس لئے ضرور تھا۔ کہ ہر سامع کے دل پر ان کا اثر ہو۔ مذکرہ نامہ نگار ووکنگ مشن کی تمام مستعدیاں اس وقت سے لے کر اس وقت تک برابر تاڑ رہا ہے۔ اُس کے اندازے کے مطابق ہر روز ایک برطانی اسلام کے دائرہ میں داخل ہو رہا ہے۔ اسکے خیال میں نومسلمانوں کی تعداد آ گئے ہی ایک ہزار سے زیادہ تک (انگلستان) میں پہنچ چکی ہے اس نے انگریزوں کو اسلام کی مزید ترقی کے خطرات سے متنبہ کیا ہے اس نے پادریوں سے مزید توجہ مبذول کرنے کی استدعا کی ہے +

مبادلہ خیالات کی دعوت

ہمیں اس سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ کیونکہ حریفوں کا اشاعت اسلام کی یوماً فیوماً ترقی کو دیکھ کر اس کے خلاف خامہ فرسائی اور لب کُشائی کرنا ہمارے حق میں مُضر نہیں۔ بلکہ مفید ہے۔ پچھلے تجربات بھی یہ دلالت کرتے ہیں۔ کہ اس سے ہمیں فائدہ پہنچیگا۔ پہلے بھی جب پادریوں نے ہمارے خلاف محاربہ آرائی کی تھی۔ تو ان کا حربہ ہمارے لئے مزید قوت کا باعث ہوا تھا۔ انگریزی کلیسا بھی ان کے ساتھ شامل ہو گیا تھا۔ اُس وقت قائمقام امام نے مقامی پادری کو محاسن اسلام و عیسائیت کے مضمون پر دوستانہ مبادلہ خیالات کی دعوت دی۔ مقامی اخبارات نے ہمارا ساتھ دیا۔ لیکن پادری صاحب نے اپنی مُہر سکوت کو توڑنا مناسب تصوّر نہ کیا۔ جس مکتوب کا میں نے حوالہ دیا ہے

سر ایم سائیکس کے ان ریمارکس کا آخری حصہ ناظرین کی خاص توجہ کا مستحق ہے۔ ان لوگوں کو تو اسے بڑی توجہ کے ساتھ پڑھنا چاہئے جو جنگ عظیم کے بعد کی زبوں تمدنی حالت کی اصلاح کے خواہشمند ہوں جس کی خرابی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ یورپی اقوام کو تباہی کی طرف لیجائیگی +

آنحضرت صلعم کی یہ خوبی کہ آپ نے اعلیٰ اخلاقی تعلیم کو عملی جامہ پہنا دیا۔ اس امر کی مستحق ہے کہ آپ کو آج بھی دنیا کا رہنما تسلیم کیا جائے۔ جس طرح آج سے تیرہ سو سال پہلے جبکہ آپ نے اپنی عملی زندگی سے دُنیا کی بدترین اخلاقی حالت کو پاکیزہ حالت میں تبدیل کر دیا تھا۔ اور دُنیا میں اس آسمانی بادشاہت کا نقشہ قائم کر دیا جس کی آرزو جناب مسیح کو آخر دم تک رہی۔ اسلام کی کوئی اخلاقی تعلیم ایسی نہیں جس کا عملی نمونہ آپ نے پیش نہ فرما دیا ہو۔ اور بلا خوف تردید کہا جا سکتا ہے۔ کہ آنحضرت صلعم انسانی زندگی کے ہر شعبہ میں آج بھی بہترین اُسوہ ہیں +

باقی آئندہ

دین فطرت عقلیت اور عیسائیت

آئندہ لائحہ عمل پر بحث

از جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء - لاہور

ایک فاضل اہل قلم نے حال ہی میں جزائر برطانیہ میں ترقیٔ اسلام کے باب میں "سنڈے پوسٹ" میں ایک مضمون شائع کرایا ہے۔ آپ (مضمون نگار) ۱۹۲۴ء میں ووکنگ تشریف فرما ہوئے۔ آپ ایک تقریب شادی میں شرکت آرا ہوئے۔ جو مسجد ووکنگ میں احکام اسلام کے مطابق سرانجام پذیر ہوئی۔ قائمقام امام نے خطبۂ نکاح پڑھا۔ مقاصد شادی پر ایک تقریر فرمائی۔ مذکرہ فاضل اسلامی رسوم و طریق شادی کی سادگی اور خطبہ سے بیحد متاثر ہوا۔ خطبہ میں واضح کیا گیا تھا۔ کہ از روئے قرآن کریم نکاح ذریعہ تسکین جذبات شہوانی نہیں۔ بلکہ اصلاح اخلاق کا ایک مؤثر نظام ہے۔ نکاح گھر کی چار دیواری کے اندر تزکیۂ نفس کا ایک مدرسہ ہے۔ "سنڈے پوسٹ" کے مقالہ نگار کے دل پر خطبۂ امام کے آخری

کھول کر بیان کیا گیا ہی۔ اور اُن کی کافی مذمت کی گئی ہی۔ ان کے مقابلہ میں خیر خواہی فیاضی حیا، تحمل، صبر، استقلال، کفایت شعاری، خلوص، دیانتداری، شائستگی، شفقت، امن اور راستبازی اور سب سے بڑھ کر اعتماد علی اللہ اور شیوہ تسلیم و رضا کو مستحسن قرار دیا گیا ہی۔ اور ان باتوں کو ایک سچے مومن کی شناخت بنایا گیا ہی۔ صرف مسیحیت ہی ناکام نہیں ہی یہودیت بھی ناکامی کے آثار ظاہر کر رہی ہے حالانکہ یہودیت کا بانی مسیحیت کے بانی سے بدرجہا زیادہ عملی انسان گزرا ہے +

حال میں پادری ڈاکٹر کوہن آف برنگھم نے تاریخ یہود پڑھاتے وقت یہ کہا سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے واقعات سے آنکھیں بند کر لی ہیں سب جانتے ہیں۔ کہ یہود کا ضابطہ مذہبی رو بہ تنزل ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہی اخلاقی تعلیم کسی شخص کا اجارہ نہیں ہے لیکن آنحضرت صلعم کی فوقیت اس بات میں ہی۔ کہ آپ نے ان اخلاقی اصولوں کو جو ہمیں تلقین فرمائے ہیں ہماری روزمرہ زندگی میں رہنما بنا دیا ہے۔ قرآن مجید فرماتا ہے۔ لا تقولون ما لا تفعلون وہ باتیں زبان سے مت نکالو جو تم کرتے نہیں۔ ہیبرٹ لیکچروں میں اس امر کا اعتراف کیا گیا ہے۔ کہ اسلام میں قابل تعریف اخلاقی تعلیم موجود ہے۔ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ان کو عملی رنگ میں پیش کیا گیا ہی۔ اور ان پر عمل کرنے کی تاکید کی گئی ہی۔ اسلام کے ایک معاند نے بھی تسلیم کیا ہی۔ کہ اخلاقی اصول تو اسلام میں ایک زندہ حقیقت ہیں۔ اور جب تک مسلمان اُن کی طرف سے بالکل غافل نہ ہو جائینگے۔ اس وقت تک اسلام دنیا میں بطور ایک زندہ قوت کے کام کرتا رہیگا۔ اسلامی جماعتوں میں عیوب بیشک موجود ہیں، لیکن یہ ضرور کہا جا سکتا ہے۔ کہ دنیا میں کوئی ایسی اسلامی سوسائٹی موجود نہیں جس کے افراد اپنے ملازموں پر ظلم کرتے ہوں۔ اپنے والدین سے۔ بے اعتنائی کے ساتھ پیش آتے ہوں۔ اور منظم طور پر نے ایمانی کے مرتکب ہوتے ہوں۔ یا غریبوں کو ستاتے ہوں۔ اور یہ سب عیوب نہایت قوت کے ساتھ ان ممالک میں موجود ہیں۔ جہاں سے وہ لوگ نکلتے ہیں۔ جن کا دعوے یہ ہے کہ ہم مشرق کی اصلاح کرینگے۔ فقہ اسلامی اس قدر موجب تحسین نہیں جس قدر یہ امر کہ مسلمان بطیب خاطر ان فرائض کو بجا لاتے ہیں۔ جن کی بجا آوری عیسائیوں کے اسی وقت ممکن ہی جبکہ عمال حکومت انھیں مجبور کریں۔ اور یہ بات بھی غور کرنے کے لائق ہی۔ کہ مسلمانوں کے فقہ کے متعلق برک جیسے لائق قانون دان کی یہ رائے ہے۔ کہ شریعت اسلامی دنیا کے بہترین اور خوبترین قانونی دستور العمل پر مبنی ہے +

کسی دوسرے کا نہ ہوگا۔ بلکہ انہی کا ہوگا۔ "ہم کسی کو سزا نہیں دیتے جبتک ڈرانیوالا نہ بھیجدیں"+ قیامت کے دن "کسی" خدا کے بیٹے" کی سفارش پر فیصلہ نہیں صادر ہوگا۔ بلکہ خود ہمارے ہاتھ پاؤں آنکھ اور دوسرے اعضاء کی شہادت پر وہ کتاب جسمیں ہمارے اعمال خود بخود درج ہوتے رہتے ہیں"۔ قیامت کے دن ہمارے سامنے کھول کر رکھ دی جائیگی۔ اور اسی کے مطابق فیصلہ صادر ہوگا۔ بیشک فیصلہ، رحمتِ باری کے رنگ میں رنگین ہوگا۔ کیونکہ ہمیں اس کا یقین دلایا گیا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ ہم پر ہماری ماؤں سے بھی زیادہ شفیق ہے۔ پس ہم بجا طور پر توقع کرسکتے ہیں۔ کہ فیصلہ محبت کے رنگ میں کیا جائیگا۔ لیکن یہ نہیں ہوسکتا۔ کہ فیصلہ انصاف پر مبنی نہ ہوگا۔ یا سفارش قبول کی جائیگی، یا کسی خاص آدمی کو خواہ وہ حضرت مسیح اور آنحضرت صلعم ہی کیوں نہ ہوں، اپنے اعمال کی جوابدہی سے مستثنے کردیا جائیگا۔ ہمارے اپنے آپ کو مومن مسلمان یا عیسائی یا یہودی یا صابی کہدینے سے فیصلہ پر مطلق اثر نہیں پڑسکتا۔ خواہ ہمارا عقیدہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ہمیں اعمال حسنہ بجالانے ضروری ہیں۔ اس حاکم مطلق نے اپنی مہربانی سے ہمیں صحیح راستہ دکھادیا ہے۔ اور اس لئے بہت سے رسولوں کو مثلاً ابراہیم موسیٰ عیسیٰ اور آنحضرت صلعم کو دنیا میں بھیجا، اور ہر ملک کے لوگوں میں بھیجا۔ وہ صراط مستقیم جو خدا کی آخری کتاب یعنی غیر متبدل قرآن مجید میں دکھائی گئی ہے، اور جس کو اس وضاحت اور صفائی سے بیان کردیا گیا ہے۔ کہ عالم اور عامی دونوں یکساں طور پر مستفید ہوسکتے ہیں۔ ایک کامل اور مکمل کتاب ہے جو نبیٔ آخرالزمان صلعم کی معرفت نازل ہوئی۔ "چیمبرس انسائیکلوپیڈیا" کے مؤلفین نے اس حقیقت کا بدیں الفاظ اعتراف کیا ہے:۔

"اسلام کا وہ حصہ جو اس کے واضع کی ذہنیت کا آئینہ دار ہے،۔ فی الحقیقت بہت کامل اور بہت روشن حصہ ہے۔ اس سے ہماری مراد اخلاق قرآن ہے۔ یہ اخلاقی اصول کسی ایک سورت میں بیان نہیں ہوئے ہیں۔ بلکہ سنہری تاگوں کی طرح قرآن کے شروع سے آخر تک ہر صفحہ میں پروئے ہوئے ہیں،۔ اور محمد (صلعم) کے مذہبی ضابطہ کی بنیاد ہی ظلم، دروغ، غرور، کینہ توزی، تہمت تراشی، استہزاء، حرص، اسراف، عیاشی، سوء ظنی اور بدگمانی ان تمام برائیوں کو

[illegible]

مجرم روپیہ خرچ کر کے آسمانی برکات کے وارث ہو سکتے ہیں" افسوس ہے۔ کہ جنگ عظیم کے ابعد سے یورپ میں یہی تجارتی ذہنیت برسرِ عروج آگئی ہے۔ طب جیسے شریف پیشہ میں بھی قدرے خود غرضی کا عنصر داخل ہو گیا ہے۔ جو ممالک بہت شد و مد کے ساتھ مسیحی ہیں۔ اور تمام دنیا کیلئے مسیحی مبلغین روانہ کرتے ہیں۔ اُن کی کلیسائیں بھی ایسی تجارتی اصول پر عامل نظر آتی ہیں۔ چونکہ لوگوں نے گرجوں میں جانا چھوڑ دیا ہے۔ اور نذرانہ کم ہو گیا ہے۔ اس لئے اب پادری لوگ اس قسم کے اشتہارات شائع کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ جس کا نمونہ **اوینز بولڈ** کے ایک اشتہار میں مل سکتا ہے۔ جس کی عبارت یہ تھی۔ سالومن کا چھ سلنڈر والا کھیل۔ کیا تم بھی اسی قدر بیویاں اور کنیزیں رکھ سکتے ہو جس قدر اس بوڑھے شخص کے پاس تھیں؟ پادری پی ایس ہلج اس موضوع پر اتوار کی شب کوسٹل میموریل چرچ میں ایک لیکچر دینگے۔ سب لوگوں کو دعوت دی جاتی ہے۔ کہ شوق سے آئیں +

وہ بہت ہی بری گھڑی تھی جبکہ سینٹ پال نے انسانی فطرت کے گنہ گار ہونے کے نظریہ پر مسیحیت کی بنیاد رکھی تھی۔ اگر ہر مرد اور ہر عورت گنہ میں پیدا ہوا ہے۔ تو جب کوئی شخص گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔ تو وہ محض اپنے خالق کے ارادوں کی تکمیل کرتا ہے۔ وہ بذاتِ خود بالکل مجبور ہے۔ اس سے سوائے گناہ کے اور کسی امر کا صدور ہو نہیں سکتا۔ میرا خیال ہے۔ کہ مسیحیت نے بت پرستوں کے جسقدر عقاید اختیار کئے۔ ان سب میں یہ بدترین عقیدہ ہے۔ جو لوگ تناسخ کے قائل ہیں وہ مجبوراً یہ بھی مانتے ہیں کہ کسی شخص کا اس دنیا میں پیدا ہونا ہی اس کے گنہ گار ہونے کی دلیل ہے۔ ورنہ وہ اس دنیا میں ہرگز نہ آتا۔ لیکن سینٹ پال نے تو صورتِ حال کو بدتر بنا دیا ہے۔ ایک ہندو جو تناسخ پر ایمان رکھتا ہے۔ نیک بننے کی کوشش کرتا ہے۔ تاکہ وہ دوبارہ جنم لینے سے محفوظ رہے۔ یا کم از کم اس کی حالت جب وہ دوبارہ اس دنیا میں آئے تو سابق سے بہتر ہو۔ لیکن ایک مسیحی کو نیکی کرنے کیلئے کوئی تحریک نہیں مل سکتی۔ کیونکہ وہ ایمان رکھتا ہے۔ کہ یسوع اس کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا۔ اسے نیکی کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے لئے یسوع کے نجات دہندہ ہونے پر ایمان رکھنا کافی ہے مسیحیوں کے گناہوں کا بوجھ ان کے کاندھوں پر نہیں ہے۔

[illegible]

انسانوں نے اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کرلی۔ افریقہ میں عیسائی مشنری اور حکومت دونوں متفقہ اسلام کی ترقی کو روکنے کیلئے قریب کارانہ سعی کر رہی ہیں۔ مگر اسلام رعد و برق کی طرح انسانی قلوب کو اپنی تعلیم سے منوّر کر رہا ہے۔ اور عیسائیت سرد ھنتی ہے۔ کہ یہ کیوں اور کس طرح ہو رہا ہے +

عیسائی مذہب کی اشاعت محض تلوار سے ہوئی ہے

ان تمام حقائق اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تلوار کو اشاعت اسلام میں کوئی معمولی دخل بھی نہیں ہے برخلاف اس کے اسپین میں محکمۂ احتساب نے آگ اور تلوار کے زور سے دین مسیحی کی اشاعت کی۔ اور لاکھوں مسلمانوں کو مسلمان ہونے کے جرم میں قتل کر دیا گیا +

عیسائی قوموں نے اپنی محکوم آبادی کو زبردستی عیسائی بنایا۔ عیسائی تبلیغ کیلئے بیشمار روپیہ خرچ کیا۔ مگر پھر بھی لوگوں کو بجبر اور تلوار کے زور سے عیسائی بنانے کے واقعات تاریخ میں موجود ہیں۔ اس کے مقابلہ میں اسلامی حکومتوں نے کبھی اس طرف توجہ نہیں کی۔ نہ کوئی کثیر رقم تبلیغ پر صرف ہوئی۔ مگر اسلام محض اپنی اخلاقی برتری اور روحانی تفوق کے باعث دنیا میں سرعت کے ساتھ پھیل رہا ہے اور بغیر تلوار کے لوگوں کے دلوں کو مسخر کرتا جا رہا ہے +

جنگ عظیم کے نتائج مابعد

ترجمۂ مضمون انگریزی جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء گدیہ ضلع بارہ بنکی

بہ تسلسل صفحہ ۲۴ جلد ۱۷ نمبر ۱ رسالہ اشاعت اسلام

اسلام ایک قابل عمل مذہب ہے

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ جنگ عظیم کا سب سے زیادہ تباہ کن اور خطرناک نتیجہ یہ نکلا کہ مذہب کی اہمیت انسانوں کے دلوں میں بہت کم رہ گئی۔ اب لوگوں کا رجحان یہ ہے۔ کہ مذہب ایک بیکار شے ہے جس کی انسانی زندگی میں کہیں ضرورت نہیں پڑتی۔ اور کلیسا سے کوئی فائدہ مرتب نہیں ہوتا + تقریباً تمام ممالک میں اخلاق حسنہ کا دارومدار مذہبی تاثرات پر ہوتا ہے۔ پس جب مذہبی اثر دلوں سے

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

عقلی اور نفسی کمالات۔ ذہنی ارتقاء کے دوش بدوش چل کر موجودہ ارتقاء کی بنیاد ڈالیں چنانچہ اسلام اور توحید کے علمبردار یورپ کے رہنما بنے اور فن تعمیر اور فن زراعت کو انتہائی کمال پر پہنچا کر ان کو یورپ کا استاد بنا دیا +

اسلام کے ابتدائی ایام میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بہت تھوڑے عیسائیوں اور یہودیوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ عرب میں عیسائیوں کا وجود برائے نام تھا۔ مصر کے فتح ہونے کے بعد بہت سے اہل کتاب مشرف بتوحید ہوئے لیکن جو باقی رہ گئے ان پر کبھی جبر نہیں کیا گیا۔ اور آزادی کے ساتھ اُن کو اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے کی اجازت مل گئی +

حیرہ میں بنو تغلب کے عیسائی جو بنو امیہ کے تابع فرمان تھے ان پر اسلام قبول کرنے کیلئے جبر نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ برضا و رغبت وہ لوگ جوق در جوق اسلام میں داخل ہوتے تھے۔ بنی اُمیہ نے تبلیغ اسلام کیلئے کوئی مشن قائم نہیں کیا تھا۔ البتہ عمر بن عبد العزیز (رحمۃ اللہ علیہ) نے اسلام کے پروپاگنڈا کے لئے متعدد محکمے ضرور قائم کئے تھے جن کے باعث بکثرت یہودی اور عیسائی مسلمان ہوتے رہے۔ اس زمانہ میں سوائے تبلیغ اور ارشاد و ہدایت کے تبلیغ اسلام کا اور کوئی ذریعہ نہ تھا +

ہمیں اس بات کے تسلیم کرنے سے بھی انکار ہے۔ کہ ایرانیوں نے اسلام قبول کر کے بہت کچھ مادی فوائد حاصل کئے۔ کیونکہ ایرانی عناصر عربوں کے سخت مخالف تھے۔ بخارا اور خوارزم کے باشندے بہت جلد اسلام کی پُشت پناہ اور دست و بازو بن گئے۔ اور وسط ایشیاء میں تُرک نسلوں سے اندر اُنھوں نے خوب اسلام کی اشاعت کی بخارا تو مسلم علماء اور فضلاء کا مرکز بن گیا۔ چنانچہ اب تک بخارا کو یہ عزت حاصل ہے +

ایشیاء کوچک میں آفتاب اسلام کی ضیاءباری

ایشیاء کوچک میں سلجوقیوں کی آمد کے وقت تمام باشندے عیسائی تھے لیکن ان میں اسلام بہت سُرعت سے پھیلا۔ اور بغیر تلوار کے حملہ آوروں کے اخلاق اور ان کی رُوحانی برتری اور فوقیت کو دیکھ کر وہ لوگ مسلمان ہوئے ۱۰۷۱ء اور ۱۰۸۰ء میں جب سلجوقی ایشیاء کوچک میں داخل ہوئے تو

اشاعت اسی طریقہ سے ہوئی ہے۔ اور تلوار کی قوت سے ہی عیسوی خیالات نے عالمگیر شہرت حاصل کی ہے۔ تاریخ کا یہ واقعہ کس طرح رد کیا جاسکتا ہے۔ کہ بادشاہ شارلمین نے پانچہزار سکین قوم کے باشندوں کو عیسائی مذہب قبول نہ کرنے پر ذبح کر ڈالا۔ اور اسپین میں عیسائی حکومت اور عیسائی پوپوں نے مسلمانوں اور یہودیوں کا کلیتاً استیصال کر دیا۔ امریکہ اور اسپین میں جو مذہبی احتساب کے محکمے قائم تھے۔ ان کا سب سے بڑا کارنامہ یہی ہے۔ کہ ان کے ذریعہ لاکھوں مسلمانوں کو زبردستی عیسائی بنا لیا گیا۔ اور لاکھوں کو محض عیسائی عقائد کو قبول نہ کرنے پر خارج البلد کر دیا گیا۔ خود ہمارے زمانہ میں دنیا کے بہت سے حصوں میں مسلمانوں کے ساتھ سخت ظالمانہ اور جابرانہ سلوک کیا جا رہا ہے بلقان اور کریٹ میں مسلمانوں پر جو کچھ گذری وہ سب جانتے ہیں۔ (اور طرابلس اور برقہ الجزائر اور مغرب اقصےٰ میں اٹلی اور فرانسیسی حکومت کی جانب سے جو مظالم مسلمانوں پر توڑے جا رہے ہیں۔ وہ بھی واقعات کے ذیل میں شمار کر لیجئے) یونان نے اسپین کے اندر جو ظلم و ستم مسلمانوں کی جانوں پر توڑے ان کا بیان زبان و قلم سے نہیں کیا جاسکتا +

یہاں ہمارا یہ کام نہیں ہے۔ کہ اسلام پر وارد کئے ہوئے الزامات کا جواب عیسائیوں کے ظالمانہ اور وحشیانہ طرز عمل سے دیں۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ مختصر طور پر اس الزام کی تحقیقات کر کے فیصلہ کریں کہ آیا اسلام کی نشر و اشاعت بذریعہ تلوار ہوئی۔ یا اس کی روحانی اور جاذب کمالات تعلیم نے اس کو آسمان شہرت پر آفتاب بنا کر چمکایا اور قلوب انسانی اس کی اخلاقی برتری کو دیکھ کر خود بخود جھک گئے +

لا اکراہ فی الدین

سب سے پہلے ہم اس الزام کی تحقیق قرآن حکیم سے کرتے ہیں۔ تا کہ اس بارہ میں قرآن کریم کی تعلیم بھی معلوم ہو جائے۔ جب ہم قرآن حکیم کو دیکھتے ہیں۔ تو وہاں ہم اس آیت کو موجود پاتے ہیں کہ لا اکراہ فی الدین اسلام یا دین کے بارے میں کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اس آیۂ کریمہ کی رو سے بجبر تبدیل مذہب حرام اور جرم ہے۔ اسلام کے آغاز میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ اہل کتاب یعنے عیسائی یہودی۔ زرتشتی اور دیگر قومیں نہایت آزادی سے اپنے اپنے فرائض مذہبی کو بجا لانے میں آزاد تھیں لیکن تاہم بت پرستی خود بخود فنا ہو گئی۔ اور اسلام نے لوگوں کو اس قابل بنا دیا کہ وہ تہذیب و تمدن

رائے عامہ کی تولید ہی ایک کٹھن مرحلہ ہے۔ اگر ہو بھی جائے تو اسی کا دیرپا قیام اور استحکام ناممکن۔ ہاں مذہب اور صرف مذہب کی طاقت ایسی شے ہے۔ جو رائے عامہ پیدا کر سکتی اور اس رائے عامہ کو حیات جاوید عنایت کر سکتی ہے۔ اس باب میں عیسائیت اسلام کے مقابلے میں مغلوب ہے۔ ایک مسلمان مجبور ہے۔ کہ زندگی کے ہر مرحلے میں قرآن کریم کو خضر راہ بنائے قرآن دینی و دنیوی حیات کی بہتری کا کفیل و ہادی ہے۔ اگر موٹر کا چلانے والا قرآن مجید کا تابع ہو ادھر چلنے والا ہو جدھر قرآن لیجائے۔ تو موٹر کاریں دنیا میں سچ مچ برکت و رحمت کا مجسمہ ثابت ہو سکتی ہیں۔ اور حوادث کی کثرت ناپید ہو سکتی ہے۔ قرآن مجید شراب نوشی کو تھوڑی ہو یا بہت حرام قرار دیتا ہے۔ عیسائی دنیا اس پر عمل کر کے نجات حاصل کر سکتی ہے۔ الله الله جس حقیقت کو آج سے ۱۳۰۰ سو سال پہلے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے آشکارا فرمایا۔ ان دنوں دنیائے حاضرہ اس کا کھلے بندوں اعتراف کر رہی ہے +

اسلام و مسیحیت میں تلوار کا مرہون منت کون ہے

چین جزائر ملایا فلپائن اور افریقہ میں اسلام کی رفتار
مسیحی مذہب کی اشاعت تلوار اور روپے کی مرہون منت ہے

(ڈاکٹر خالد بانگ کے قلم سے)

اکثر اوقات عیسائیوں سیاست دانوں ناواقف اور جاہل لوگوں کی طرف سے اسلام پر یہ الزام لگایا جاتا ہے۔ کہ اس کی اشاعت پر امن طریقہ کی بجائے تلوار کے زور سے ہوئی ہے اس نظریہ کی تائید میں مخالفین اسلام ابتدائی فتوحات کا حوالہ دیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ اگر تلوار کے زور سے اسلام کی اشاعت نہیں ہوئی۔ تو عرب شام مصر جنوبی افریقہ۔ ایران اور سپین کو ایک قلیل مدت میں کیونکر مسخر کر لیا گیا۔ اس کے بعد ہندوستان بھی فتح ہوا۔ اور ترکوں نے یورپ کے بعض علاقوں پر اپنا پرچم لہرا دیا۔ وسیع الخیال اور منکر عیسائی اس بات سے انکار نہیں کر سکتے۔ کہ عیسائی مذہب کی

اعداد و شمار

موٹر کاروں کی کمپنیاں ان حقائق کی شاہد ہیں۔ ڈاکٹر شنے ویکس نے شاہی کمیشن کے روبرو شہادت دیتے ہوئے لرزہ انگیز اعداد و شمار پیش کئے۔ اور واضح کیا کہ ان حوادث سے اثر پذیر ہو کر باربرداری کا انتظام کرنیوالی اور موٹر ران کمپنیوں نے کیا انتظامات کئے ہیں۔ اُنھوں نے فرمایا۔ کہ اُنھیں ۵۰۴ موٹر کار کمپنیوں سے سوالات کے جوابات موصول ہوئے۔ جن سے ظاہر ہوا۔ کہ ۸۸ فیصدی بلدیہ جات نے یہ حکم نافذ کر رکھا ہے۔ کہ کوئی موٹر ڈرائیور اپنی ڈیوٹی کے دوران میں کوئی نشیلی شئے استعمال نہیں کر سکتا۔ ۲۷ فیصدی کمپنیوں نے یہ شرط لازمی قرار دے رکھی ہے۔ باقیماندہ کمپنیاں اس مقصد کو بذریعہ مفاہمت انجام دیتی ہیں۔ چنانچہ عام سڑکوں پر موٹروں کے چلانے والوں میں ۵۹ فیصدی ایسے ہیں۔ جو موٹر رانی کے دوران میں پینے کے مجاز ہیں۔ کمپنیاں محسوس کرتی ہیں ایسی تیز ترین رفتار کے زمانہ میں مؤثر ترین احتیاط یہی ہے۔ کہ ڈرائیور صوفی ہوں۔ رند نہ ہوں +

دیگر ممالک کی مثالیں

ان حقائق و شواہد کی بنا پر جرمنی۔ آسٹریا۔ صوبۂ انٹربو اور دیگر صوبہ جات کے حکام متعلقہ نے سخت احتیاطی تدابیر اختیار کی ہیں۔ مثلاً برلن میں موٹر رانی کا لائسنس پولیس دیتی ہے ہر طالب لائسنس کو ایک کارڈ دیتی ہے۔ جس پر یہ الفاظ مرقوم ہوتے ہیں" موٹر ڈرائیور منشیات سے بچو"۔ اجازت نامہ اس کے حوالے کیا جاتا ہے۔ جو موٹر چلانے سے پہلے یا موٹر رانی کے دوران میں ہر قسم کی نشہ آور چیز کا استعمال سے اجتناب کا عہد کرے۔ اس باب میں اتنی احتیاط برتی جاتی ہے۔ کہ جو شخص مذکرہ کارڈ وصول نہ کر چکا یا اس کی رسید دے چکا ہو۔ اسے لائسنس نہیں دیا جاتا (ابزرور ۳۱/۵/۱۷)

اسلام کی شاندار فتح

دُنیا جانتی ہے۔ کہ عیسائی بھائی "پینے" کو بُرا نہیں جانتے۔ بلکہ اُن کی فیشن ایبل سوسائٹی میں میسر ہو کر پینا لازمۂ حیات تصور کیا جاتا ہے اس عادت کو قوانین و ضوابط حکومت کے رُو سے روکا جا سکتا ہے لیکن ہر قانون کے لئے رائے عامہ کی تائید ناگزیر اور لازمی ہے۔ دلیل تو

کہا جا سکتا ہے استعمال ضرور کرتے ہیں۔ اور یہ کہ واقعات اس پر شاہد ہیں۔ کہ اکثر اچھے خاصے قابل اور ذمہ وار اشخاص کو الکحل کی نہایت ہی مختصر مقدار نے بھی بالکل ناکارہ اور غیر ذمہ دار بنا دیا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ثابت ہے۔ کہ بڑے بڑے چوکوں میں جہاں خلقت کا ہجوم ہوتا ہے۔ خبر لی ڈرائیور موٹریں سلامتی سے نہیں چلا سکتے۔ موٹر ڈرائیور نشہ کی حالت میں اپنے آپ کو زیادہ مشاق اور قادر سمجھتے ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ پی کر ان کے قوئے مضبوط نہیں بلکہ مضمحل ہو جاتے ہیں۔ ان کی قوت، احتیاط قوی نہیں بلکہ کمزور ہو جاتی ہے۔ ان کی غلط فہمی اور غلط اندیشی دوسروں کی تباہی کا موجب بن جاتی ہے۔

غور طلب نکتہ

سامنے سے کوئی کار یا راہگیر آ رہا ہو۔ تو اسکے پیکر کا ظل حدقۂ چشم یا آنکھ کی پتلی پر منعکس ہو جاتا ہے۔ اس سے دماغ پر ایک خاص اثر محسوس ہوتا ہے۔ یہ اثر ہاتھ یا ٹانگ کو محو جنبش کر دیتا ہے۔ اس کا نتیجہ پہیے کے گھماؤ یا بریک کی صورت میں جلوہ پذیر ہوتا ہے یہ عمل طرفۃ العین میں ہوتا ہے۔ کسی نہایت ہی دقیقہ بین آلہ کے ذریعہ معلوم کیا جا سکتا ہے اس نظارہ و تاثیر کی عمر ایک سیکنڈ کا ۱/۵۰ حصہ ہے۔ عام صورتوں میں یہ سب کچھ ۱/۵۰ سیکنڈ میں ہوتا ہے۔ نشہ کی خفیف سی مقداریں، خواہ وسکی ہو یا خواہ بیر اس عرصۂ ردعمل کو ایک سیکنڈ کے ۲/۵ یا ۳/۵ یا ۴/۵ حصہ تک متوقف کر سکتا ہے۔ اس کے واقعی عرصہ کی موت عمل ہر شخص کی جداگانہ قوت بصارت پر موقوف ہے۔ جو کار ۳۵ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے رواں ہو۔ وہ اس سیکنڈ کے ۲/۵ عرصہ زائد میں ۲۰ اور ۲۱ فٹ فاصلہ طے کریگی۔ اس عرصۂ زائد میں جبکہ نظام بدنی میں ضروری عمل ہو رہا ہوتا ہے۔ کار جس مقام پر یا جس سمت پر جاری ہو۔ اس دوران میں ڈرائیور کی ارادی حرکت سے کوئی اثر نہیں ہوتا حادثہ ہائے موٹر میں موت اور زندگی کا درمیانی فاصلہ گزوں اور منٹو سے نہیں۔ بلکہ انچوں اور اجزائے سیکنڈ سے ماپا جاتا ہے۔ کوئی ڈرائیور اس عرصۂ ردعمل کو شراب پی کر موٹر کو چلانا شروع کرتے یا دوران روانگی میں شراب پینے سے گھٹا یا گھٹا نہیں کر سکتا۔ شراب اور سوڈے کی ایک بوتل کسی ایک معمولی واقعہ کو ہولناک حادثہ کی علت بنا سکتی ہے +

[illegible]

[illegible]

[illegible]

گرجوں میں جاتی ہے۔ کہ بچپن سے انھیں اس بات کی عادت پڑی ہوئی ہے۔ ان کا مقصد یہ نہیں ہوتا۔ کہ وہاں جا کر کوئی اخلاقی نفع حاصل ہوگا +

لیکن بنی نوع آدم کو مذہب سے مفر نہیں ہے۔ آج کل لوگوں میں سیر تفریح کا شوق حد سے فزوں ہے لیکن وقت آئیگا۔ جبکہ ردّ عمل شروع ہوگا۔ اور مجھے یقین ہے۔ کہ عقلمند آدمی کبھی ہرگز ایسے مذہب کی طرف متوجہ نہ ہوگا۔ جس کی تعلیم یہ ہے کہ اگر تم فلاں فلاں عقاید پر آنکھ میچ کر ایمان نہ لاؤ گے تو نجات نہ ہوگی۔ ایسے کسی عقیدے پر جس کی صحت کی کوئی دلیل نہ دی جائے کوئی شخص ایمان نہیں رکھ سکتا۔ بلا شک عقلمندوں سے یہ توقع کرنی کہ وہ بلا سمجھے ہوئے کسی بات کو مان لینگے بالکل غیر واجب اور نامناسب ہے۔ اور میں یقین کرتا ہوں۔ کہ مسٹر برنارڈ شا کی پیشگوئی عنقریب صحیح ثابت ہو جائیگی لیکن اس ضمن میں مسلمانوں پر بھی اک فرض عاید ہوتا ہے ممکن ہے۔ کہ دنیا ایسے مذہب کی طرف مائل ہو جائے۔ جو اسلام سے مشابہ ہو لیکن ہمارا فرض یہ ہے۔ کہ ہم لوگوں کو خالص اسلام کی طرف لائیں +

وہ زمانہ دور نہیں جبکہ اسلام یعنی صداقت کے متلاشیوں کی تعداد میں زبردست اضافہ ہو جائیگا۔ یہ ظاہر ہے۔ کہ لوگ پرانی روایتوں سے مطمئن نہیں ہو سکتے وہ تو ایسے مذہب کی خواہش کرینگے۔ جو ان کے سوالات کے جوابات دے سکے۔ اور جو انھیں اطفال خورد سال نہ سمجھے۔ جن کو والدین سے کسی درخواست کرنے کی اجازت نہیں ہوتی۔ بلکہ جو مانگیں وہ دایہ کی معرفت۔ میں پھر کہتا ہوں کہ ہم مسلمانوں کو اس زرّیں موقعہ سے فائدہ اٹھانا چاہئیے +

میں بذات خود ایسے خاندان سے ہوں جس کے افراد میں تحقیق کا مادہ کام کرتا رہا ہے میرے پردادا ڈاکٹر پائی اسمتھ نے ۱۸۴۳ء میں ایک کتاب موسومہ تعلقات مابین بائیبل و علم الارض شائع کی تھی۔ اور اس پر غضب کا طوفان مخالفت برپا ہوا تھا۔ اور چاروں طرف سے مرحوم پر تکفیر کی بوچھاڑ کی گئی تھی لیکن شکر ہے۔ کہ آج سو سال کے بعد تمام تعلیمیافتہ لوگ انھی باتوں کو صحیح قرار دیتے ہیں۔ جن کو میرے پردادا نے اپنی کتاب میں پیش کیا تھا +

سیکھ لیتا تھا۔ تو فوراً "کلرک" کا لقب حاصل کر لیتا تھا یعنی لکھا پڑھا آدمی پادریوں کی صف میں شمار کیا جاتا تھا۔ جو اس زمانہ میں انسانی بہبود کیلئے نہیں بلکہ ذاتی اثر و اقتدار کے لئے کوشاں اور ساعی رہتے تھے +

گویا اس زمانہ میں ذہنی اور جسمانی قوتوں تعلیمیافتہ انسانوں اور سپاہیوں علماء اور فوجی آدمیوں میں ایک باہمی کشمکش جاری تھی۔ اور اس کا نتیجہ صرف ایک ہی تھا + کلیسیا برسر اقتدار تھا۔ اور ایک **جان** اور ایک **الگزینڈر بورجیا** کے لئے پوپ بن جانا آسان تھا۔ یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ کہ اس زمانہ میں بعض نیک دل انسان ایسے بھی تھے۔ جو لوگوں کو راہ راست دکھانے کی کوشش کرتے تھے لیکن وہ ساری عبادات لاطینی زبان میں کرتے تھے۔ اور اس زبان سے ہزار میں سے ایک شخص بھی بمشکل واقف نکلتا تھا۔ اور اگر کوئی شخص تلقین کردہ عقاید کے متعلق کوئی اعتراض کرتا تھا۔ تو پھر اس کی زندگی خطرہ میں پڑ جاتی تھی۔ کیونکہ کلیسیاء عموماً لوگوں کے اعتراضات کا جواب یہ دیتی تھی۔ کہ معترض کو زندہ آگ میں جلا دیا جاتا تھا۔ یہ اصول اب بھی بعض مسیحی جماعتوں میں پایا جاتا ہے۔ رومن کلیسیاء کے کسی رکن کو یہ حق حاصل نہیں۔ کہ وہ کلیسیائی تعلیمات کی صداقت میں ذرہ بھر شک کرے یا اُن کے متعلق کوئی اعتراض کر سکے۔ یہ ضرور ہے۔ موجودہ زمانہ میں سزائیں اس قدر سخت نہیں جسقدر پہلے تھیں +

جبکہ تعلیم کا اجارہ کلیسیاء کے ہاتھ سے نکلگیا۔ اور چھاپہ کی بدولت کتابوں کا خریدنا آسان ہو گیا۔ تو ایک انقلاب عظیم رونما ہوا۔ لوگوں نے مختلف مذہبی مسائل کے متعلق ذاتی غور و فکر شروع کی۔ اور اگرچہ یہ حالت عرصہ دراز کے بعد پیدا ہوئی۔ لیکن انجام کار لوگ ان تعلیمات کے متعلق شکوک پیش کرنے لگے۔ جو مدتوں سے کلیسیاء میں "مستند" چلی آرہی تھیں +

عرصہ دراز تک یعنی انیسویں صدی کے اخیر تک لوگ "فیشن" یعنی وضعداری کے ماتحت گرجوں میں چلے جاتے تھے لیکن اب زمانہ بدل چکا ہے۔ یہی وجہ ہے اب گرجے خالی نظر آتے ہیں۔ اور غالباً آجکل گرجے جانیوالوں کی کثیر تعداد محض اس لئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اگست ۱۹۳۱ء

جلد (۱۷) نمبر (۸)

فلسفی کا مذہب

(از نتیجات قلم جارج ایچ آر پائی اسمتھ (جعفر بن داؤد))

اس ماہ کے رسالہ کو جناب جعفر بن داؤد صاحب نومسلم کے فوٹو سے زینت دی جاتی ہے جن کا گرانقدر مضمون ذیل میں درج کیا جاتا ہے:- مترجم

ایک عرصہ سے کلیسائیں جیسا کہ مسیحیت کے مذہبی پریس سے آشکار ہے۔ یہ شور مچا رہی ہیں۔ کہ ان کی ترقی بالکل مسدود ہو چکی ہے۔ اور ہمیں شک نہیں۔ کہ باوجود بڑی کوششوں کے لوگ پادریوں کے کارناموں میں کسی قسم کی دلچسپی نہیں لیتے۔ اس تبدیلی کے متعلق بہت سی وجوہ پیش کی جاتی ہیں۔ لیکن حقیقی سبب کی طرف سے عموماً چشم پوشی کی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ خدا نے انسان کو دماغ عطا کیا ہے۔ تا کہ وہ اسے استعمال کرے۔ اور جو کوئی ایسا کرتا ہے۔ وہ یقینی طور پر ان عقاید سے مطمئن نہیں ہوسکتا جو اس کے بھولے بھالے اور سادہ دل بزرگوں کے نزدیک بالکل درست تھے +

ازمنۂ وسطیٰ میں صرف پادری لوگ اپنے دماغوں سے کام لے سکتے تھے۔ اور دنیا کا سب سے مؤثر حربہ یعنی تعلیم الٰہی کے ہاتھوں میں تھا۔ حتے کہ اگر کوئی شخص لکھنا پڑھنا

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
	[illegible]	〃	
	[illegible]		
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
	[illegible]	〃	
	[illegible]	〃	
	[illegible]	〃	
	[illegible]	〃	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]



Geoffrey H. R. Pye-Smith
(Ja'far bin Dāwūd)

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام شاہجہان مسجد ووکنگ انگلستان

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید فی الاسلام بلا جلد عہ مجلد	۵/	ام الالسنہ معروف بہ عربی کامل زبان بلا جلد ۱۲/	عہ
سلک مروارید [illegible] کا مجموعہ بلا جلد عہ	۱۲/	ینابیع نصرانیت بلا جلد ۱۲/ مجلد	۱ عہ
ینابیع المسیحیت بلا جلد عہ مجلد	۱۲/	پیام اسلام	۸/
ضرورت الہام بلا جلد ۱۲/ مجلد	۱ عہ	مقصد مذہب	۳/
راز حیات یا انجیل عمل بلا جلد عہ مجلد	۱ عہ	خطبات غربیہ بلا جلد ۱۲/ مجلد	عہ
مکاشفات الٰہی بلا جلد ۱۲/ مجلد	۱ عہ	[illegible] یا روحانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲/ مجلد	۱ عہ
مطالعہ اسلام بلا جلد ۱۲/ مجلد	عہ	ہستی باری تعالیٰ بلا جلد	۶/
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں بلا جلد ۱۲/ مجلد	۲ عہ	یسوع کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر	۴/
معارف انوار محمدیہ بلا جلد ۶/ مجلد	۱۰/	اسلام اور علوم جدیدہ	۴/
مذہب مسیحیت	۷/	صلائے نصرت یا اہل ہمت	۳/
دیوتا عالم کا مذہب	۸/	حیات بعد الموت	۱۲/
اسوۂ حسنہ معروف بہ بندہ و کامل نبی بلا جلد	۷/	جہد للبقاء	۴/

دیگر مصنفین

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
جمع القرآن	۱۲/	سیرت نبوی قیمت صرف	۴/
قرآن شریف ترجمہ شاہ رفیع صاحب محدث دہلوی مجلد	[illegible]	لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۲/
دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ بلا جلد	۷/	قرآن اور جنگ قیمت صرف	۳/
اسلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف	۳/	پادری صاحبان کے لیے قابل حل طلب معمہ	۱/
تفسیر سورہ فاتحہ قیمت	۲/	سیرۃ خیر البشر بلا جلد عہ مقام حدیث بلا جلد عہ مجلد	۵ عہ
اسلام یعنی ہمدردی بنی نوع کا مذہب	۲/	تصاویر نو مسلمانان یورپ فی درجن [illegible] درجن	۸ عہ
اسلامی تمدن اور اس پر مغربی اعتراض	۱۰/	تصاویر نماز عیدین مسجد ووکنگ قیمت فی درجن	۱۰/

تمام درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور بھیجنی چاہئیں

[illegible]

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

بابت ماہ مارچ ۱۹۳۱ء

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر واولٰئک ھم المفلحون

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت تین روپیہ آٹھ آنے سالانہ

قیمت پانچ روپیہ سالانہ ممالک غیر کیلئے

نوٹ۔ زر و اشتہارات خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پنجاب

سنہ ۱۹۳۱ء

مسلم پرنٹنگ ورکس لاہور میں باہتمام میاں عبدالاحد پرنٹر چھپ کر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت اسلام نے برانڈرتھ روڈ سے شائع کیا

عزیز منزل

برانڈرتھ روڈ لاہور

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام امام شاہجہان مسجد ووکنگ (انگلستان)

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید فی الاسلام بلا جلد عہ مجلد	۵ر	ام الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان بلا جلد ۱۲ار	عہ
سلک مروارید معرکۃ الآراء دس لیکچروں کا مجموعہ بلا جلد عہ	۱۲ار	براہین نیرہ بلا جلد ۱۲ار مجلد	۲ر
ینابیع المسیحیت بلا جلد عہ مجلد	۲ار	پیام اسلام	۸ر
ضرورت الہام بلا جلد ۱۲ار مجلد	۱ر	مقصد مذہب	۳ر
راز حیات یا انجیل عمل بلا جلد عہ مجلد	۱۰ار	خطبات غربیہ بلا جلد ۱۲ار مجلد	۸ر
مکالمات ملیہ بلا جلد ۱۰ار مجلد	۲ر	سیر افکار یا روحانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲ار مجلد	۱ر
مطالعہ اسلام بلا جلد ۱۲ار مجلد	عہ	ہستی باری تعالیٰ بلا جلد	۶ر
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۴ار مجلد	۲ر	یسوع کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر	۴ر
لمعات انوار محمدیہ بلا جلد ۶ر مجلد	۱۰ر	اسلام اور علوم جدیدہ	۴ر
مذہب محبت	۷ر	صلائے نصرت باہل ہمت۔	۳ر
ذراتِ عالم کا مذہب	۸ر	حیات بعد الموت	۳ار
اسوۂ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی بلا جلد	۷ر	جہد للبقاء	۴ر
دیگر مصنفین			
جمع قرآن	۱۲ار	سیرت نبوی قیمت صرف	۴ر
قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی مجلد	للعہ	لندن میں جلسۂ مولد النبی صلعم	۲ر
دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ بلا جلد	۷ر	قرآن اور جنگ۔ قیمت صرف	۳ر
اسلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف	۳ر	پادری صاحبان کے لیے حل طلب معمہ	۱ر
تفسیر سورہ فاتحہ قیمت	۲ر	سیرت خیر البشر عہ مجلد عہ۔ مقام حدیث بلا جلد عہ	مجلد عہ
اسلام یعنی ہمدردی بنی نوع کا مذہب	۴ر	تصاویر نو مسلمان یورپ فی درجن ۱ار تین درجن مجلد	[illegible]
اسلامی نماز اور اسیر مغربی اعتراض صرف	۱ر	تصاویر نماز عیدین مسجد ووکنگ قیمت فی درجن	۱۰ار

درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور (پنجاب) آنی چاہئیں۔



Mr. Linich, whose declaration form is appended below, was introduced to Islam by Mr. R. E. Walker, who accepted Islam last year (*vide* his photo in Islamic Review for January, 1930). Mr. Walker writes to say that "this young man is tired of a religion which is built upon legends and stories of past ages. He wants a solid foundation to build his character on. He does not find it in the Christian religion; hence his conversion to Islam."

DECLARATION FORM

I, Ernest Linich, son of Franz Linich, do hereby faithfully and solemnly declare of my own free will that I adopt Islam as my religion, that I worship One and only Allah (God) alone, that I believe Muhammad to be His messenger and servant; that I respect equally all prophets—Abraham, Moses, Jesus, etc.; that I will live a Muslim life by the help of Allah.

Lā Ilāha il 'l-Lāha
Muhammad ar Rasul Allāh.

فہرست مضامین

رسالہ

اشاعت اسلام

نمبر ۱۷ | بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء مطابق ماہ شوال سنہ ۱۳۴۹ھ | نمبر ۳

ووکنگ مسلم مشن } آپ کی صدقات - زکوٰۃ خیرات کا بہترین مصرف اشاعت اسلام کا وہ عظیم الشان کام ہے جو ووکنگ مسلم مشن کے ذریعہ یورپ میں ہو رہا ہے - ہم اُن احباب کا شکریہ ادا کرتے ہیں - جنہوں نے اپنی زکوٰۃ و فطرانہ کا کثیر حصہ اس کار خیر میں ارسال فرمایا ہے - اُن احباب کے اسمائے گرامی اشاعت آئندہ میں انشاء اللہ ہدیہ ناظرین کرام ہونگے +

خادم - سکرٹری

اشاعت اسلام

جلد ۱۷ بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۱ء نمبر ۳

شذرات

تشریح تصویر اس رسالہ کو ہم جناب مسٹر لینچ کے فوٹو سے زینت دیتے ہیں شکل و صورت سے ہی یہ پُر جوش نوجوان نظر آتے ہیں ۔ لیکن اُن کے قبول اسلام سے جو ہمیں ایک خاص مسرت ہوئی ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ ان کو اسلام کی طرف ایک نومسلم ہی لے آئے ہیں ۔ ابھی پچھلے سال ہی مسٹر واکر کی تصویر ان صفحات میں چھپی تھی ۔ اور ان کے اعلان اسلام پر ہم سجدات شکر بجا لا رہے تھے ۔ مسٹر موصوف نے اپنا اعلان کرتے ہوئے جو کچھ کہا اُسے سچ کر دکھایا ۔ اور اپنی مصروفیتوں کے ہوتے ہوئے وہ اشاعت اسلام میں بجد مصروف ہیں ۔ اور آخر اُن کی مساعی جمیلہ مشکور ہوئی +

ہم اُس دن کے منتظر ہیں ۔ کہ جب ہمارے نومسلم بھائی مشعلِ اسلام اُٹھا کر خود اس مذہب کے مبلغ ہو جائیں گے ۔ تاریخ اسلام بھی یہی کہتی ہے ۔ ہماری یہ بھی دعا ہے کہ یہ لوگ خود غرضی سے بچ جائیں ۔ اور مذہب کو تجارت نہ بنائیں ۔ جیسا کہ پچھلے دو تین سال میں ایک عبدالاغراض نے ایسا کیا ۔ وہ نادان اس طرح سے لالچ کا شکار ہو گیا ۔ کہ سنہ ۱۹۲۷ء میں اُس نے اپنے گھر کے تہ خانے میں چند نمازیں پڑھ کر اعلان کر دیا ۔ کہ میں نے لندن میں مسجد بنا لی ۔ انا للہ و انا الیہ راجعون ۔ مسلمان بھائی اس سے بچیں +

ذیل میں مسٹر لینچ کا اعلان اسلام ہدیہ ناظرین کرام کیا جاتا ہے

میں فرنز لینچ کا بیٹا ۔ آرنسٹ لینچ اپنی رضا و رغبت سے صمیم قلب کے ساتھ اسلام قبول کرتا

ہوں۔ میں ایک ہی خدائے واحد کی عبادت کرتا ہوں۔ میرا ایمان ہے کہ حضرت محمد صلعم اللہ تعالےٰ کے سچے پیغمبر اور اس کے بندے ہیں۔ میرے دل میں تمام انبیاے کرام حضرت ابراہیمؑ جناب موسیٰؑ۔ جناب عیسیٰؑ علیہ السلام کی مساویانہ عزت و احترام ہے۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک مخلص مسلم کی زندگی آیندہ بسر کرونگا۔ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ✤

ایک اور شہید قوم

آج قوم کو صحیح طور پر محمد علیؒ کا رونا ہے۔ آج وہ آواز جو غفلت سے اپنے بھائیوں کو جگانے کے لئے بےخوف و خطر ہو کر پکارتی تھی۔ وہ ہمیشہ کیلئے خاموش ہو گئی۔ مرحوم نے اپنے دُنیوی مُفاد کو قومی مفاد پر ہمیشہ قربان کیا۔ ہم میں کون ہے۔ جو غلطیوں سے پاک ہے۔ اور اگر مرحوم و مغفور کسی مُعاملہ میں کسی نُقطۂ خیال سے جادۂ اعتدال سے اِدھر یا اُدھر ہو گیا۔ تو اس لئے قابل اعتنا نہیں ہے۔ وہ اُن کی کسی ذاتی غرض کی وجہ سے نہ تھا۔ اُن کی اپنی ذاتی رائے میں یہی بات صحیح تھی۔ جو انھوں نے اختیار کی۔ ولایت جانے سے پہلے ہی وہ امراض و آلام کا شکار تھے۔ کون عقلمند اُن کو ولایت جانے کا مشورہ دے سکتا تھا۔ اُنھیں سب نے ہی روکا۔ لیکن اُن کا قومی درد اُنھیں ولایت لیگیا۔ اور جسے انھوں نے قومی فرض سمجھا اُسی کی ادائیگی میں اس دُنیا سے رُخصت ہو گئے ✤

اس موقعہ پر ہمیں شہید مرحوم کا ایک واقعہ یاد ہے۔ جس کی طرف حضرت خواجہ صاحب نے کئی دفعہ مرحوم کو متوجہ کیا۔ ایام سکونت چھندرواڑہ میں مرحوم نے ایک خط لکھا تھا۔ کہ وہ آیندہ اپنی زندگی اشاعت اسلام میں صرف کرینگے۔ اور اُن کا مسکن ووکنگ ہوگا۔ اُن کے اس پاک ارادہ کا خیر مقدم اگر حضرت خواجہ صاحب نہ کرتے تو اور کون کرتا۔ لیکن جُوں ہی مرحوم اسیری فرنگ سے نکلے۔ تو وہ کانگرس کے پلیٹ فارم پر دیکھے گئے۔ پھر چند سال کے بعد اُنھوں نے یہ لکھا۔ کہ وہ اپنے تجربہ کے رُو سے اس نتیجہ پر آپہنچے ہیں۔ کہ کشتیٔ اسلام آج اشاعت اسلام کے ذریعہ سے ہی بچ سکتی ہے۔ لیکن جب وہ دوبارہ پولیٹیکل قید سے

نے اپنی تصانیف میں اسبات کا بالتصریح زور دیا۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ حضرت مرزا صاحب کو کوئی مجدد مانے یا نہ مانتے۔ لیکن آپنے کام وہی کیا۔ جو ایک مجدد کا کام تھا۔ مجدد نہ کوئی نبی ہوتا ہے۔ نہ شارح ہوتا ہے۔ وہ انہی باتوں کی تجدید کرتا ہے۔ جو اس کے متبوع حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تجویز فرمائیں +

آج اسلام غیر قوموں میں عالمگیر اخوت کے لئے قابل امتیاز سمجھا جاتا ہے لیکن بدقسمتی سے اخوت کا وعظ کرتے ہوئے قرآن کریم نے جس بات سے ہم کو ڈرایا ہے۔ وہی آج ہم میں نمودار ہوئی ہے۔ قرآن نے نعمت اخوت[1] کا ذکر کرتے ہوئے مسلمانوں کو فرقہ بندی سے ڈرایا۔ اسی سورۂ شریف میں فرقہ بندی کی لعنت سے بچنے کے لئے محکمات و متشابہات کی تعلیم کی طرف اشارہ کیا۔ پھر قرآن کریم نے اور اسکی پیروی میں آنحضرت صلعم نے اسلام کے کُل اصولوں کو محکم سے محکم طریق سے برنگ بیّنات بیان کر دیا۔ حتیٰ کہ آج تیرہ صد برس کے بعد۔ بُعد زمانہ اور تشتت و افتراق نے بھی خواہ کتنے ہی فرقے اسلام میں پیدا کر دیئے۔ لیکن ہر ایک فرقہ محکم اصول پر قائم ہے۔ ان فرقوں میں سے بعض میں اس قسم کے ادنےٰ سے ادنےٰ معاملات کے اختلاف ہیں (اور جہاں اختلاف ہے۔ وہ محکمات کے نیچے نہیں آتا۔ وہ متشابہات میں ہے) کہ اگر کوئی شخص اپنے سر میں سے وجوہ اختلاف کو نکال بھی دے تو تو بھی اسلام میں فرق نہیں آسکیگا۔ لیکن تباہی اور انحطاط چونکہ ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے۔ اسلئے ہم مسلمان فرقوں میں تقسیم ہو گئے۔ حضرت مرزا صاحب نے اس زمانہ میں سب سے اوّل اس مرض کو سمجھا۔ اور کھلے کھلے الفاظ میں تعلیم کی۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں لیکن ہم مسلمان تو اسقدر تباہ حال ہو چکے ہیں کہ آج اس زرگ کی جماعت کا ایک حصہ فرقہ بندی کو ہی مایۂ حیات سمجھ رہا ہے۔ اسی بزرگ نے تکفیر کلمہ گویاں کی سخت مخالفت کی۔ اور اسی کی

---

[1] اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا +

جماعت کا ایک حصہ کلمہ گویوں کی تکفیر پر مُصر ہے۔ ہاں ایک حصہ اُن اصحاب کا بھی ہے جو اسلام میں کسی فرقہ کے قائل نہیں۔ اور ان راہوں کے بھی مخالف ہیں جن سے فرقہ بندی کو تقویت ہو۔

اس اصُول پر چلنے کی پہلی مثال ووکنگ مشن ہے۔ اسکی بُنیاد ایسے وقت نہیں پڑی جب اس جماعت کے دو ٹکڑے ہو چکے تھے۔ بلکہ ایسے وقت میں پڑی جب کل جماعت ایک تھی۔ اور اس جماعت کے سر پر حضرت حکیم نور الدین صاحب مرحوم تھے اُن کی اجازت سے ووکنگ کی کارکن جماعت میں کُل اسلامی جماعتوں کے نمائندے رکھے گئے۔ اگر حضرت حکیم صاحب مرحوم کارکن جماعت کے مربی تھے تو عالیجناب نواب وقار الملک و عالیجناب حکیم اجملخان صاحب جیسے بزرگ حکیم صاحب کی نیابت میں تجویز ہوئے۔ الغرض احمدی جماعت لاہور نے ووکنگ مشن کو قائم کر کے اسبات کا عملی ثبوت دیا۔ کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ پھر اس اصُول کو آج تک عملاً قائم رکھا۔ اسی اصول کے ماتحت نیا ٹرسٹ بنا۔ قریباً ۱۹۱۴ء میں حضرت حکیم صاحب نے بذریعہ تار خواجہ صاحب کو اطلاع دی۔ کہ انگلستان میں معاملہ امامت نماز میں وہ فرقی تمیز نہ رکھیں۔ اور اس امر کو وقتاً فوقتاً کارکنانِ ووکنگ نے ملحوظ رکھا۔ ابھی پچھلے سال ہی نماز عید کا ایک حصہ مفتی اعظم فلسطین نے ادا کیا۔ اور آج ہم پھر نماز عید کو حضرت شیخ وحبہ صاحب کی اقتدا میں ادا کرتے ہوئے دیکھتے ہیں +

یہ ایک معمولی بات نہیں۔ جو لوگ اسبات کے مدعی ہیں کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں جیسا کہ حضرت مرزا صاحب نے چالیس سال ہوئے اعلان کیا۔ وہ خُوب یاد رکھیں۔ کہ اخوت کا عملی نمونہ مسجد کی پانچوقتہ نماز میں ہی نظر آتا ہے۔ جماعت ہی ایک بندھن ہوتی ہے۔ جو ہم میں روح اتفاق پیدا کر دیتی ہے فقہ حنفیہ نے اسی لئے اہلیت امام میں فرقہ کی تخصیص کو نہیں رکھا جو لوگ مصائب فرقہ سے اسلام کو آزاد کرنا چاہتے ہیں وہ پہلے مسلمانوں میں سے امامت کی تمیز کو دُور کریں۔ تبلیغ کے لئے گھر سے باہر نکلنا اوّل اس بات کا مُتقاضی ہے۔ کہ ہم عملاً اس فرقی تمیز کو اپنے میں سے نکال دیں کیونکہ یہ ثابت ہو چُکا ہے۔ کہ فرقی اسلام غیر قوموں میں پھیل نہیں سکتا۔ اب اگر ہمارا ایمان ہے کہ

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں۔ اور فرقی اسلام پھیل بھی نہیں سکتا۔ تو پھر ہمیں قرآن کریم کی تحدید کی عزت کرنی چاہئے۔ جہاں مصحف پاک نے فرمایا۔ لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ۔ یہ ایک قسم کی منافقت ہے۔ کہ ہم فرقی تمیز کو اڑانے کے لئے اسبات پہ تو زور دیں۔ کہ انتخاب امام میں فرقی تمیز نہ ہونی چاہئے۔ لیکن عمل کے وقت اس امر سے رُک جائیں +

اِس امر کو نہ بھولنا چاہئے۔ کہ مذہب تمدن کی جان ہے۔ تمدن کیلئے ہی مذہب آیا کرتا ہے۔ حقیقی تمدن کی بنیاد اتفاق۔ اتحاد ہے یا بالفاظ دیگر اخوت ہے۔ اس راز کو آنحضرت صلعم نے خوب سمجھا۔ اسی لئے آنحضرت صلعم نے مسلمانوں کو پانچ وقت مسجد میں جمع کیا لیکن بدقسمتی سے ہم نے امامت کے سوال کو سامنے رکھکر اسی تشتت و افتراق کو اپنے اندر پیدا کرلیا۔ ہاں تکفیر ایک بڑی بھاری لعنت ہے جس کو ہمیشہ آنحضرتؐ کے بعد بزرگان دین نے نفرت سے روکا اسی کے روکنے کیلئے آنحضرت صلعم نے یہانتک فرمادیا۔ کہ جو مومن کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے۔ تکفیر ایک قسم کی تعزیری تکفیر ہے۔ یہ آجکل کے محاورے کے مطابق بائیکاٹ یعنی مقاطعہ ہے۔ ہم سارے ہی آج تکفیر کو نفرت سے دیکھتے ہیں۔ لیکن یہ لعنت ہم سے تب ہی دور ہوگی۔ اگر ہم کلمہ گوئے مکفرؔ کے ساتھ حسب فرمودہ مصطفوی کامل مقاطعہ کریں۔ اور مقاطعہ کی پہلی صورت یہ ہوگی۔ کہ کسی کلمہ گوئے مکفرؔ کے پیچھے ہم نماز ادا نہ کریں۔ لیکن اس کا صحیح عکس منطقی یہ ہے۔ کہ جو مکفرؔ نہیں۔ اور اپنے اندر امامت کی اہلیت رکھتا ہے۔ تو اختلاف فرقی کے باعث نماز میں اس کی اقتدا سے پرہیز نہ کریں۔ مجھے تو سمجھ نہیں آتی۔ کہ ایک طرف تو ہم دوسرے کو کافر نہ سمجھیں۔ اور بابانگ دہل اسبات پر زور دیں۔ کہ فرقی اختلاف مانع اقتدا نماز نہیں ہونا چاہئے اور جب موقع پیش آجائے۔ تو اس وقت ہم نہ صرف متامل ہی ہوں۔ بلکہ اس فعل حسنہ پر نکتہ چین ہوں۔ اسی کے باعث النسان لِمَا تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ کے مصداق ہو جاتے ہیں +

آئین ضابطۂ جنگ وجدل

(بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مدظلہ)

امن و امان حاصل کرنے کے لئے ہمیں بسا اوقات مشغول جنگ ہونا پڑتا ہے اور اس وقت' وہ جنگی رُوح' جو خُدا نے ہمارے اندر ودیعت کی ہے۔ بڑے کار آتی ہے' حفاظتِ جان و مال ایک عالمگیر احساس ہے۔ لیکن بعض اوقات لوگ اپنے جنگ و جدل کے لئے بہانہ بھی بنا لیتے ہیں۔ ہم لوگ اکثر اوقات جادۂ اعتدال سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اور اگر ہمیں کسی ایسی شئے کی ضرورت ہے۔ جو ہمیں صحیح راستہ پر چلائے۔ تو جنگ و جدل ایک ضروری امر ہے۔ تاکہ ہم اُن لوگوں کو دائرۂ ضبط میں لا سکیں۔ جو ہمارے حیطۂ اقتدار سے باہر ہیں۔ دوسرے لفظوں میں' ہمیں ایک ضابطۂ جنگ کی ضرورت ہے' کیونکہ جنگ' ضروریات زندگی میں سے ہے اور ہمارے تمدن کا ایک لازمی جزو ہے'۔ اور اسی لئے ایک شمشیر زن نبی کی ضرورت تھی' جو اس مُعاملہ میں ہمارے سامنے ایک عمدہ نمونہ قائم کر دے۔ بائبل میں تو جنگ و جدل کیلئے مفید اصُولوں کا کہیں ذکر ہی نہیں بنی اسرائیل کی جنگوں کا مقصد صرف دُشمنوں کو نیست و نابُود کرنا تھا۔ اور اُن کی بناء پر قلوب انسانی میں نفرت و حقارت کے جذبات پیدا ہو جاتے تھے۔ "صلح کا شہزادہ" اگرچہ صُلح کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ آگ لگانے اور تلوار چلانے۔ جیسا کہ خود اُس نے اعتراف کیا' لیکن اُس نے بھی اپنے شاگردوں سے یہی کہا۔ کہ اگر کچھ نہ ہو تو لباس بیچ کر سامانِ جنگ خرید لو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اُس کے دماغ میں مختلف بلند بانگ لیکن مُتضاد خیالات چکر لگا رہے تھے اور وہ نہ ان میں تطابق باہمی پیدا کر سکا نہ پُورے طور پر سمجھ سکا۔ جنگی اصُولوں کے لحاظ سے اُس نے اپنے

شاگردوں کو بالکل تاریکی ہی میں رکھا۔ اور اس کی وفات کے بعد وہ لوگ خون کی ہولی کھیلنے لگے۔ جب موقعہ ہوتا ہے۔ تو اب بھی اُس کے پیرؤوں کا یہی شغل ہو جاتا ہے۔ لیکن ذرا خوبصورتی کے ساتھ +

فی الجملہ انسان کو اِس موضوع پر رہنمائی کی شدید ضرورت تھی۔ ہیگ کانفرنس اسی مقصد کیلئے قائم ہوئی تھی۔ لیکن بُری طرح ناکامی ہوئی۔ مجلسِ بین الاقوام نے بھی اب اسی طرف حرکت کرنی شروع کی ہے۔ لیکن اس کے بانیوں کی نیت صاف نہیں معلوم ہوتی۔ کہا جاتا ہے۔ کہ یہ مجلس مشرقی اقوام کے جذبۂ حریت کو فنا کرنے کے لئے بنائی گئی ہے۔ یورپی طاقتوں کے پاس کافی سامانِ حرب موجود ہے جس کے بدولت وہ دوسروں کو محکوم رکھ سکتے ہیں۔ اور مجلس مذکور میں استردادِ اسلحہ کی تجویز محض مشرق کو بیدست و پا بنانے کے لئے پیش کی گئی ہے۔ تاکہ وہ کبھی اپنی طاقت بازرفتہ کو بحال نہ کر سکے +

لیکن یہ جماعتیں بہرحال انسانی ساختہ ہیں۔ اور اگر کوئی بات میرے مفاد کے خلاف ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ میں اس کی پابندی کروں۔ اور اگر میں کسی طرح اس کی پابندی پر مجبور ہو جاؤں۔ تو پھر میں کوشش کروں گا۔ کہ اُس سے رہائی نصیب ہو۔ یورپ کے صُلحنامے عموماً ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ اور بجائے اُن کی پابندی کرنے کے دُول یورپ اُن کی خلاف ورزی کیا کرتی ہیں لہذا ہمیں خُدائی احکام کی ضرورت ہے۔ تاکہ وہ ہمارے ایمانیات کا جزو بن سکیں۔ یہ ایک محض نظریہ ہی نہیں ہے۔ جنگجو اقوام کی تاریخ سے یہ بات ثابت ہو سکتی ہے۔ جو لوگ کسی زمانہ میں ظلم و ستم کا مجسّمہ تھے۔ اور بوجہ اپنی طاقت کے انسانیت کے حق میں ایک بلائے عظیم تھے۔ وہ الہامِ ربانی کے زیرِ اثر آ کر رحمت اور شفقت کے پُتلے بن گئے۔ اور دُنیا نے .... اُنھیں شریف سپاہیوں کا خطاب دیدیا۔ بیشک پہلے تو وہ زندگی کے معاملہ میں بڑے بے پرواہ تھے۔ اور جا و بیجا اپنی تلوار کا استعمال کرتے تھے لیکن احکامِ الٰہی کے ماتحت آ کر یہ بیضابطہ لوگ بہت

متصف مزاج جنگجو بن گئے +

بحر خزر کے اردگرد ابتدا ہی سے جنگجو اقوام آباد چلی آتی ہیں۔ قدیم زمانہ میں یہ لوگ بالکل وحشی تھے۔ اور لوٹ مار اُن کا پیشہ تھا۔ گویا قدیم یاجوج اور ماجوج کی یاد دلاتے تھے۔ اسی لئے دارا نے ایک زبردست دیوار بحر خزر اور کوہ قاف کے مابین تعمیر کرائی تھی۔ تاکہ ایران ان لٹیروں کی دستبرد سے محفوظ رہ سکے۔ بعد چند یہ لوگ سیتھین کے لقب سے دنیا میں نام آور ہوئے۔ اور ہندوستان تک اُن کے حملوں سے محفوظ نہ رہ سکا۔ یورپ میں یہ لوگ دوسرے نام سے حملہ آور ہوئے اور یسوع کے زمانہ میں یہ لوگ ہن اور گاتھ کے نام سے مشہور تھے۔ ان کی خونخواری کا اثر ہنوز اُن کی نسل میں باقی ہے۔ اسی نسل کے لوگ آریوں کے نام سے ہندوستان میں آدھمکے اور یہاں کے قدیم اور اصلی باشندوں کو پہاڑوں میں مار کر بھگا دیا۔ اور ان بیچاروں کو سانس لینے کیلئے بھی چپہ بھر زمین نہ دی۔ ہم آج کل اکثر سنتے ہیں۔ کہ اہل ہنود اپنی قدیم آریائی تہذیب پر فخر کیا کرتے ہیں لیکن جبکہ اُن کی مزعومہ تہذیب کا نتیجہ یہ تھا۔ کہ آریوں نے "اچھوتوں" کے ساتھ بدترین طرز کا برتاؤ کیا۔ اور یہ اچھوت آج ہندوستان کے قدیم اور اصلی باشندوں کی یادگار ہیں۔ تو پھر صاف ظاہر ہے۔ کہ اُن کی تہذیب کو اخلاق اور شائستگی کی ہوا بھی نہیں لگی تھی۔ بیچارے اچھوتوں کو آج بھی انسانیت کے اکثر حقوق سے محروم رکھا گیا ہے۔ ایک زمانہ تھا ہندو انکے سایہ سے بھی دور بھاگتے تھے۔ اور اب بھی یہ لوگ دور دور رہتے ہیں۔ اور یہ تفریق سابقہ مظالم اور سختیوں کا ادنےٰ نمونہ ہے۔ جو پہلے زمانہ میں ان لوگوں پر روا رکھی جاتی تھیں۔ محض اس قصور کی پاداش میں کہ وہ ہندوستان کو اپنا آبائی وطن سمجھتے تھے +

اسی نسل کے دیگر افراد ایام جاہلیت میں تاتاری کہلاتے تھے۔ یہ لوگ وسط ایشیا پر چھا گئے۔ اور تمام خطہ کو تباہ کر دیا۔ اور جہاں کہیں جاتے تھے قتل و غارت اور تباہی و بربادی کے سوا دوسرا کام نہیں کرتے تھے۔ ان کے نقاروں کی آواز مفتوح

اور بیکس اقوام کے حق میں موت کی گھنٹی ہُوا کرتی تھی۔ اگرچہ اُنھوں نے بُدّھ مذہب اختیار کر لیا تھا، لیکن ہلاکو اور چنگیز کے نام ایسے ہیں۔ جن کو سُن کر بحرِ خزر کے لوگ اب بھی لرزہ براندام ہو جاتے ہیں۔ بعد ازیں یہ لوگ مختلف مذاہب کے زیرِ اثر آئے۔ تاتاری مذہب کے لحاظ سے بدّھ کے پیرو تھے۔ اور آریہ ویدّوں کے ہُن عیسائی ہو گئے لیکن کسی مذہب نے ان کے اندر سے خونخواری اور سفّاکی عناصر کو دُور کرنے میں کامیابی حاصل نہ کی +

الغرض مسئلہ جنگ ہمیشہ سے ایک پیچیدہ مسئلہ رہا ہے۔ نہ تو امن و امان کی خاطر ہم جنگ و جدل سے کنارہ کش ہو سکتے ہیں۔ اور نہ یہ ممکن ہے۔ کہ قدیم الایام سے جن اصُولوں پر جنگ ہوتی رہی ہے۔ ان کا اتّباع کیا جائے۔ اس مُعاملہ میں اہلِ دُنیا کو اشد ضرورت تھی۔ کہ کوئی مصلحِ ربّانی، جنگ و جدل کے صحیح اصُول اُنھیں تلقین کرے۔ اور خُدا کا شُکر ہے۔ کہ اسلام نے اس ضرورت کو پُورا کیا ہے +

مَیں بغیر کسی تمہید کے اصل مطلب پر آنا چاہتا ہوں۔ اسلام نے ایسی جنگوں کو جو محض جلبِ منفعت یا حصُولِ طاقت یا غصبِ مملکت کے لئے برپا کی جائیں، مردود قرار دیا ہے۔ لیکن دُنیا میں جنگ و جدل کے لئے یہی باتیں شروع سے محرّک رہی ہیں۔ اور آج بھی یہی جذبہ ہے۔ جو دُنیا کی مُتمدّن اقوام کو حرص طمع کی طرف مائل کئے ہُوئے ہے۔ ممکن ہے۔ وہ تجاویز اور منصوبے بنائیں اور عذر تراشیں لیکن حرص اور لالچ اور طمع اُن کی جُملہ حرکات کی تہ میں کارفرما ہے۔ اسلام نے اُن امور کے لئے جنگ کرنا ممنوع قرار دیا ہے۔ وہ محض انھی حالات میں جنگ کی اجازت دیتا ہے۔ جن کے ماتحت جنگ کرنے کیلئے خالقِ ارض و سما نے ہمارے اندر جنگی رُوح ودیعت فرمائی ہے۔ اسلام تین وجُوہ سے جنگ کی اجازت دیتا ہے +

(۱) فتنہ کا سدّباب کرنے اور مملکت کو اغیار کے حملوں سے بچانے کیلئے +

(۲) دوسروں کے حملوں سے اپنی جان اور اپنے اموال کی حفاظت کے لئے +

(۳) ہر شخص کو اپنے معتقداتِ مذہبی پر بہ آزادی عمل پیرا ہونے کے لئے، خواہ وہ کسی

مذہب کا پیرو کیوں نہ ہو +
پہلی دو صورتوں کے متعلق کسی تصریح کی ضرورت نہیں - کیونکہ وہ اظہر من الشمس ہیں - لہذا اُن کے متعلق صرف قرآنی آیات نقل کرنے پر اکتفا کروں گا +

(۱) اگر تم جنگ نہ کرو گے تو ملک میں فساد اور فتنہ برپا ہو جائیگا (۸ : ۷۳)

(۲) جنگ کرنے کی اجازت دی جاتی ہے - اُن لوگوں کو جن پر غیروں نے حملہ کیا - کیونکہ وہ مظلوم ہیں - اور اللہ یقیناً اُن کا ناصر ہے - وہ لوگ جن کو اُن کے گھروں سے بلا وجہ معقول باہر نکال دیا گیا ہے . . . . (۲۲ : ۳۹ و ۴۰)

جنگ کا تیسرا مقصد ایک متنازعہ فیہ امر ہے - اور اسکی بناء پر معاندان اسلام کو اسلامی تعلیمات کے خلاف لغو اعتراضات کا موقعہ ملا ہے - حالانکہ قرآن مجید نے اس معاملہ میں نہایت خوش آیند اور معقول تعلیم پیش کی ہے +

قرآن نے یہ کہکر کہ لا اکراہ فی الدین یعنی دین کے معاملہ میں کسی پر کوئی جبر نہیں ہے - دنیا کو امن اور آزادی کا پیغام سُنا دیا ہے - اور ہر شخص خواہ وہ کسی مذہب سے تعلق کیوں نہ رکھتا ہو - اس زمان کی رو سے معتقدات کے لحاظ سے بالکل آزاد ہے +

اسلام علے الخصوص اس لئے آیا - کہ مذہبی آزادی اور ضمیر اور فعل کی آزادی دُنیا میں قائم کرے - مسلمان پر فرض ہے - کہ اگر کوئی شخص خواہ وہ اُس کا عزیز یا ہم مذہب ہی کیوں نہ ہو کسی دوسرے پر زیادتی کرے - یا اس کے مذہب میں مداخلت کرے - تو وہ اس سے جنگ کرے - مذہب میں اس صورت معاملات کو دین اللہ کہا گیا ہے - یعنی ہر شخص اپنے معتقدات اور اعمال میں آزاد ہے - جس طرح چاہے اپنے معبود کی پرستش کرے - اگر مسلمان کسی کے خلاف تلوار نکالیگا - تو اس لئے کہ مذہبی آزادی مفقود ہو گئی ہو گی - ملحد اور دہریہ بھی اس زریں اصول سے مستثنے نہیں ہے - گویا اسلام سے پہلے ضمیر کی آزادی کا دُنیا میں کہیں وجود نہ تھا - لوگ اپنے اپنے مذاہب کو الہامی یا منزل من اللہ مانتے تھے - وہ نہ دوسروں کو اپنے مذہب میں شامل

کرتے تھے۔ اور نہ اپنے ہم مذہبوں کو دوسرے عقاید اختیار کرنے کی اجازت دیتے تھے۔ اسلام نے دونوں باتوں کی اجازت دی، اور اس طرح تہذیب و تمدن کی تکمیل فرمائی۔ اسلام میں مذہبی آزادی کا جذبہ اس درجہ قوی ہے۔ کہ جملہ معابد کی حفاظت بھی ایک مسلم پر فرض ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یا جماعت خواہ وہ مسلمانوں ہی کی کیوں نہ ہو کسی گرجے پر حملہ آور ہو تو ایک مسلم کا فرض ہے۔ کہ وہ اُس گرجے کی حفاظت کرے۔ قرآن مجید اس موضوع پر بالکل واضح ہے "اور اگر اللہ ایک جماعت کو دوسری جماعت سے دفع نہ کرتا رہتا تو صومعے اور گرجے ہیاکل اور مساجد سب برباد ہو جاتیں۔ جن میں خدا کا ذکر بکثرت کیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ اُس کی مدد کریگا۔ جو اللہ کے کام میں معاون ہو (۲۲:۴۰)

آیت مذکورہ بالا میں قرآن مجید نے حفاظتِ معابد کو مقصدِ خداوندی کا مرادف قرار دیا ہے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے۔ کہ مسلمانوں کو حکم دیا گیا ہے۔ کہ وہ نہ صرف اپنی مساجد بلکہ دوسرے مذاہب کے معابد کی حفاظت میں اپنی جانوں کو قربان کر دیں۔

موجودہ متمدن دنیا، جس کے سینہ میں عدم رواداری کے مسیحی خیالات پوشیدہ ہیں۔ ابھی تک ان اصولوں سے جو قرآن مجید نے تلقین فرمائے ہیں بہت دور پڑی ہوئی ہے۔ علاوہ بریں مسیحی حکمرانوں کو اسلام سے ایک اور سبق بھی سیکھنا چاہیئے مذہب اسلام نے مسلمان بادشاہوں پر یہ بات فرض قرار دی ہے۔ کہ وہ دوسرے مذاہب کے معابد کی بقاء و استحکام میں بقدر استطاعت حصہ لیں۔ چنانچہ شہنشاہ اورنگ زیب نے بنارس میں یہی کیا۔ تاریخ اسلام میں صرف یہی ایک مثال نہیں ہے لیکن میں نے قصداً یہ دو نام منتخب کئے ہیں۔ ہندوستان کے موجودہ مؤرخین نے خواہ وہ ہندی ہوں یا یوروپین، سیاسی مصالح کی بناء پر، اسلامی حکومت کو بدنام کرنے کیلئے مسلسل دروغ بافی سے کام لیا ہے۔ اور اُنھوں نے اورنگ زیب کو خصوصیت کے ساتھ اپنے اعتراضات کا نشانہ بنایا ہے۔ یہ لوگ

کہتے ہیں۔ کہ اُس نے بنارس میں بہت سے مندر مسمار کرا دیئے۔ اور ہنود کی بہت سی رسوم حکماً بند کرادیں ۔ حالانکہ حقیقتِ حال اس کے برعکس ہے۔ بادشاہ مذکور نے ہندوؤں کے معابد کے لئے بہت سی جائداد عطا کی تھی۔ اور خوش قسمتی سے ان معابد کے منتظمین کے پاس آج اُس کے فرامین موجود ہیں۔ ورنہ وہ جائدادیں بحق سرکار انگلشیہ ضبط ہوگئی ہوتیں۔ میرے پاس اُن فرامین کے عکس موجود ہیں۔ کشمیر میں جو ایک ہندو ریاست ہے آج بہت سی جائدادیں مسلمانوں کی دی ہوئی وقف کی صورت میں موجود ہیں۔ اور اُن میں سے بہت سی جائدادیں اورنگ زیب کی عطا کردہ ہیں۔ اور آج بھی ریاست حیدر آباد اور بھوپال میں اس قسم کی فیاضی کی مثالیں مل سکتی ہیں۔ جہاں کہ بہت سی جائدادیں مذاہبی اوقاف کی صورت میں موجود ہیں۔ اور اُن کی آمدنی عیسائی اور پارسی معابد کی نگہداشت پر صرف کی جاتی ہے +

بحالت جنگ بھی مسلمانوں کو یہ حکم ہے۔ کہ وہ کسی معبد کو مسمار نہ کریں۔ اور نہ مذہبی پیشواؤں کو قتل کریں ۔ اس ضمن میں خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فرمان قابلِ غور ہے " مسلمانو! دشمنوں کے ساتھ صلحناموں میں کسی قسم کی فریب کاری اور دغابازی کو دخل نہ دو! ہر معاملہ میں ایمانداری سے کام لو۔ اور ہمیشہ شرافت اور راستبازی کا برتاؤ کرو۔ کسی زاہد یا عابد کو آزار مت پہنچاؤ۔ نہ اُن کے معابد کی بیحرمتی کرو۔ اپنے وعدوں کو پورا کرو۔ لیکن جو لوگ تمہاری عاید کردہ شرائط کی پابندی نہ کریں! اُنکو سخت سزا دو" +

پس یہ نہایت افسوس کی بات ہے۔ کہ گزشتہ جنگ عظیم میں یورپ کی متمدن اقوام نے ان زرّیں اصولوں پر عمل نہ کیا۔ فرانس اور بلجیم میں بہت سے گرجے مسمار کر دیئے گئے۔ اور پادری قتل وغارت کی لپیٹ میں آ گئے +

آنحضرت صلعم، جیسا کہ میں پیشتر لکھ چکا ہوں بحیثیت ایک ایسے نبی کے جلوہ گر ہوئے جس نے نہ صرف اپنا مذہب محفوظ رکھنے کے لئے بلکہ اپنے پیروؤں کی جانیں

بچانے کیلئے اور جنگی معاملات میں آیندہ نسلوں کو ضابطہ اور ہدایات دینے کیلئے۔ جنگ عظیم کی داستان اس بات کی زندہ مثال ہے۔ کہ انسانی ساختہ قوانین یا صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے ناقابل ہیں یا متخاصمین جن کے مفاد سے وہ ضوابط اختلاف کرتے ہیں۔ ان کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ آپ کو اکثر جنگوں میں شریک ہونا پڑا۔ اس لئے آپ نے ہمارے لئے اس معاملہ میں بھی کامل ہدایات بہم پہنچائی ہیں۔ آپ ہمیشہ ان صلحناموں کا احترام فرماتے تھے۔ جو آپ نے دشمنوں کے ساتھ کئے۔ اب میں آپ کے سوانح حیات اس ضمن میں اختصاراً بیان کروں گا۔ اور ان قرآنی آیات کو بھی لکھوں گا۔ جو اس سلسلہ میں نازل ہوئیں۔

ابتدائے بعثت سے آپ کو مع اپنے وفادار ہمراہیوں کے سخت سے سخت مشکلات کا پورے تیرہ برس تک سامنا کرنا پڑا۔ اسلام کے دشمنوں نے حتے الوسع کوشش کی۔ کہ مذہب اسلام کا ابتدا ہی میں قلع قمع کر دیا جائے۔ اگر ان تکالیف کا کوئی شخص تصور بھی کرے۔ جو ابتدائی زمانہ میں مسلمانوں کو برداشت کرنی پڑیں۔ تو اسکے رونگٹے کھڑے ہو جائینگے۔ جب حضرت یسوع نے پہاڑی وعظ بیان کیا تھا۔ تو جو خطرات اُن کو اپنے دشمنوں کی طرف سے دل میں پیدا ہو گئے تھے۔ وہ سب مادی شکل میں آنحضرت صلعم کے زمانہ میں ظاہر ہو گئے۔ ایسے موقعہ پر دشمنوں سے مقابلہ کرنا گویا موت کے مُنہ میں جانا تھا۔ لیکن اس سلسلہ میں حضرت یسوع نے جو تعلیم دی تھی۔ یعنی اگر دشمن دائیں گال پر طپانچہ مارے تو بایاں گال بھی اُس کے سامنے کر دیا جائے۔ وہ ایسی تھی۔ کہ اگر اس پر عمل کیا جاتا تو آپ کے متبعین کے اندر سے جوانمردی اور ہمت کا عنصر مفقود ہو جاتا۔ لہٰذا آپ نے کمال دانشمندی سے کام لے کر حکم دیا۔ کہ یا تو مصائب کا مردانہ وار مقابلہ کرو۔ یا ہجرت کر جاؤ۔ لیکن اپنے اصولوں سے دستبردار نہ ہو۔ اور نہ دشمنوں کی اطاعت کرو۔ اس طرح کہ اپنے عقاید کو ترک کرنا پڑے۔ آپ کے اکثر متبعین ملک حبش میں ہجرت کر گئے

لیکن وہ وقت بھی آگیا۔ جب دشمنوں کے مظالم نے مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز کر دیا۔ چنانچہ سب مسلمانوں کو مکہ چھوڑنا پڑا۔ اور نبوت کے تیرھویں سال صرف چند ہمراہی آپ کے ساتھ مکہ میں رہ گئے۔ دشمنوں نے صلاح کی۔ کہ آنحضرت صلعم کو قتل کر دینا چاہیئے۔ اسلیئے آپ کو بھی ہجرت کرنی پڑی۔ مدینہ ہجرت کرنیسے چند ماہ پیشتر خدا کی طرف سے یہ وحی نازل ہوئی "اجازت دی جاتی ہے جنگ کی اُن لوگوں کو جن پر جنگ عاید کی گئی ہے۔ دوسروں کی طرف سے کیونکہ وہ مظلوم ہیں'۔ اور یقیناً اللہ اُن کی مدد کرنے کے لائق ہے" ۔ نیز "یہ جو لوگ بغیر کسی معقول وجہ کے اپنے گھروں سے نکالے گئے ہیں'۔ اور ان کا کوئی قصور نہیں۔ سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ہمارا رب اللہ ہے" (قرآن مجید سورت ۲۲ آیت ۳۹ تا ۴۰)

یہ وحی ایک رنگ میں مسلمانوں کے لئے تنبیہ تھی۔ کہ عنقریب دشمن اُن پر حملہ آور ہونگے۔ مدینہ کی طرف ہجرت کو مشکل سے ایک سال گزرا ہوگا۔ کہ مکہ سے ایک ہزار قریش تیر و کمان سے مسلح ہو کر اسلام کو مٹانے کے لئے نکلے۔ آنحضرت صلعم نے بھی یہ خبر سُنی۔ آپ سوائے اُن چند لوگوں کے جو مسلمان ہو گئے تھے مدینہ والوں پر اعتماد نہ کر سکتے تھے۔ الغرض تین سو تیرہ آدمیوں کی مختصر جماعت کے ساتھ جنمیں بہت سے بیس سال سے کم عمر کے لوگ بھی شامل تھے۔ آپ دشمنوں کے مقابلہ کو باہر نکلے۔ اور بدر کے مقام پر جو مدینہ سے تیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ دونوں فوجیں صف آرا ہوئیں۔ اہل مکہ کے بہت سے لوگ مارے گئے۔ اور بقیۃ السیف بھاگ کر مکہ پہنچے۔ وہاں جا کر اُنھوں نے شکست کا ماجرا مکہ والوں کو سُنایا۔ وہ لوگ بہت برافروختہ ہوئے۔ اور اُنھوں نے دوبارہ مقابلہ کی طیاری کی۔ اب کی مرتبہ ان کی فوج کی تعداد تین ہزار سے متجاوز تھی۔ آنحضرت صلعم پھر مدینہ سے باہر مقابلہ کے لئے نکلے۔ آپ کے ساتھ نو سو آدمی تھے۔ اُحد کے مقام پر دوسری جنگ ہوئی۔ اگرچہ مسلمان فتحیاب نہ ہو سکے لیکن دشمنوں کو بھی کوئی فائدہ حاصل نہ ہوا۔ آخر الذکر نے اب مسلمانوں کو بالکل

نیست و نابود کر دینے کا تہیہ کر لیا۔ اُنھوں نے عرب کے دوسرے قبائل سے آنحضرت صلعم کے خلاف سازباز شروع کی۔ اور دس ہزار آدمیوں کی فوج طیار کی اور مدینہ کا محاصرہ شروع کیا۔ کوئی باقاعدہ جنگ نہیں ہوئی لیکن ایک رات زبردست طوفان برپا ہوگیا۔ مکہ والوں کے تمام چراغ گُل ہو گئے۔ اور سارے خیمے ہَوا سے اُکھڑ گئے۔ اس بات سے اُن کے اوسان خطا ہو گئے۔ اور وہ فوراً راتوں رات سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ نکلے۔ اگرچہ اس محاصرہ کے بعد دُشمنانِ اسلام کوئی دوسری سازش نہ کر سکے لیکن اس واقعہ سے تمام عرب میں آتشِ جنگ مُشتعل ہوگئی مسلمان چاروں طرف سے دشمنوں میں گھرے ہوئے تھے۔ اور زیادہ تر اس موقعہ پر مفصلہ ذیل آیات قرآنی نازل ہوئی تھیں۔ ان میں جو رنگ اعتدال پایا جاتا ہے۔ وہ ہر طرح لائق تحسین ہے +

"جس قدر فوج تم اُن کے مقابلہ میں لا سکتے ہو مُہیا کرو۔ اور گھوڑے سامنے رکھو۔ تاکہ تُم اُنھیں خوفزدہ کر سکو، جو اللہ کے اور تُمہارے دُشمن ہیں۔ اور اُن کے علاوہ اَوروں کو بھی جن کو تُم نہیں جانتے مگر اللہ خُوب جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم اللہ کے راستہ میں خرچ کرو گے۔ وہ تُم کو پُورا پُورا واپس ملجائیگا۔ اور تمہارے ساتھ ناانصافی ہرگز نہ ہوگی" (قرآن مجید سُورت ۸ آیت ۶۰) +

مُنکروں سے کہہ دو۔ اگر وہ باز آ جائیں تو اُن کے سابقہ قصور معاف کر دیئے جائینگے۔ اور اگر وہ پھر شرارت کرینگے تو اگلے لوگوں کی روش پڑ چکی ہے وہی انجام اُن کا بھی ہوگا۔ اور کافروں سے ساتھ لڑو۔ یہانتک کہ فساد نام کو بھی باقی نہ رہے اور مذہب صرف خُدا ہی کے لئے قائم ہو جائے۔ اور اگر وہ باز آ جائیں تو اللہ اُن کے اعمال سے خبردار ہے اور اگر سرتابی کریں تو مُسلمانوں کو سمجھنا چاہئے کہ اللہ تمہارا حامی ہے۔ کیا ہی اچھا حامی ہے۔ اور کیا ہی اچھا مددگار ہے" (قرآن مجید سُورت ۸ آیت ۳۸ تا ۴۰) +

"اور اگر تم فیصلہ کے طالب تھے۔ تو فیصلہ تُمہارے پاس آگیا (کہ سچے کو

فتح ہوئی) پس اگر تم اپنی شرارت سے باز آجاؤ تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا۔ اور اگر تم مخالفت کروگے۔ تو ہم بھی مخالفت کرینگے۔ اور تمہاری فوجیں تمہارے کام ہرگز نہ آئینگی۔ خواہ وہ بہت سی کیوں نہ ہوں۔ اور جان رکھو کہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے" (قرآن مجید سورت ۸ آیت ۱۹)

ان تمام آیات سے صرف حفاظت خود اختیاری میں جنگ کرنے کی اجازت ظاہر ہوتی ہے۔ اور ان میں صراحت کی گئی ہے۔ کہ جب دشمن جنگ و جدل سے باز آجائیں تو مسلمان بھی ہاتھ روک لیں خواہ انہیں انھیں نقصان ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ یہ آیت اس پر دال ہے "اور وہ صلح کی طرف جھکیں۔ تو تم بھی صلح کی طرف جھکو۔ اور اللہ پر اعتماد رکھو۔ اور اگر وہ تمھیں دھوکہ دینے کی کوشش کریں۔ تو تم ... بھی یقین رکھو۔ کہ اللہ تمھاری مدد کے لئے کافی ہے" (۸ : ۶۱ و ۶۲) +

بہرحال اس کے بعد بہت سے قبائل آنحضرتؐ کے طرفدار ہو گئے۔ اگرچہ ان کا مقصد جیسا کہ قرآن سے ظاہر ہے" مسلمانوں کو دھوکہ دینا تھا۔ جن لوگوں کے ساتھ تم نے عہد کیا ہے" اور وہ ہر مرتبہ عہد شکنی کرتے ہیں۔ اور عذاب خداوندی سے نہیں ڈرتے" (۸ : ۵۶)

اس جنگی سپرٹ کو زائل کرنے کے لئے مسلمانوں نے حتی المقدور مصالحت کی کوشش کی۔ لیکن جب کبھی غیر مسلموں کو آنحضرتؐ پر کوئی تفوق حاصل ہو جاتا تھا۔ وہ فوراً تعلقات نسبی یا مواعید دونوں کو بالائے طاق رکھ دیتے تھے۔ اس صورت حال کے تسلسل سے مسلمانوں کی جانیں معرض خطر میں پڑ گئیں۔ وہ لوگ ان لوگوں سے جن کے ساتھ عہد و پیمان تھا دوست سمجھ کر ملتے جلتے تھے لیکن یہ منافقین بسا اوقات مخلص طبع مسلمانوں کو فریب دیتے تھے۔ اور بہت سے مسلمان اس سلسلہ میں مارے گئے۔ لہٰذا صرف یہی صورت رہ گئی۔ کہ ان کے خلاف اعلان جنگ کر دیا جائے۔ بہت سے ان لوگوں کے پابند نہ تھے جنہوں نے خلاف ورزی کی تھی لہٰذا مفصلہ ذیل وحی بطور اعلان نازل ہوئی ہ۔

"یہ اعلان ہے اُس آزادی کا جو اللہ نے اور اُس کے رسُول کی طرف سے اُن مشرکین کے سلسلہ میں، جن کے ساتھ تم مسلمانوں نے مواعید کئے تھے۔ پس چار مہینے تک بہ آزادی مُلک میں گھومتے رہو۔ اور جان لو کہ تم اللہ کو کمزور نہیں کر سکتے۔ اور اللہ کافروں پر ذلت نازل کریگا۔ اور سب سے بڑے حج کے موقعہ پر اللہ اور اسکے رسُول کی طرف سے یہ اعلان بھی ہے۔ کہ اللہ اور اُس کا رسُول دونوں مشرکین کے ساتھ کسی معاملہ میں پابند نہیں ہیں۔ پس اگر تم توبہ کروگے تو تمہارے حق میں بہتر ہوگا اور اگر رُوگردانی کروگے۔ تو جان لو کہ تم اللہ کو کمزور نہیں کر سکتے۔ اور کافروں کو عذاب الیم کی خبر دیدو۔ سوائے ان کافروں کے جن کے ساتھ تم نے معاہدے کئے اور اُنھوں نے کسی معاملہ میں خلاف ورزی نہیں کی۔ اور نہ تمہارے خلاف کسی شخص کی امداد کی۔ پس اُن کے ساتھ اپنا معاہدہ پُورا کرو۔ یقیناً اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ جو اپنا فرض ادا کرتے ہیں۔ پس جب مقدس مہینے گزر جائیں تو قتل کرو کافروں کو جہاں پاؤ۔ اور اُنھیں قید کرو۔ اور اُن کا محاصرہ کرو۔ اور ہر جگہ اُنکی تاک میں رہو۔ لیکن اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو اُنھیں آزاد چھوڑ دو۔ یقیناً اللہ معاف کرنیوالا اور مہربان ہے۔" اور اگر کوئی بُت پرست تمہاری پناہ میں آئے تو اُسے پناہ دو۔ یہاں تک کہ وہ کلام خُدا کا سُنے، تب اُسے کسی محفوظ جگہ تک پہنچنے میں مدد دو۔ یہ اسلئے کہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو (حقیقت سے) خبردار نہیں ہیں (سُورت ۹: آیات ۱ تا ۶)+

مذکورہ بالا اقتباس کی چوتھی آیت معاملہ کو صاف کردیتی ہے۔ اور اُن لوگوں کیلئے، جو عہد کی پابندی کریں، حفاظت کا سامان مُہیا کرتی ہے۔ جس سزا کا آیت ۵ میں ذکر کیا گیا ہے۔ وہ صرف ان پر عاید ہوتی ہے۔ جو اس بچانے والے جُملہ کے ماتحت نہیں آسکتے۔ بہر حال مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے اور اُن سے وعدہ خلافی کرنیوالے کافروں کے خلاف جنگ کا اعلان کیا گیا، جو بار بار مسلمانوں کو ستاتے رہتے تھے۔ اور اگرچہ اب اُنھیں کوئی حق نہ تھا۔ کہ وہ محفوظ رہ سکیں لیکن اس سُورت

کی چھٹی آیت اُن کو بھی زندگی کا ایک اور موقعہ عطا کرتی ہے +

بہرکیف، اس آیت سے لوگوں کو غلط فہمی بھی پیدا ہوئی ہے۔ اور مخالفین اسکی بناء پر اسلام کے خلاف نہایت مضحکہ انگیز اعتراض کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ ابتدائی مسلمانوں نے غیر مسلموں کے سامنے دو چیزیں پیش کیں اسلام یا تلوار۔ ایک معترض لکھتا ہے۔ کہ یا تو غیر مسلموں کو جبراً مسلمان بنایا گیا یا اُنھیں تلوار کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔ غالباً قرانی الفاظ کے اس سے زیادہ غلط معانی بیان کرنے کی کوئی دوسری مثال نہیں مل سکتی۔ میرے خیال میں اس آیت کے یہ معنی بیان کرتا، جس کے پہلے اور آخر میں دو آیات اور بھی شامل ہیں، پرلے درجہ کی شرارت ہے۔ اوّل الذکر آیت میں ان غیر مسلموں کو مستثنےٰ کر دیا گیا ہے۔ جو اپنے عہد پر قائم رہے ہے۔ اور آخرالذکر ان لوگوں کو دنیا میں زندہ رہنے کا حق دیتی ہے، جن کو زندہ رہنے کا کوئی حق حاصل نہ تھا۔ اس سے ظاہر ہے۔ کہ مشرکین اور بُت پرستوں کو محض اس بناء پر قتل کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ کہ وہ مسلمان نہ تھے۔ بقولِ سیل جیسا کہ اُس نے اس آیت کے حاشیہ میں لکھا ہے۔ کہ "مسلمانوں نے اس آیت کے ماتحت اُن کُفار کو جنھوں نے اسلام قبول کرنا مناسب نہ سمجھا بحفاظت تمام ان کے گھروں کو واپس پہنچا دیا۔" میں نے تو کسی شخص کو اپنے دشمن کے ساتھ اس سے بہتر سلوک کرنے کی مثال آج تک کہیں نہیں پڑھی ہے۔ اب میں ناظرین کے سامنے چند قرآنی آیات اَور بھی بیان کرونگا جن سے یہ فیصلہ ہو سکتا ہے۔ کہ اسلام نے جنگ کو کیا مرتبہ دیا ہے۔ میری مُراد گیارھویں سُورت کی آیات ۱۲ تا ۱۴ سے ہے۔ سُورۂ براٗت کی آیت ۱۲۳ سے صاف معلوم ہوتا ہے۔ کہ مسلمانوں کی جنگ دُنیا بھر کے کفار سے نہ تھی بلکہ صرف ان لوگوں سے جنھوں نے اسلام کو صفحۂ ہستی سے نابُود کر دینے کا تہیہ کر لیا تھا۔ وہ آیت یہ ہے :-

"اے لوگو۔ جو ایمان لائے ہو! اُن کافروں سے لڑو جو تمہارے قریب ہیں"

اور اُن کے ساتھ سختی سے پیش آؤ۔ اور یقین رکھو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے" +

یہ حکم عام نہیں ہے۔ پس اسلامی لڑائیوں کی صحیح توضیح کرنے کیلئے اس اصُول کو مدِنظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ جو اس آیت میں بیان کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا اقتباسات میں ان تمام آیات کا مذکور بھی ہُوا ہے۔ جن پر مخالفین نے وقتاً فوقتاً اعتراضات کئے ہیں۔ نقاد کا فرض ہے۔ کہ وہ بے لاگ تنقید کرے۔ میں حیران ہوں کہ عیسائی معترضین۔ اور اسلام کے خلاف لکھنے والے زیادہ تر یہی لوگ ہیں۔ کسی طرح قرآن مجید کی ان صاف آیات پر کوئی اعتراض کر سکتے ہیں؟ اور کس قدر شرم کی بات ہے کہ اس قماش کے لوگ مختلف مقامات سے آیات لے کر جو اُن کے مفید مطلب نظر آئیں سیاق و سباق سے قطع نظر کر کے چند مہمل اعتراضات وارد کر دیتے ہیں +

مختصر یہ کہ دُنیا کو اصُول جنگ کی ہمیشہ سے ضرورت لاحق رہی ہے اور اسلام ہی وہ مذہب ہے۔ جس نے یہ اصُول دُنیا کو تلقین کئے ہیں۔ اسلام نے ایسی تمام جنگوں کی ممانعت کر دی جو دوسروں کی املاک اور جائداد غصب کرنے کے لئے برپا کی جاتی تھیں یا جو مذہب کے نام پر جاری ہوتی تھیں۔ اسلام دُنیا میں امن و امان قائم کرنے کیلئے آیا ہے۔ جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس نے تلوار چلانے کی اجازت محض اس وقت دی جبکہ اپنی جان و مال، اور مذہب خطرہ میں ہو۔ اور جبکہ کوئی شخص بغیر کسی معقول وجہ کے دوسرے پر حملہ آور ہو +

قرآنی اخلاقِ منزلیہ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

یورپ کی متمدن دنیا کو دیکھ کر انسان کی نگاہ میں قرآن کریم کی خاص عظمت پیدا ہوجاتی ہے۔ ایک وقت امور منزلیہ کے متعلق کتاب مقدس کی بعض باتیں مجھے بے ضرورت نظر آتی تھیں۔ نہ تو اس وقت زندگی کے اُتار چڑھاؤ پر غور کرنے کا مجھے موقع ملا تھا۔ نہ دوسروں کے تمدن سے چنداں واقفیت تھی۔ ہم مغربی مال و منال اور اُن کے اسباب عیش و آسائش کے حالات سُن کر دور سے ہی حیران رہجاتے ہیں۔ اور اُن کے قدم بہ قدم چلنے کی خواہش کرتے ہیں۔ لیکن جو جاکر وہاں نظر آیا۔ وہ یہی تھا۔ کہ اسباب راحت کے موجود ہونے پر یہ لوگ گھر کی خوشی سے محروم ہیں۔ کاش شادی کے بعد میاں بیوی کا تعلق ہی آپس میں صحیح ہوتا۔ وہ بھی نظر نہیں آتا۔ مغرب میں شادی ایک قسم کی لاٹری سمجھی جاتی ہے۔ اس سے مُراد وہ راحت افزا شادی ہے جو ایک کنبہ کو راحت و آرام میں رکھے۔ اسی شادی کا فقدان اس قدر بیّن ہے۔ کہ شادی کو مغرب نے لاٹری قرار دیا۔ یعنی جس طرح سینکڑوں میں سے ایک شخص کے حق میں لاٹری کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اسی طرح راحت افزا متاہل زندگی بھی نادرات میں سے ہے۔ حافظ علیہ الرحمۃ کا یہ شعر ہر جگہ صادق نظر آتا ہے ؎

دختراں را ہمہ جنگ است و جدل با مادر ۔ پسراں را ہمہ بدخواہ پدر مے بینم
ہیچ رحمے نہ برادر بہ برادر دارد ۔ ہیچ شفقت نہ پدر را بہ پسر مے بینم

چودہ سال تک تو علی العموم بچوں کا تعہد تو والدین کے ذمہ ہر جگہ ہے لیکن

اس عمر کے بعد درمیانی درجے کے لوگ عموماً اس بات کی توقع رکھتے ہیں۔ کہ ان کے بچے خواہ کسی صنف کے ہوں کچھ کما کر والدین کو دیں۔ اس تمدن کا اثر جو بچوں پر ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے۔ کہ کمانے کے ایک دو سال بعد ہی لڑکا ہو یا لڑکی اپنی آمد میں سے اس قدر روپیہ اپنے والدین کو دیتا ہے۔ جو اس کی رہائش اور خوراک کیلئے مکتفی ہو۔ وہ اپنی آمد کا ایک حصہ اپنے لئے الگ کر لیتا ہے۔ استثنائی حالات بھی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ طریق زندگی ہر خاندان کو ہر گھر کو مغرب میں ایک ہوٹل بنا دیتا ہے۔ جس کے چلانے والے ماں یا باپ ہوتے ہیں۔ اس کا ایک اور اثر خصوصاً صنف لطیف میں ایک اور رنگ میں پیدا ہوتا ہے لڑکی کو حق حاصل ہو جاتا ہے۔ کہ جسطرح چاہے روپیہ پیدا کرے۔ والدین کو دخل اندازی کا کوئی حق نہیں رہتا۔ اس سے بعض بچے بد اخلاقی کے راہ پر قدم زن ہو جاتے ہیں +

اسمیں شک نہیں کہ ابتداء ہی میں ہر بچے میں ذاتی ذمہ داری کا احساس پیدا ہو جاتا ہے لیکن دیگر سوشل نقص جو اس سے پیدا ہوتے ہیں وہ اس فائدہ سے کہیں زیادہ ہیں۔ یہ عموماً نظر آتا ہے۔ کہ لڑکے لڑکیاں بیس سال کی عمر کے ہو کر جہاں اُن کے سینگ سمائیں چلے جاتے ہیں۔ اگر ایسے بچوں میں والدین کے تعاہد کا خیال نہ رہے۔ تو ایک طبعی امر ہے۔ یہ کون نہیں جانتا۔ کہ بچے تو اپنے روزگار میں پرلے درجے کی خوشحالی کے مالک ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کے والدین ضعیفی کے علاوہ تنگئی معاش سے نالاں رہتے ہیں۔ والدین کی کیا مجال ہے۔ کہ وہ اپنے آسودہ اولاد کی چھت تلے کسی لمبے وقت کے لئے راحت کو دیکھیں۔ ایک ہندوستانی افسر جو ڈپٹی کمشنر ہو کر آخر پنشن یاب ہوئے۔ وہ ۱۹۱۴ء میں انگلستان آئے۔ وہ ہمارے ہاں ہی مہمان تھے۔ ایکدن وہ پنجاب کے ایک پنشن یافتہ لفٹنٹ گورنر کو ملنے گئے جہاں ایک عورت جاروب کشی کر رہی تھی۔ جو بعد میں معلوم ہوا۔ کہ اُسی افسر مذکور کی حقیقی بہن ہے۔ یہ تسلیم کیا کہ اس طریق تمدن سے ایک قسم کی ذمہ داری اور

خود اعتمادی کی روح پیدا کرنے کی طرف انسان کی توجہ ہوتی ہے لیکن منزلی راحت کسی کنبے کو نصیب ہونی چاہئیے۔ وہ مغرب میں نظر نہیں آتی +

اس فقدان راحت کا ایک بھاری باعث تعلیم مذہب ہے۔ بانئے مذہب کے اخلاق اور اسکی تعلیم انسان میں اچھے اخلاق پیدا کرتی ہے۔ مذہب کا فرض چند رسمی عبادات یا چند نرم اخلاق کی تعلیم دینے تک محدود نہیں۔ حقیقی مذہب وہ ہی ہے۔ جو اپنے پیرووں کے ہر شعبہ زندگی میں سامان راحت پیدا کرے۔ انجیل توریت کو شروع سے آخر تک دیکھ لیا جائے۔ جناب موسیٰ کے دس احکام شریعت کے ایک حکم کے سوا منزلی اخلاق کی تعلیم بہت ہی کم نظر آتی ہے۔ مذکورہ بالا احکام عشرہ میں سے ایک حکم یہ بھی ہے۔ کہ ہم والدین کی عزت کریں۔ جہاں کہیں توریت میں اس امر پر تعلیم دیکھی جائے۔ وہ اسی حکم کا اعادہ ہے لیکن انجیل میں جو نمونہ جناب مسیح کے متعلق روایت کیا گیا ہے۔ وہ کوئی اچھا نمونہ نہیں۔ جناب مریم تو اپنے بچے کی تلاش میں اپنے دوسرے بیٹوں کے ساتھ سرگرداں ہو رہی ہے۔ لیکن جب وہ آپ کے پاس آتی ہے۔ اور اپنی سرگردانی کا حال بیان کرتی ہے۔ تو حسب روایت انجیل جناب مسیح اپنی والدہ ماجدہ کو کسی ادب کے لفظ کے ساتھ مخاطب نہیں کرتے۔ آپ فرماتے ہیں:-

"اے عورت میرا تجھ سے کیا واسطہ" پھر آپ اپنے شاگردوں کی طرف ارشاد کرتے ہیں۔ کہ یہ میرے بہن بھائی ہیں۔ مانا کہ اپنے بھائیوں سے آپ کا کوئی مذہبی تخالف ہوگا۔ لیکن آپ کے اس نمونہ نے کل مغرب کا نقشہ بدل دیا۔ نہ کسی کو بھائی سے تعلق ہے۔ نہ ماں باپ کی کوئی حقیقی خدمت کرتا ہے دوسری طرف آنحضرتؐ کی زندگی میں ایک نہایت ہی سبق آموز واقعہ پیش آتا ہے۔ آپؐ مدینہ میں فاتحانہ زندگی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں۔ حربی قیدیوں کا ایک گروہ آپؐ کے سامنے آتا ہے۔ اُن میں ایک ضعیف بی بی بھی ہے۔ وہ اپنے آپ کو چھپا رہی ہے آپؐ دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے ہیں۔ آپؐ اُس وقت شفقت پسری کا ایک مجسمہ

بن جاتے ہیں اپنی رداءِ مبارک کے حصوں سے اُتار کر زمین پر بچھا دیتے ہیں۔ اور اس اسیرا کو اس پر بیٹھنے کیلئے مجبور کرتے ہیں۔ پھر نہایت شفیقانہ الفاظ کے بعد نہ صرف اس بی بی کو بلکہ اُس کُل کی کُل جماعت کو آزاد فرما دیتے ہیں جو غلامانہ حیثیت میں آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ یہ بی بی حلیمہ دائی تھی۔ جس نے ایام رضاعت میں آپ کی پرورش فرمائی تھی +

الغرض مذہب حقّہ کا یہ فرض ہے۔ کہ وہ ہماری زندگی میں راحت کے اسباب پیدا کر دے۔ اس نقطۂ نگاہ سے جب میں قرآن حکیم کو دیکھتا ہوں تو مجھے یہ نظر آتا ہے کہ اس کتاب نے کس قدر حقیقی خدمت انسان کی کی۔ اور نہ صرف اس ایک امر میں بھی آنحضرت صلعم حقیقی رحمۃ اللعلمین تھے۔ یوں تو طرح طرح سے اور مختلف دلائل دیکر ہم پر مبرہن کر دیا ہے۔ کہ ہمیں والدین کی خدمت میں کس طرح حاضر ہونا چاہئے لیکن سورۂ بنی اسرائیل کی ذیل کی آیت نہ صرف اسی امر پر ہی زور دیتی ہے بلکہ ہمیں ایک ایسے وقت کی طرف اشارہ کیا ہے۔ کہ ایک طرف تو والدین محتاج خدمت ہوں۔ اور دوسری طرف ہمارا اُن کی خدمت میں رہنا ایک کٹھن امر ہے۔

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ؕ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ؕ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ۝ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ۝ (سورہ بنی اسرائیل آیت ۲۳ لغایت ۲۶)

ترجمہ۔ اور تیرے رب نے فیصلہ کر دیا ہے۔ کہ اس کے سوائے کسی کی عبادت نہ کرو۔ اور ماں باپ سے نیکی کرو۔ اگر تیرے سامنے دونوں میں سے ایک یا دونوں ہی بڑھاپے کو پہنچ جائیں۔ تو انکو اُف (تک) نہ کہ۔ اور نہ انکو ڈانٹ۔ اور ان دونوں سے ادب سے بات کر۔ اور ان دونوں کے آگے رحم کے ساتھ فرمانبرداری

کا بازو جھکا۔ اور کہہ اے میرے رب تو ان پر رحم کر جس طرح انھوں نے مجھے چھوٹے ہوتے پالا تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ جو تمہارے دلوں میں ہے اگر تم نیک ہو۔ تو وہ بار بار رجوع کرنیوالوں کی حفاظت کرنیوالا ہے اور قریبی کو اس کا حق دو۔ اور مسکین اور مسافر کو (بھی) اور بیجا خرچ کرکے (مال کو) ضائع نہ کرو +

سب سے پہلے ہمیں اس امر کو دیکھنا ہے۔ کہ خدا تعالےٰ نے اپنے حقوق عباد کے بعد والدین کی خدمت کا ذکر کیا ہے یعنی خدا کے بعد انسان کے اگر کوئی مخدوم ہو سکتے ہیں۔ تو اس کے والدین۔ چنانچہ صرف ایک بات کے علاوہ ہمیں اُن کے سامنے تسلیم خم کرنا ہے۔ اور وہ امر یہ ہے۔ کہ اگر وہ ہم سے احکام خداوندی کے خلاف کچھ وہ کہنا چاہیں۔ تو وہ ہم نہ مانیں۔ لیکن اس موقع پر بھی نرمی اور حسن سلوک کو اپنے ہاتھ سے نہ دیں۔ والدین کی زندگی کا نازک وقت اُن کی ضعیفی یا ارذل عمر ہوتی ہے۔ اُس وقت وہ مزاج کے تلخ اور چڑ چڑے ہو جاتے ہیں۔ نشیب و فراز زمانہ کو وہ نہیں سمجھتے۔ جو ان کے منہ میں آتا ہے کہ گذرتے ہیں۔ اُن کے الفاظ بچوں کے اشتعال کا موجب ہوتے ہیں۔ لیکن اسی وقت کیلئے کتاب حکیم کی تعلیم ہے۔ کہ ہم اُن کے مقابل مُنہ کھولنا تو درکنار اُف تک بھی نہ کریں۔ انجیل کی تعلیم اور قرآن کے اس ارشاد میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور اُن کا عملی اثر جو مغرب مشرق میں نظر آتا ہے وہ بھی ظاہر ہے +

جن دو باتوں کا قرآن کریم میں بار بار ذکر ہے۔ وہ صدقات و حسنات اور نماز ہیں۔ لیکن جہاں کہیں بھی تقسیم صدقات کا حکم ہے۔ تو سب سے پہلے والدین کا ذکر ہے۔ لفظ صدقہ ہماری زبان میں ایک مُتبذل لفظ ہو گیا ہے۔ یہی خیرات کی حقیقت ہے۔ حالانکہ اسلام نے ان دونوں الفاظ کو اُن نیکی کے کاموں پر استعمال کیا ہے جن میں ہمارے مکسوبات خرچ ہوتے ہیں۔ والدین چھوڑ جو کچھ بھی ہم اپنے بی بی اور بچوں پر خرچ کرتے ہیں۔ اُسے بھی قرآن کریم نے لفظ صدقہ سے تعبیر کیا ہے۔ یہ لفظ اسلئے استعمال ہُوا ہے۔ کہ ہم اپنے مال کو

خرچ کر ایک طرف احکام خداوندی کی تصدیق کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف اُن تعلقات قلبی کو پیچ کر دکھاتے ہیں۔ جو ہمیں دوسروں سے ہوتے ہیں +

تقسیم آمد قرآنِ کریم کے کُل احکامات کو سامنے رکھ کر ہمیں اپنی آمد کو بطریق ذیل خرچ کرنا چاہیئے۔ سب سے اوّل ہم اپنی آمد میں سے زکوٰۃ کو الگ کر دیں۔ اور اس کا بہترین طریق یہ ہے۔ کہ ہم اپنی ماہوار آمد میں سے اڑھائی فیصدی قرآن کے اُن مُقرر کردہ راہوں پر خرچ کریں۔ جو زکوٰۃ کے مُتعلّق قرآن نے فرمائے ہیں۔ اس کے بعد والدین پر کُچھ حصّہ خرچ کرے۔ پھر اپنے عیال و اقربا کا فکر کرے۔ ان ہی میں ہمارے محتاج دوست بھی آ جاتے ہیں۔ بعد میں ہمیں قومی امُور کا فکر کرنا ہے۔ اس سے یہ مُراد نہیں۔ کہ ہم کُل کی کُل آمد کسی ایک مد پر ہی خرچ کر دیں۔ اپنے حالات کے مُطابق اپنی آمد کی تقسیم کریں۔ اور ہر ایک مد میں کچھ نہ کچھ خرچ کریں +

وحدتِ انسان

جس طرح عامہ تہذیب و تمدّن کے مقابل عدم وحدتِ انسانیہ کا نظریہ حائل ہُوا ہے۔ شاید ہی کوئی اور ایسی روک ترقی انسانی کی راہ میں پیدا ہُوئی ہو۔ وہ انسان جن کے لئے خُدا تعالیٰ نے طرح طرح کی نعمتیں پیدا کیں۔ اور جن نعمتوں سے مستفید ہونے کے لئے کُل انسانوں کو ایک ہی قسم کی قوتیں اور استعدادیں دی گئیں اُن کی نسل کا ایک بھاری حصّہ اسی عدم وحدت کے اعتبار سے محروم ہو چکا ہے۔ مذہب اگر رب العالمین کی طرف سے تھا۔ تو اُس کا پہلا فرض یہ ہونا چاہیئے۔ کہ وہ اس وحدت کو قائم کرے لیکن قبل اسلام مذہب نے ہی اس مصیبت کو پیدا کیا۔ قدیمی ایرانی

مذہب یعنے پارسیوں کے طریق نے ہی ہندوستان میں ذات پات کو پیدا کیا۔ انھیں کی طرح یہاں کے باشندے چار قوموں میں تقسیم ہوئے۔ مذہب نے ہی ہندوستان کے کئی کروڑوں انسانوں کو معمولی حقوقِ انسانیت سے محروم کردیا۔ آج گیارہ کروڑ سے زیادہ اچھوت قومیں ہندوستان میں موجود ہیں۔ ان کے سایہ تک سے اعلےٰ قوم کو مذہباً نفرت ہے۔ اور تو اور انھیں نہ تو خدا کے گھر میں جانے کا حق حاصل ہے۔ نہ وہ خدا کے کلام کو سُن سکتے ہیں۔ اپنی معیشت کے لئے جس ادنےٰ سے ادنےٰ کاروبار میں وہ پھنس گئے ہیں۔ ہزاروں برس سے اُسی میں گرفتار ہیں۔ ہم نے تو مغرب میں قصابوں اور موچیوں کے بیٹوں کو وزیر اعظم ہوتے دیکھا لیکن ہندوستان کا دس ہزار برس کا چمار آج چمار ہی ہے۔ ہاں یہ چمار بھی مسلمان ہوکر عموماً دوسری پُشت میں تاجر چرم اور تیسری میں جنرل مرچنٹ ہو جاتے ہیں۔ مجلسی طور پر بھی یہ لوگ اعلےٰ طبقہ کے ممبر بن جاتے ہیں۔ اسی طرح مسئلہ تناسخ کی رُو سے جو لوگ ادنےٰ حالت میں ہوتے ہیں وہ پچھلی جنم کے سیاہ کار اور گنہگار ہوتے ہیں۔ پھر اچھوت یا ادنےٰ درجہ کے لوگ دوسرے ہندو اصحاب کے نزدیک کیوں قابل نفرت نہ سمجھیں جائیں۔ یہ لوگ اگر واقعی پچھلے جنم میں بدمعاش اور بے ایمان تھے۔ تو کیوں ہم اُن سے نہ بچیں۔ اس طرح اس مسئلہ تناسخ نے جو ہندو مذہب کا ایک بنیادی مسئلہ ہے۔ نسلِ انسانی میں ایک خطرناک تفریق پیدا کردی۔ خود عیسائیت بھی اس جرم کی مرتکب ہوئی۔ مثلاً پیدائش کے وقت جو بپتسمہ پالے وہ تو جنتی ہے۔ اور باقی کے دوزخی سمجھے جاتے ہیں۔ حتےٰ کہ کوئی عیسائی بچہ بھی اگر بپتسمہ پانے سے پہلے مرجائے۔ تو اُسے مقدس کردہ قبرستان میں دفن نہیں کیا جاتا۔ اور چند صدی پہلے تو رُوس میں ان بچوں کو جلا دیا کرتے تھے۔ جب عیسائی کی نگاہ میں کُل غیر عیسائی دُنیا پیدائشاً جہنمی اور بے ایمان ہے تو پھر کیوں اُنھیں دوسروں سے نفرت نہ ہو۔ اس حقیقت کے خلاف آجکل کے عیسائیوں کا طرزِ عمل پیش نہیں ہوسکتا۔ یہ تو آجکل کی تمدن آجکل کی تعلیم اور اُن کے ماتحت آجکل کے وسعتِ قلب کے نتائج ہیں۔ دیکھنا تو یہ چاہئے۔ کہ چند صدیاں پہلے اسلام

میں عیسائی قلب کی کیا کیفیت تھی۔ آج جب یہ لوگ گرجہ میں جاتے ہیں۔ تو اُنکے مُنہ سے کیا کلمات نکلتے ہیں۔ کتاب دُعا عمومی کے موجودہ ترمیم سے پہلے کی اڈیشن کو دیکھا جائے۔ اور یہ ترمیم بھی کوئی پانچ چھ سال ہُوئے۔ تو اسمیں سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو مسیح پر ایمان نہ لائے۔ اس کے لئے ابدی جہنم ہے۔ پھر جو گرجے کے اندر پرستاروں کے مُنہ پر الفاظ لعنت کے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک حصہ کے مستحق ترکون کو قرار دیا گیا ہے۔ اور آج تو نہیں لیکن آج سے دو نسل پہلے ترکوں سے مُراد مُسلمان لئے جاتے تھے۔ اب جو نیک مزاج عیسائی ان دُعاؤں اور لعنتوں کو پڑھ کر گرجہ میں سے نکلیگا۔ اُس کی نگاہ میں غیر عیسائی کی حقیقت کیا ہوگی۔ کیا اس معاملہ میں اسلام نے نسل انسانی پر کچھ کم رحم کیا۔ جب آنحضرت صلعم نے فرمادیا۔ کہ جو بھی پیدا ہوُا وہ گناہ سے پاک پیدا ہُوا۔ اور وہ پیدائش کے رُو سے جنتی ہے۔ ہندو عیسائیوں کے بعد قریب قریب ہر مذہب کی ایسی ہی تعلیم ہے۔ جب ان کے نزدیک دوسری قومیں خدا کے مخاطبہ کے قابل ہی نہیں رہیں۔ تو پھر ان کی حقیقت ہی کیا ہے +

مذہب کے بعد پولیٹیکل قوانین نے نسل انسانی میں بیخ کن تمدّنی تفرقہ پیدا کر دیا ہے۔ رُومی یُونانی تو کسی الہامی مذہب سے تعلق نہ رکھتے تھے اُنھوں نے بھی مفتُوح قوموں سے بہت ہی بُرا سلوک کیا۔ اُنھیں غلامانہ حیثیت میں رکھا۔ ان پر طرح طرح کے مظالم کئے جسٹینن جیسے مقنن نے اہل روما کو دو جماعتوں میں تقسیم کیا۔ جن میں ایک کی حیثیت تو آقا کی تھی۔ اور دوسرے کی حیثیت غلاموں سے بھی بدتر تھی۔ اسلام سے پہلے جس طرف جاؤ یہی نقشہ نظر آتا ہے۔ ہر جگہ نسل انسانی کا ایک بھاری حصہ ہر ایک قسم کی ترقی اور آسائش سے محروم کیا گیا۔ وہ تو خیر پُرانی باتیں ہیں۔ آج بھی مغربی قومیں کم وبیش یہی کر رہی ہیں۔ افریقہ کے اصلی باشندوں سے غلامانہ سلوک ہو رہا ہے۔ اور محکوم قوموں کو بھی ایک حد تک وہ حقوق نہیں دئے جاتے جو حاکم قوم اپنے

لئے رکھتی ہی۔ جنگ عظیم سے دار السلام (افریقہ) میں تو حاکم محکوم قوموں کے لئے تعزیری قوانین تک الگ الگ تھے +

لوگ آج بھی ایک حد تک حقیقت مذہب کو نہیں سمجھتے۔ اصل کام تو یہ ہے کہ نسل انسانی کو راحت پہنچے اور انھیں تمدن کے بارگراں سے نجات دی جائے۔ مذکورہ بالا مصائب سے بڑھ کر نسل انسانی کے لئے اور کیا مصیبت ہوسکتی ہے۔ اسلام سے پہلے کسی قوم کی تہذیب و مذہب کو اچھی طرح سے دیکھ لیا جائے کسی نے انسان کو ان اغلال سے آزاد نہیں کیا۔ اگر مذہب یا الہام کا کوئی کام ہے۔ تو یہ کام ہے۔ میں نے ایک اور جگہ یہ بات لکھی ہے۔ کہ مذہب میں رواداری پیدا کرنے کے لئے جو قوانین قرآن کریم نے مرتب کئے ہیں صرف ان کی بناء پر آنحضرت صلعم افضل الانبیاء کہلانے کے مستحق ہیں۔ اب وہ ہی بات میں یہاں کہتا ہوں۔ کہ اگر جناب موسیٰ یا عیسیٰ یا حضرت کرشن اور مہاتما بدھ بھی اگر نسل انسانی کو ان تکلیف سے جو عدم وحدت انسانیہ نے پیدا کر رکھی تھی۔ اور اب بھی بہت حد تک موجود ہے نجات نہیں دے سکے۔ تو پھر اس لحاظ سے تو آنحضرت صلعم کا بدرجہ اولے حق ہے کہ انھیں نبی کہا جائے +

سب سے اول قرآن نے شروع میں خدا کا نام رب العالمین رکھا یعنی اس نے نسل انسانی کے ہر فرد کی ربوبیت ایک ہی طرح کی ہی۔ پھر اس موجودہ مغربی امتیاز کی لعنت کو دور کرنے کیلئے خدا کا نام رب المشرق والمغرب رکھا یعنی مشرق مغرب کے باشندے اس کی ربوبیت کے نیچے یکساں طور پر آئے ہیں۔ پھر قرآن نے اس خدا کا نام رحمان رکھا جس کے معنے یہ ہیں۔ کہ وہ تقسیم فیض میں کسی قوم و مذہب و نسل و خاندان کی تمیز نہیں کرتا۔ اسکی رحمت کا دروازہ سب کے لئے یکساں کھلا ہے۔ یہ مثل طور پر فرمایا۔ کہ کل نسل انسانی ایک ہی کنبے کے اراکین ہیں۔ اور انھیں ایک ہی مذہب دیا گیا۔ بعد میں لوگوں نے اختلاف پیدا کر دیا۔ پھر اخوت عالمگیر کے قائم کرنے کے لئے یہ تعلیم دی۔ کہ نیک اصولوں کے ماننے والے اور ان پر چلنے والے ایکدوسرے

کے کھائی ہیں +

دُنیا میں جس بات نے نسل انسانی میں تفرقہ ڈالا۔ وہ نسلی۔ قومی۔ اور مذہبی امتیازات تھے۔ قرآن کریم نے ان سب امتیازات کو اُڑانے کیلئے نیک اعمال کو وجہ مکرمت قرار دیا۔ اور یہ وہ چیز ہے جو کالے گورے چھوٹے بڑے سب کے لئے ممکن الحصول ہے مثلاً فرمایا کہ مغل شیخ پٹھان یا برہمن چھتری انگریز فرانسیسی وغیرہ صرف تعارف کی غرض سے ایسے کہلاتے ہیں۔ لیکن یہ باتیں کوئی وجہ عزت نہیں۔ انسان کو بحیثیت مجموعی خدا تعالیٰ نے مکرم[۱] و معظم کیا ہے۔ لیکن یہ مکرمت کسی کو نسلی یا قومی وجوہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ تقوے[۲] کے سبب سے حاصل ہوتی ہے۔ اور تقوے سے مراد حسن اعمال ہے۔ نسلی امتیاز کے اُڑانے کے لئے یہودیوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ تمہیں اگر یہ ناز ہو۔ کہ ہم ابراہیم کی اولاد ہیں سو یاد رہے کہ جب جناب ابراہیم نے اپنی نسل کی بابرکت ہونے کی دعا فرمائی۔ تو خدا تعالیٰ نے کہدیا۔ کہ تیری قوم تو بابرکت ہوگی۔ لیکن بدعمل اس سے فائدہ نہ اُٹھائینگے[۳] اسی طرح یہ جو ہر ایک مذہب والا فخر یہ کہدیا کرتا ہے۔ اور اس عیب میں مسلمان بھی شامل ہیں۔ کہ ہم فلاں مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسلئے باقی کُل لاشے ہیں۔ جو کچھ ہیں۔ ہم ہی ہیں۔ اس موقعہ پر تشریح کیلئے عیسائی یہودیوں کو سامنے رکھ کر کہا[۴] کہ یہ تو منہ کی باتیں ہیں ہیں حقیقت مذہب تو یہ ہے۔ کہ انسان اپنے کل قواء کو خدا کی منشا کے ماتحت لانے کا ارادہ کرے۔ اور پھر اس پر عمل کرے۔ بقول قرآن ایسے لوگ ہی خدا کی ربوبیت کے ماتحت آتے ہیں +

مذہب حقہ واقعی ایک قابلِ امتیاز چیز ہے۔ لیکن آج بدقسمتی سے کسی مذہب کا پیرو کہلانا ہی وجہ امتیاز سمجھا گیا ہے۔ اور اس امتیاز کی وجہ سے دوسروں کو نفرت سے دیکھا جاتا ہے۔ اس بیہودہ خیال کو دُور کرنے کیلئے فرمایا۔ کہ خدا کے

---

[۱] ولقد کرمنا بنی آدم [۲] ان اکرمکم عند اللہ اتقکم [۳] قال انی جاعلک للناس اماماً قال ومن ذریتی قال لا ینال عہد الظالمین [۴] قالوا لن یدخل الجنۃ الا من کان ھودًا او نصاریٰ تلک امانیھم +

سامنے وہ ہی کامیاب ہوگا۔ جو خدا اور یوم آخرت پر ایمان لانے کے علاوہ امر صالح کرے۔ خواہ ایسا شخص کسی مذہب سے تعلق رکھے۔ غور سے دیکھا جائے۔ تو خدا تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان کی غرض بھی عمل صالح سے ہی ہے۔ کیونکہ یہی دو چیزیں انسان کو نیک عملی کی طرف لئے جاتی ہیں۔ اور بدی کی طرف سے روکتی ہیں الغرض اگر کوئی چیز وجہ امتیاز ہے۔ تو وہ حسن اعمال ہے۔ حتیٰ کہ ایک موقعہ پر یہودی عیسائیوں کو کہا گیا کہ تم تو ابراہیمؑ یا یعقوبؑ کی اولاد ہونے کے باعث دوسروں کو اپنی نگاہ میں نہیں لاتے۔ لیکن ابراہیمؑ اور یعقوبؑ تو بذات خود احتساب عمل کے ماتحت ہیں۔ ان سے خود پوچھا جائیگا۔ کہ تمہارے اعمال کیسے تھے۔ پھر ایسے ہی اختلاف و امتیاز مٹانے کے لئے یہ فرمایا۔ کہ خدا تو سب کا ایک ہے۔ معاملہ سب اعمال پر ہے۔ پھر آپس میں جھگڑا کیوں ہو +

اس طرح ایک طرف یہ تعلیم کرتا۔ کہ سب کا خدا ایک ہے۔ اور اس کی رحمت ربوبیت کے فیوض سب کے لئے یکساں ہیں۔ پھر یہ کہنا کہ تم سب ایک ہی کنبے کے افراد ہو۔ مشرق و مغرب کی کوئی تمیز نہیں۔ اور سب سے بڑھ کر صرف نیکی اعمال کو وجہ امتیاز ٹھیرا کر کُل قومی۔ نسلی۔ جدی ملی امتیازات کا خاتمہ کر دینا۔ اور کُل نیک انسانوں کو ایک دوسرے کا بھائی کہنا۔ یہ وہ چار باتیں ہیں۔ جو اسلام

حاشیہ صفحہ گذشتہ الذین امنوا والذین ھادوا والنصاریٰ والصابئین من امن باللہ والیوم الاخر وعمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولا خوف علیھم ولا ھم یحزنون (سورۂ بقرہ)
یعنی جو لوگ ایمان لائے یا جو یہودی۔ عیسائی یا صابی ہیں۔ جو بھی خدا اور یوم آخر پر ایمان لائے اور نیک اعمال کرے اُس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔ اور وہ خوف و غم سے پاک ہے +
کُل مذہبی لٹریچر میں ہر قسم کے امتیازات و تعصبات کو مٹانے اور کُل نسل انسانی کو وحدت اور آزادی کا فرمان (چارٹر) دینے میں قرآن ہی ایسی کتاب ہے جو اپنی نظیر آپ ہے۔ آج اگر اس آیت کے مطابق صرف نیک عملی ہی کو وجہ امتیاز رکھا جائے تو دُنیا سے کل قومی۔ لسانی۔ لونی اور مُلکی فسادات آن واحد میں مٹ جاتے ہیں۔ کیونکہ انہی امتیازات نے آج دُنیا کو تباہ کر رکھا ہے +
اس آیت کے سمجھنے میں کسی قدر اشکال بھی پیش آ گئے ہیں۔ بعض نے تو اس آیت کے ماتحت ایمان بالرسالت کی ضرورت نہیں سمجھی +

سے پہلے مفقود تھیں۔ اور جن کی تعلیم کے فوائد کو لکھنا تحصیل حاصل ہے۔ ان اُمور کی تعلیم اور پھر اُن کو عملی لباس دینا صرف اسلام نے ہی کیا ہے۔ لہٰذا جیسے میں نے اُوپر کہا کہ صرف ان چار اُمور کی تعلیم کے لئے آنحضرت صلعم کو نبی کہا جائے۔ وہ ایک امر حقّہ ہے +

حمد۔ تسبیح۔ استغفار۔ تکبیر

(بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

(سلسلہ کے لئے دیکھو سالاشاعت اسلام صفحہ ۷۷ جلد ۱۷ نمبر ۲)

میں پہلی تین چیزوں کے ساتھ **تکبیر** کو بھی شامل کرتا ہوں۔ یہ حقائق ارلبعہ حیوانیت سے اُٹھا کر انسان کو ربانی حدود تک پہنچا دیتے ہیں۔ میری مُراد ربّانی حدود سے نہ صرف مشہور معنوں میں تزکیۂ نفس ہے۔ بلکہ ان حدود میں وہ عظمت وجلال و علو شان بھی شامل ہے۔ جن کا مظہر ایک طرف صحیفہ قدرت اور دوسری طرف مُصحف پاک ہے۔ یہ ربانی عظمت وشوکت نہیں۔ بلکہ اس کا ایک حصّہ ہمارے حصّے میں بھی آیا ہے۔ خدا کا مذہب یا الہام انسانوں کو اسی عظمت و شان کے دینے کے لئے آیا ہے۔ چنانچہ نماز بھی ان ہی حقائق کو اپنے اندر لئے ہوئے ہے۔ یہ چنانچہ سُورۂ عنکبوت آیت ۴۵ میں "ذکر اللہ اکبر" یعنی نماز پڑھنے والے کے سامنے خدا کی کبریائی آجاتی ہے۔ اور نماز اُسے یاد دلاتی ہے۔ کہ اُس کا نصب العین اسی عظمت خداوند کو بطور ظل حاصل کرنا ہے۔ نماز کو ان ہی معنوں میں ذکر کیا گیا ہے۔ یعنی جونہی ہم نماز میں کھڑے ہوں۔ اور اللہ اکبر کہیں تو فوراً یاد کریں۔ کہ ہم نے بھی انسانی حدود میں اکبر ہی بننا ہے۔ اور ہمارا فرض ہے۔ کہ نماز کے بعد اسے حاصل کرنے کی کوشش کریں +

اگر نماز سے غرض محض رسمی سجود و رکوع ہی ہوتے۔ جن سے وہ ہستی برتر خوش ہوتی ہے۔ تو یہ ایک

ایسا تخیل ہے۔ جو نہ شان ایزدی کے شایاں ہے۔ نہ اس میں ہمیں کوئی چنداں فائدہ ہے۔ آج ہم مُسلم ایک قسم کی مذہبی دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ہم نے رسمیات کو مذہب سمجھ لیا۔ ہم الفاظ پرست ہو گئے ہیں۔ ہم نے رُوح مذہب کو ذبح کر دیا ہے۔ یہی نماز بہ الفاظ آنحضرت صلعم معراج ترقی تھی۔ آج ایک مُقدس شغل بیکاری ہو گئی۔ یہ مَیں نہیں کہتا۔ خود قرآن یُوں ہی فرماتا ہے۔ مثلاً ہماری نماز کی بہترین افضل اور ضروری جُزو نماز کے وقت رُو بہ قبلہ کھڑا ہونا ہے۔ جو کسی اور طرف مُنہ کرے۔ اُسے ہم مسلمان نہیں گنتے لیکن اسی رُو بہ کعبہ ہونے کے متعلق قرآنِ کریم[۱] کھلے سے کھلے الفاظ میں فرماتا ہے کہ مشرق یا مغرب کی طرف مُنہ کرنے کا نام تو کوئی نیکی نہیں صحیح نیکی تو صحیح عقاید اور صحیح عمل سے حاصل ہوتی ہے۔ جن میں نماز بھی ایک عمل ہے۔ نماز رُو بہ کعبہ ہونے کا یا رکُوع سجُود کا خالصتہً نام نہیں۔ اُن کا ہونا ضروری ہے۔ لیکن اگر ہم ان امُور کی بجا آوری کے بعد اصل مقصد کے حصُول کی کوئی فکر نہ کریں۔ تو حسب ارشاد قرآن ہم ٹکریں ہی مارتے ہیں جہاں ہمارا ایسا کرنا قی نفسہٖ کوئی نیکی نہیں۔ ویسے ہی نماز کا اس ہیئت میں ادا کرنا یا خُود نماز ہی پڑھنا اس واسطے ضروریات انسانی سے ہے۔ کہ وہ ہمارے مقصد حقیقی کو آٹھوں پہر ہمارے سامنے لا رکھتی[۲] ہے۔ وہ مقصد تسبیح۔ حمد۔ استغفار اور تکبیر ہے۔ اگر پہلی تین چیزوں کا ذکر "سُبحانك اللّٰھُمّ" میں آجاتا ہے۔ تو ہم نماز کی ہر حرکت و سکُون ما قبل یا ما بعد تکبیر کہتے ہیں۔ الغرض کل کی کُل نماز ان چار چیزوں پر منقسم ہے۔ لیکن اگر یہ چاروں باتیں تکرار لسانی تک محدُود ہیں۔ تو پھر یہ ایک بے معنی حرکت ہے +

میں نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ حمد کرتے ہوئے۔ ہم خُدا تعالیٰ کی طرف ہر خیر و خوبی کو منسُوب کرتے ہیں۔ یعنی ہر قسم کی خوُبی اور شرف جو تخیّل انسانی میں آسکتا ہے اس کی ذات میں آجمع ہُوا۔ اس کے بالمقابل تسبیح کرتے ہوئے ہم یہ کہتے ہیں

[۱] سورہ بقرہ آیت ۱۷۷ [۲] سورہ عنکبوت آیت ۴۵ +

کہ وہ ذات پاک ہر قسم کے عیب نقص یا بدی سے منزّہ و ارفع ہے۔ اسی طرح تکبیر کرتے ہوئے ہم اس امر کا اظہار کرتے ہیں۔ کہ وہ بلند سے بلند مقام پر جو ہمارے خیال و وہم میں آسکتا ہے قائم ہے۔ بلکہ وہ اس سے بھی برتر ہے۔ یہ حقائق ہیں۔ لیکن کیا خدا اس بات کا محتاج ہی۔ کہ ہم دن میں پانچ دفعۂ اس کے سامنے کھڑے ہو کر تسبیح و حمد و تکبیر کریں۔ قرآن تو خود[1] کہتا ہے۔ کہ وہ ان باتوں کا محتاج نہیں۔ پھر آخر اس تکرار کی غرض کیا ہے۔

اس سوال کا جواب بھی خود قرآن کریم دیتا ہے۔ اس نے مذہب کا نام اگر بطور معہود خارجی اسلام[2] رکھا ہے تو ملّتِ بیضاء کا نام بطور معہود ذہنی صبغۃ اللہ[3] رکھا ہے۔ اسلام کے معنے اگر احکام خداوی پر چلنا ہے۔ تو اسکی غرض ہمارا صبغۃ اللہ بننا ہے۔ یعنی ہم میں خدا کا رنگ پیدا ہو جائے۔ یہی غایت مذہب ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے پیدائش انسان کا ذکر کرتے ہوئے یہ ظاہر فرمایا ہے۔ کہ انسان دنیا میں زمین پر خدا کا نائب[4] ہو کر آیا ہے۔ یہ وہ شرف[5] ہے۔ جو خدا تعالےٰ نے کسی اور مخلوق کو بخشا۔ ہمیں تنگا اسی لئے ہی پیدا کیا۔ کہ ہم ربّانی لباس میں ملبوس ہوں۔ چنانچہ جب قرآن نے لباس انسانی کا ذکر کیا۔ وہاں تقوٰی[6] کو ہی بہترین لباس ٹھیرایا۔ اسی لباس کی طرف متوجہ کرنے کیلئے ہمیں نماز پڑھائی گئی۔ ہم تسبیح کرتے ہوئے نہ صرف خدا تعالےٰ کی تنزیہ کرتے ہیں۔ بلکہ جس طرح ہمارا خداوند سب عیوب و نقائص سے پاک ہے۔ ویسے ہی ہمیں ان نقائص و عیوب سے پاک ہونا چاہئیے۔ اگر خدا تعالیٰ زمین کا اصلی حاکم ہے اور ہم اسکے نائب ہیں۔ تو ان دو وجودوں میں سے کس کو تسبیح و تنزیہ کی ضرورت ہے۔ وہ تو مسلّمہ منزّہ و پاک ہے۔ بالمقابل ہمنے اپنے اندر ہر قسم کے نقص جمع کر رکھے ہیں۔ اس قضیہ سے صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ تسبیح کرنے کے وقت ہمیں اس طرف متوجّہ کیا گیا ہے۔ کہ ہم اپنے وجود کو اسی طرح تا حدِ امکان نقصوں سے پاک کرلیں۔ جیسے ہمارا معبود ہے۔ یہی اشارہ ہمارے غسل و وضو سے تھا ہر نماز سے پہلے ہم وضو کرتے ہیں۔ ہم اُن اعضاء کو دھوتے ہیں۔ جن سے نقص اور بدیاں

[1] سورہ لقمان آیت ۱۲ [2] سورہ مائدہ آیت ۳ [3] سورہ بقرہ آیت ۱۳۲ [4] سورہ بقرہ آیت ۳۰ [5] بنی اسرائیل آیت ۷۲ [6] سورہ اعراف آیت ۲۶

پیدا ہوتی ہیں۔ یہ بدنی تطہیر نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ ایک تسبیح ہے +

یہ امر بدیہی ہے۔ کہ ہم کسی خیر و خوبی کے وارث نہیں ہو سکتے۔ جب تک سب سے پہلے ہم بدیوں سے پاک نہ ہو جائیں۔ اسی لئے اگر نماز سے پہلے وضو لازمی ہے۔ تو سب سے پہلا حرف جو ہمارے مُنہ پر پڑتا ہے۔ وہ سبحان ہے یعنی ہمنے کامل طور پر عبدالسبحان بننا ہے +

اس موقع پر مزید لکھنے سے پہلے مجھے یہ کہنا چاہئے تھا۔ کہ ہم تسبیح سے بھی پہلے خدا کی تکبیر کرتے ہیں۔ تکبیر تو ہماری اپنی رفعت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور نماز میں ہم کئی دفعہ تکبیر کرتے ہیں۔ لیکن اس رفعتِ انسانی تک پہنچنا اسی کو نصیب ہوتا ہے۔ جو عملی طور سے تسبیح کرے۔ اور حمد کرے یعنی اول تو بدیوں سے پاک ہو جائے اور پھر ساری کی ساری خوبیاں اُسمیں پیدا ہو جائیں۔ اگر تو نماز کا یہی مقصد ہے۔ کہ ہم بدیوں سے بچنے اور خوبیوں کے حاصل کرنے کی طرف مُتوجّہ کئے جائیں۔ تو میں عرض کرتا ہوں۔ کہ پانچ نمازیں بھی تھوڑی ہیں۔ ہاں یہ وقت ایسے چُنے گئے ہیں۔ جو طبعاً ہماری مصروفیات یا اشغال میں ایک وقفہ پیدا کر دیتے ہیں۔ یعنی ہم ان وقفوں میں تسبیح و حمد کی طرف ہی مُتوجّہ کیا جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن پاک نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ہم ہر صُبح و شام حمد و تسبیح[۱] کریں۔ صُبح کے وقت تو ہم یہ سامنے رکھیں۔ کہ ہم نے آج بدیوں سے بچنا ہے اور خوبیوں کو حاصل کرنا ہے۔ پھر شام کے وقت ہم یہ احتساب کریں۔ کہ گذشتہ دن میں ہم کہاں تک ان دو فرائض میں کامیاب ہوئے۔ کہاں تک ہمنے نقائص میں کامیاب ہوئے۔ کہاں تک ہمنے نقائص کو چھوڑا۔ اور خیر و خوبی کو حاصل کیا +

آج ہم کو بحیثیتِ قوم رونا ہے۔ ہم ترقی کی آخری صف پر کھڑے ہیں۔ ہم میں وہ آثار پیدا ہو چکے ہیں۔ جن کے ماتحت قوموں کی صف لپیٹ دی جاتی ہے۔ ہم میں کے دردمند دل ان اسباب کی تلاش میں بھی ہیں۔ کہ جس سے ہم اس آنے والی

[۱] سورہ مومن آیت ۵۵ +

معدومیت سے بچ سکیں ۔ خود اس ہندوستان میں ہماری حالت ناگفتہ بہ ہے ۔ ہم قدم بقدم تباہی کی طرف جا رہے ہیں ۔ آخر اس کا کوئی علاج ہے ۔ یا رب العٰلمین نے ہمیں اس ذلت کیلئے ہی پیدا کیا ہے +

دُنیا نے مختلف قوموں میں مختلف اوقات پر ترقی و تمدن کو دیکھا جب تک متمدن قوموں میں خوبیاں رہیں وہ عزت و شوکت کے مالک رہے ۔ جونہی خوبیوں کی جگہ اُن میں نقص پیدا ہو گئے ۔ وہ تباہ ہو گئے یہی حالت ہمارے تمدن کی بھی ہوئی ۔ لیکن تاریخ اس بات کی معترف ہے کہ جہاں مسلم تہذیب اپنی شان و شوکت میں سب تہذیبوں سے بڑھ گئی ۔ وہاں اُس کا امتداد زمانہ بھی سب سے بڑھ گیا ۔ جہاں اور تہذیبوں نے زیادہ سے زیادہ چار سو برس کی عمر پائی ۔ اور مغربی تہذیب تو ڈیڑھ سو برس کے اندر ہی اسباب انحطاط پیدا کرنے لگی ۔ وہاں اسلامی تہذیب نے ایک ہزار برس عمر پائی ۔ یہ بھی دشمنوں تک نے مان لیا ہے ۔ کہ اس تہذیب کا باعث قرآن کریم تھا ۔ آج بھی وہی مذہب ہمارا ہے ۔ آج بھی ہم وہی نماز پڑھتے ہیں تو نتائج کیوں برعکس ہیں ۔ اس کا ایک ہی باعث ہے ۔ کہ ہم الفاظ پرستی کے دلدل میں پڑے ہوئے ہیں ۔ اور حقیقت سے بہت دُور ہو گئے ہیں +

یہ تو ظاہر ہے ۔ کہ تہذیب و ترقی نقائص سے بچنے اور خوبی کے حصول پر منحصر ہے ۔ لہٰذا ہماری موجودہ حالت کہتی ہے ۔ کہ ہم خوبیوں سے معرا ہو چکے ہیں ۔ اور غلط کاری نے ہم پر قبضہ کر لیا ہے ۔ حالانکہ ان ہی امور کا علاج نماز میں تھا اور اسی غرض کیلئے صبح و شام ہمیں تسبیح و حمد کا ورد سکھلایا گیا ۔ ہم جو صبح کی نماز پڑھتے ہیں ۔ اور ہم میں سے بعض حمد و تسبیح کا تکرار کرتے ہیں ۔ تو دیکھنا یہ ہے کہ ہمنے ان مقدس اشغال کے بعد کہانتک عملی رنگ میں خدا کی تسبیح کی ۔ اور کہانتک ہمنے اپنے آپ کو بدیوں سے بچایا ۔ اور کہانتک ہمنے نیکیوں کو حاصل کیا ۔ زیادہ سے زیادہ نماز فجر سے لے کر ظہر تک آٹھ گھنٹے کا وقفہ ہوتا ہے ۔ جبکہ نماز ظہر میں ہمنے

پھر حمد و تسبیح کا تکرار کرتا ہے۔ تو کس قدر یہ شرم اور نفاق کی بات ہے۔ کہ ان آٹھ گھنٹوں میں نہ تو ہم نقصوں سے بچیں! اور نہ ہم خوبی کو حاصل کریں۔ اور پھر وضو کر کے اُن ہی اعضا کو پاک کریں۔ جو بدیوں میں ملوث تھے۔ پھر وہی حمد و تسبیح و استغفار کریں۔ اور اس زبانی شغل کے بعد پھر اسی گند میں پڑ جائیں۔ آنحضرت صلعم نے کیا صحیح فرمایا تھا۔ کہ تمہارے سامنے ہر وقت ایک نہر چلتی ہے جسمیں پانچ وقت تم نے طہارت کیلئے جاتا ہے۔ اور وہ ہماری نماز ہے۔ آنحضرت صلعم نے تو یہ فرمایا۔ ایک شخص جو پانچ وقت دن میں اس بات کا تکرار و تہیّہ کرے۔ کہ میں نے بدیوں سے بچنا ہے۔ اور خوبی کو حاصل کرنا ہے پھر اسی امر کو اپنا نصب العین کرلے۔ تو پھر کیوں وہ ارفع و اعلےٰ نہ ہو جائے +

خوب یاد رکھو۔ یہ ہمارا نماز روزہ سب بیکار ہے۔ اور دیگر ورد و وظائف کا تو کوئی ذکر ہی نہیں۔ اگر ہم عملاً حمد و تسبیح ان معنوں میں نہ کریں جن کو میں یہاں بیان کر رہا ہوں +

ترقی و تمدن کا یہ راز حضرت محمد عربی سے پہلے کسی پر منکشف نہ ہوا۔ اسلام نے ہی سب سے پہلے مذہب کو تمدن اور ترقی کا ذریعہ ٹھیرایا۔ وہ ان چار باتوں میں جمع کر دیا یعنی تکبیر۔ تسبیح۔ حمد۔ اور استغفار۔ چنانچہ مصائب سے بچنے اور کامیاب ہونے کا راستہ جو قرآن کریم نے سورۃ المومن آیت ۵۵ میں فرمایا ہے وہاں بھی فرمایا! اوّل تو مشکلات کے مقابل صبر کرو پھر استغفار کرو۔ اور اس کے بعد رات دن حمد و تسبیح کرو ہم سے خدا یہ نہیں چاہتا کہ یہ باتیں ہم اس کے لئے کریں۔ ہم اس کی عظمت و جلال کو بیان نہیں کرتے۔ بلکہ اسے بطور نمونہ اپنے سامنے لاتے ہیں۔ کہ ہم نے اسی عظمت و جلال کو اسی عزت و شان کو خود حاصل کرنا ہے یہی حقیقی تکبیر ہے۔ یہ عظمت اسی کو حاصل ہو گی۔ جو سب سے اوّل تسبیح کرے یعنی اپنے آپ کو اُن تمام غلطیوں سے نقصوں سے اور بدیوں سے پاک کرلے جو مانع ترقی ہو۔ اس امر کو نہ بھولو کہ قرآن کریم نے کسی خاص مذہبی شعار کے توڑنے کا نام گناہ نہیں رکھا

ہر ایسا فعل یا قول جو انسان کی ترقی کا مانع ہو۔ وہی اصطلاح قرآنی میں گناہ عصیان یا عدوان ہو جاتا ہے۔ اس تسبیح کے بعد حقیقی عظمت اُسے ہی نصیب ہو گی جو عملاً حمد کرے۔ خدا کی حمد یہ ہے۔ کہ جو اسکی خوبیاں ہیں۔ وہ حمد کرنیوالے میں پیدا ہو جائیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے ایک صاحبِ خلقِ عظیم کو مقامِ محمود تک پہنچایا۔ گویا حمد انسان کا حق ہے۔ وہ اُسے حاصل ہو سکتی ہے۔ ہاں وہ کام کرے جس سے دوسروں کی نگاہ میں قابلِ ستائش ہو جائے میں پھر کہتا ہوں۔ کہ تم خدا کی حمد نہیں کرتے۔ بلکہ خدا تمہیں کہتا ہے۔ کہ تم میری خوبیوں کو پیدا کرو۔ کیونکہ تم میرے خلیفہ اور میرے رنگ میں رنگین ہونیوالے ہو۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ ہم میں کچھ نقص بھی ہیں۔ کچھ غلط میلان بھی ہے۔ ہمارا نفس بدیوں کے ارتکاب کی طرف جاتا ہے۔ ان میلانات بد کی روک تھام کی ہمیں ضرورت ہے۔ اسی کے لئے ہم خدا سے پناہ مانگ کر دُعا کرتے ہیں۔ کہ وہ ہماری ان بد استعدادوں کے ظہور کو روک دے۔ اسی کا نام استغفار ہے۔ یہی حقیقت تھی۔ کہ آنحضرت صلعم کو عین فتح و نصرت کے وقت فسبح بحمد ربك واستغفر کا حکم ہوتا ہے۔ اسمیں اشارہ یہ ہے۔ کہ اس مقام بلند پر جو تو اور تیرے صحابہؓ پہنچے ہیں۔ تیری اُمت بھی یہی حاصل کریگی۔ اگر تسبیح۔ حمد اور استغفار پر عامل رہے۔ سوال یہ ہے۔ کہ یہ امر کیسے حاصل ہو۔ وہ کیا باتیں ہیں۔ کہ جن کی پیروی سے ہم موجودہ دلدل سے نکل کر ان امُور کو حاصل کریں۔

(عدم گنجائش کے باعث حصہ مضمون رہ گیا جو ماہ اپریل میں درج ہو گا)

ناظرین کرام توجہ فرمائیں

آدم و شیطان

(از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام)

ابتدا سے آدم کے ساتھ شیطان چلا آیا ہے۔ اگر انسان ترقّی کی طرف قدم اُٹھاتا ہے تو شیطان اُسے تنزل کی طرف لے جاتا ہے۔ دُنیا شیطان کے وجُود کو قدیم سے مانتی چلی آئی ہے لیکن جب تعلیم جدید نے ایک وقت بعض انسانوں سے انکار خدا کرا دیا۔ تو شیطان کا وجُود مان لینا تو اور بھی مشکل ہو گیا۔ آج اہل علم ہستی باریتعالیٰ سے انکار نہیں کرتے۔ کسی وقت شیطان کے وجُود کو بھی تسلیم کر لینگے۔ لیکن مذہبی کُتب اور خصوصاً قرآن نے جو امُور یا تاثرات شیطان کی طرف منسُوب کئے ہیں۔ اُن سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ یُوں تو آٹھوں پہر لیکن بعض وقت بلا ارادہ اور بظاہر ماحول کی کسی تحریک خارجی کے نہ ہوتے پر بھی ہم بدی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ ان تحریکات بد کے باعث ہمارے ہمجنس ہی ہوتے ہیں۔ لیکن بعض وقت بدی کے محرک ہم کو نظر نہیں آتے۔ چنانچہ قرآن کریم کی اخیر سُورہ میں ایک ہستی کا نام خنّاس رکھا گیا ہے۔ جو دلوں میں وسوسے ڈال کر ہمیں نیک امُور سے روک دیتی ہے۔ اور بدی کی طرف مائل کرتی ہے۔ خناس کے متعلق کہا گیا ہے۔ کہ بعض تو ان میں انسان ہی ہوتے ہیں۔ اور بعض وہ (جن) ہوتے ہیں جو ہمیں نظر نہیں آتے۔ ہمیں اس قسم کی ہستی کو کوئی بالارادہ ہستی مانے یا نہ مانے لیکن عمل خنّاس سے انکار نہیں ہو سکتا۔ بعض فلسفی مزاجوں نے شیطان سے مُراد بدی کا ملکہ لیا ہے۔ عام طور سے نفس کا ہی نام شیطان رکھ دیا گیا ہے۔ بہر حال جو بھی تاویل کی جائے کسی ایسے وجُود سے انکار نہیں ہو سکتا۔ جو داعی الے الشر ہو رہا ہے اور وہ ہمارے قریب سے قریب (بئس القرین) ہے۔ قرآن کریم نے شیطان کا نام بئس القرین بھی رکھا ہے۔ اور ہمیں کیا شُبہ ہو سکتا ہے۔ اگر ہمارے کُل افعال کا محرک ہمارا دل ہی ہے۔ جو طاقت دل کو بدی کیطرف مائل کر سکتی ہے۔ اس سے بڑھ کر بئس القرین اَور کون ہو سکتا ہے علم النفس والقویٰ والے

تسلیم کر چکے ہیں۔ کہ دل جو محرک افعال ہے۔ وہ در اصل ہمارے کُل جسم اور قوتوں کا نمائندہ ہے۔ مثلاً جسم میں خون ایک ایسی چیز ہے۔ جس کی کمی بیشی تیز یا کمزور جذبات کی باعث ہو جاتی ہے۔ پھر اگر حدیث نے یہ کہہ دیا کہ شیطان تمہارے خُون میں سرایت کر جاتا ہے۔ تمہارے رگ و ریشہ پر حکومت کرتا ہے تُمہارے دل پر حکومت کرتا ہے۔ تمہارے بد میلانوں کو تحریک میں لاتا ہے۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ تحریکات بد ہمیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں۔ تو بالفاظِ قرآن کریم شیطان کا یہ کہہ دینا کہ میں دائیں بائیں اور نیچے اُوپر سے انسانوں کو پھسلاؤں گا۔ اور انھیں بعض وقت نظر بھی نہ آونگا۔ یہ ایک صاف بات ہے۔ جس دن سے انسان پیدا ہُوا ہے۔ اس دن سے ہی ہم اسی حقیقی یا تخیلی داعی الی الشر کے پنجہ سے نہیں بچ سکے۔ لہذا قرآن نے بالکل صحیح کہا ہے کہ شیطان تُمہارا کھلا کھلا دشمن (خصیم مبین) ہے۔ اور وہ ہمارے اجداد اول کے وقت سے دشمنی کرتا چلا آیا ہے۔ الغرض جب سے بدی کی استعدادیں ہمارے اندر پیدا ہُوئی ہیں اور جب تک وہ رہینگی۔ یہ بئس القرین ہمارے ساتھ لگا رہے گا۔ اور ہمیں تنگ کرنے کی فکر میں لگا رہیگا۔ یعنے جب اپنی بدیوں کو ہم ایک وقت چھپاتے ہیں شیطان ہمیں ایکدم اس مقام پر لے آتا ہے۔ کہ ہماری بدیاں اور شر ظاہر ہو جاتے ہیں۔ گویا ہم ننگے ہو جاتے ہیں۔ اصل میں تو تقویٰ ہی ہے۔ وہ لباس پارہ پارہ ہو جاتا ہے۔ ہاں اگر ہم ہدایات آلٰہیہ پر کاربند ہوں اور خدا کے حکموں کے پُورے پُورے فرمانبردار ہوں۔ یا بالفاظ دیگر حقیقی تہذیب کے حدود کی عزت کریں۔ تو شیطان کا ہم پر اثر نہ ہوگا۔ بلکہ بالفاظ کتاب حکیم خود شیطان نے تسلیم کیا ہے۔ کہ تیرے سچے فرمانبردار دل پر میرا قبضہ نہیں ہو سکتا +

ہم نیک اعمال کریں یا بد اُنکی تہ میں ایک ہی قسم کی استعداد ہوتی ہے محل و موقع عمل یا اُن استعدادوں کا نیک و بد استعمال ہی اُنھیں نیکی یا بدی بنا دیتا ہے۔ لیکن اگر صحیح طریق پر چلیں۔ اور ہدایت کی پوری پوری پابندی کریں۔ تو ہماری کُل کی کُل استعدادیں ہمارے قبضہ میں آکر نیک کام ہی کرتی ہیں۔ اُسی کی

طرف حدیث نے اشارہ کیا ہے۔ کہ بعض حالات میں شیطان آخر کار مسلمان ہو جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کا یہ فرمانا کہ شیطان میرا غلام ہو گیا ہے۔ اس کی بھی یہی حقیقت ہے۔ مثال کے طور پر میں قرآن کریم کی تعلیم پیش کرتا ہوں۔ جس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ شیطان کس طرح مسلمان ہو جاتا ہے۔ غصہ پر قابو نہ پانا یا اس کے قبضہ میں آجانا انسان سے بہت سے ایسے افعال کرا دیتا ہے جنہیں ہم شیطان کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ غضب کو نہ دبانیوالے آہستہ آہستہ مغضوب علیہم ہو جاتے ہیں۔ اب اس معاملہ میں اگر خدا کے حکم کو مان لیا جائے تو ہمارا شیطان مسلمان ہو جائیگا۔ حکم ہوتا ہے۔ کہ جب غصہ آئے اُسے دبا دو۔ پھر اس شخص کو جو ہمارے غصے کا محرک ہو معاف کر دو۔ چونکہ احسان یا قیمت کے ساتھ محسن کو طبعاً محبت ہوتی ہے۔ اس لئے معاف کرنے کے بعد فرمایا۔ کہ تم ایسے خطا کاروں پر احسان کرو۔ اُن کے ساتھ مروت کرو[1]۔ نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ جو شخص مورد غضب تھا وہ ہی محل محبت ہو جائیگا۔

بد استعمالی استعداد کیوں پیدا ہوتی ہے

اصل سوال یہ ہے۔ کہ استعدادوں کی بد استعمالی کی قوت ہم میں کیوں رکھی گئی ہے نہ اس کا وجود ہوتا۔ نہ کسی شیطان کا ہم پر قبضہ ہوتا۔ بدی کیا چیز ہے اور کس طرح وجود میں آتی ہے۔ اس سوال کے حل کرنے میں بڑی بڑی غلطیاں ہوئیں۔ زرتشتیوں نے تو **ایزد** اور **اہرمن** دو وجود مان لئے۔ جن میں سے ایک نیکی کا خدا اور دوسرا بدی کا ٹھیرا۔ اور انسان اُن کے ہاتھ میں ایک کھلونا ہو گیا۔ عیسائیوں نے بدی کو ہماری سرشت میں لا داخل کیا۔ تناسخ والے اُسے گذشتہ جنم کے آثار و اظلال سمجھتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ ہمارے لئے ابتدا سے ہی بدی لکھی گئی ہے۔ اسی قسم کے عقائد انسان کے اندر احساس و ذمہ داری کو کمزور کر کے اُس پر بدی کا دروازہ کھول دیتے ہیں۔ **اسلام** نے آکر اس گتھی کو سلجھایا ہے۔ اس نے تعلیم دی۔ کہ بدی کیا چیز ہے۔ اس نے بتلایا۔ کہ کسی استعداد کے بے محل و بے موقع استعمال ہونے سے بدی پیدا ہوتی ہے۔ امور

---

[1] والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس ۔ واللہ یحب المحسنین ۔

جسمانیہ میں جو تقاضے ہم میں لاحق ہیں۔ وہ حیوانوں میں بھی ہیں لیکن اُن کا دفعیہ ایک فطری امر ہے۔ اور ہماری زندگی کا موجب ہے۔ لیکن اگر دفع تقاضات پر ہم حیوانوں کی پیروی کریں۔ تو اس کا نام بدی ہو جائیگا۔ مثلاً اگر عورت مرد اس طرح جمع ہوں جس طرح حیوانوں میں نر و مادہ جمع ہو جاتے ہیں۔ تو نہ صرف صنفی اخلاق ہی تباہ ہو جاتے ہیں بلکہ ہمارا حال کُتّے کُتیا کا سا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح اکل و شرب کے معاملہ میں اگر ہم وہ چیزیں استعمال کریں جو حیوان کرتے ہیں۔ یا حیوانوں کی مقدار میں استعمال کریں۔ تو ہمارا فعل قوانین صحت کے لحاظ سے گناہ عظیم ہو جائیگا۔ الغرض ہمارے اندر بعض جذبات تو وہ ہی ہیں۔ جو حیوانوں میں ہیں۔ کیونکہ اُنہی کے تقاضے کے پورا کرنے پر ہماری زندگی و تمدن منحصر ہے۔ لیکن ان امور میں حیوانوں کی پیروی کر کے ہم بدی کے مُرتکب ہو جاتے ہیں۔ یہ مثالیں تو مشتہیات طبعی سے متعلق ہیں۔ لیکن اور مد میں مثلاً دغا۔ فریب وغیرہم کر گزرتے ہیں۔ وہ بھی در اصل ادنےٰ پیمانہ پر حیوانوں میں موجود ہیں۔ حیوان میں انفرادی حقوق کی تمیز نہیں ہوتی۔ ایک گائے کے سامنے جب گھاس آ جائے تو اُسے یہ پرواہ نہیں ہوتی۔ کہ اس کے لئے ہے یا کسی اور جانور کیلئے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو جو لوگ جرائم کر کے دوسروں کی جائداد یا حقوق کو اپنے لئے شیر مادر سمجھتے ہیں۔ اُنکی نگاہ میں بھی حقوق انفرادی کا لحاظ نہیں ہوتا۔ مکر فریب۔ دغا تو لومڑی اور بھیڑیا یہ چھوڑ ایک حد تک شیر تک میں موجود ہوتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بدی در اصل حیوانیت کی پیروی ہے

الغرض ان جذبات کی اصلاح کے لئے اور ان کو حدود کے اندر لانے کیلئے خدا کا الہام آتا ہے۔ چونکہ ہم مختلف منازل ارتقاء کو طے کرتے ہوئے موجودہ زندگی میں آئے ہیں۔ اور ہماری اس زندگی کے ماقبل حیوانیت ہے۔ تو اسلئے جسمانیات میں لامحالہ ہماری وہ ہی استعدادیں ہیں۔ جو حیوانوں کی ہیں۔ لیکن چونکہ ہم قوت اختیاری سے بھی آراستہ کئے گئے ہیں۔ اسلئے حیوان تو اپنے جذبات کو پورا کرنے میں حدود کا بھی لحاظ کر لیتے ہیں۔ مگر ہماری یہ قوت ہمیں دُور تک لئے جاتی ہے۔ اور ہم حیوانوں سے بھی گئے گذرے ہوتے ہیں۔ جیسے قرآن کریم نے کہا۔ کہ ہم ان سے

بھی بدتر ہو جاتے ہیں۔ ان حالات میں ضروری تھا۔ کہ ہمارے سامنے ایک ہدایت نامہ ہو۔ ہر ایک استعداد کے استعمال کا محل وموقعہ مقرر ہو۔ اور ہمیں روکا جائے کہ ہم مقررہ حدود کے آگے نہ جائیں۔ دراصل حدود سے متجاوز ہونا ہی تو بدی ہے۔ جیسے بسا اوقات قرآن نے فرمایا۔ لہذا جو کوئی بھی اُن احکام پر چلیگا۔ اُسی کا نام قرآن نے خدا کا بندہ رکھا ہے۔ اور اس پر شیطان کا کوئی قبضہ نہیں۔ جو دراصل ہمیں حیوان بنانا چاہتا ہے۔ اجمالی رنگ میں قرآن کریم نے ان واقعات کو بصورت قصۂ آدم بیان فرمایا ہے۔ جناب آدم کو کہا جاتا ہے۔ کہ تمہارے سامنے ایک قسم کا باغ ہے۔ جس کے درخت پھل پھول وغیرہ تمہارے راحت کا موجب ہونگے۔ اس باغ میں سے جو چیز بھی پسند آئے۔ اُسے بطیب خاطر استعمال کرو۔ لیکن اسی باغ میں ایک درخت بھی ہے۔ اسکے نزدیک نہ جانا چاہئیے۔ ورنہ تکلیف ہوگی۔ اور جس راحت کی حالت میں تم ہو وہ نہ رہیگی۔ جناب آدم کو شیطان اُسی درخت کی طرف لیجاتا ہے۔ جس سے تکلیف پیدا ہوتی ہے۔ یہ داستان آدم دراصل انسان ہے۔ ہر ایک انسان پیدا ہوتے ہی باغ راحت میں ہوتا ہے۔ پھر شجر ممنوعہ کی طرف جاکر تکلیف پاتا ہے۔ حقائق ودقیقہ کی تشریح میں باغ کی مثال ایک بہترین مثال ہے۔ اس باغ کے درخت انسان کی اپنی قوتیں اور استعدادیں ہیں۔ جو لاتعداد اور عظیم الشان ہیں۔ بلکہ ان میں ہر ایک درخت بھی انسان کی راحت کے لئے کافی ہے۔ جیسے کہ میں آگے چل کر بیان کرونگا۔

ان استعدادوں کو درختوں کے ساتھ تشبیہ دینا بھی ایک بہترین استعارہ ہے۔ جس طرح کوئی بیج زمین سے نکل کر آہستہ آہستہ پھیلتا پھولتا ہے۔ اسی طرح انسانی استعدادیں جو بیج کی طرح فطرت انسانی میں مرکوز ہیں۔ ان میں سے جس کی آبیاری کی جائے۔ وہ درخت کی طرح نشوونما پاتی ہے۔ انہی استعدادوں میں ایک استعداد وہ بھی ہے۔ جو انسان کو بدی کی طرف مائل کرتی ہے۔ جس سے انسانی راحت تباہ ہو جاتی ہے۔ سو رب العالمین نے جناب آدم کو اطلاع دیدی۔ کہ تم ایک قسم کے باغ میں تو رکھے گئے ہو جس کے نخل وثمر تمہاری

بہترین راحت کا موجب ہونگے۔ ہاں اسی باغ میں ایک ثمر تکلیف دہ بھی ہے جس کی طرف تمھیں شیطان لائیگا۔ اب اگر کل قرآن کریم کو سامنے رکھ کر یہ دیکھا جائے۔ کہ شیطان نسل انسانی کو کس درخت کے قریب لاتا ہے۔ تو وہ معصیت کا درخت ہے جس کا سرچشمہ بعض انسانی استعدادوں کا بیجا اور بے محل استعمال ہے۔ لہٰذا قرآن کریم نے ایک جگہ شجر ممنوعہ کا ذکر کیا۔ دوسری جگہ اس شجر کی تشریح فرمادی۔ ساتھ ہی فرمایا کہ شیطان اور اس کی ذرّیت کا کام یہ ہے۔ کہ تمہارے بدمیلانوں کو حرکت میں لائے تو پھر شجر ممنوعہ بدمیلان نہیں تو اور کیا ہیں۔ اسی طرح اس باغ کے باقی کے درخت نیک میلان ہیں جو لاانتہا ہیں۔ جن باتوں سے باغ جنّت تیار ہوتا ہے۔ وہ بھی انہی استعدادوں کا صحیح استعمال ہے۔ در اصل اعمال نیک سے جنّت کے اشجار تیار ہوتے ہیں لہٰذا آدم کا باغ وہ ہے جسکے نخل انسانی استعدادیں ہیں۔ ان میں سے ایک درخت ایسا بھی ہے۔ جس کے نزدیک انسان کو نہ جانا چاہئیے + اس حقیقت کو اس استعارہ کے ساتھ یوں بیان کیا۔ کہ جب آدم کو اپنے ننگے ہونے کا احساس ہُوا۔ تو اوراق جنّت نے اس نے اپنے آپ کو ڈھانپا۔ یہ بڑا راز کا نظارہ ہے۔ جب انسان کی بدعملیاں برہنہ ہو جاتی ہیں تو جُوں ہی اسمیں شرم و حیا پیدا ہوتا ہے۔ وہ پھر انھیں چھوٹی چھوٹی نیک عملیوں سے چھُپاتا ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے نیک اعمال اُسی باغ کے پتے ہیں +

اگر انسان کی راحت و تکلیف کو دیکھا جائے تو فی الفور سمجھ آجائیگا۔ کہ اگر انسان اپنی استعدادوں کو صحیح طور پر استعمال کرے۔ تو اس کی راحت و سرور کے سامان اس قدر بیشمار ہیں۔ کہ اُن کے مقابل میں تکلیف کے سامان بہت ہی تھوڑے ہیں بلکہ یہ کہنا چاہئیے کہ اگر باغ فطرت انسانی میں سرور بخش اور راحت افزا درخت بکثرت ہیں تو شجر تکلیف صرف ایک ہے۔ ہاں یہ صحیح ہے۔ کہ جو اس شجر ممنوعہ کے تلے آجاتا ہے۔ وہ اُسی کا ہو رہتا ہے۔ اگرچہ اس شجر کے پھل انسان کو ایک تھوڑے وقت کے لئے مزا دیتے ہیں۔ اور پھر ایک عمر میں آکر یا تو وہ ان پھلوں کے استعمال کے قابل نہیں رہتا۔ یا اُن کا استعمال ہی اس کے لئے وبال جان ہو جاتا ہے +

جیسے میں نے بیان کیا۔ کہ ہم عالم جسمیات سے ترقی کرتے ہوئے عالم ادراکیات میں آتے ہیں۔ اور اپنے ساتھ بطور ورثہ چند مشتہیات بہائمی بھی لائے ہیں۔ اور ان مشتہیات کی تسکین بیجا سے بدی پیدا ہوتی ہے۔ اب اگر تمام گناہ وجرائم کی فہرست اپنے سامنے رکھی جائے۔ تو اُن کا شاید ۹۵ فیصدی تعلق ہونٹ اور لنگوٹ سے ہے۔ چنانچہ کسی آزاد مشرب نے کیسے سادہ لفظوں میں اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے۔ ہونٹ بند لنگوٹ بند جہاں بند یعنی ہونٹ اور لنگوٹ کا صحیح استعمال دُنیا کو غلام بنا لیتا ہے۔ اس کے علاوہ باقی پانچ فیصدی جُرم جو ہیں۔ وہ انہی دو اغراض فاسدہ کے پورا کرنے میں سرزد ہوتے ہیں۔ الغرض بدی کا صرف ایک ہی درخت ہے۔ جس کی دو شاخیں ہونٹ اور لنگوٹ ہیں۔ اور عمر طبعی پر پہنچنے کے وقت یہ خواہشات بھی مر جاتی ہیں۔ ایک ہوس رہجاتی ہے۔ جو کبھی کبھی ہمیں امور بد کی طرف مائل کرتی ہے لیکن سوائے حسرت کے ہم اور کچھ نہیں دیکھتے جب لذت پانے کے قواء ہی مضمحل مرگئے تو پھر باقی کیا رہا۔ بالمقابل اگر اس کام کا دروازہ کھولا جائے۔ جو انسانی استعدادوں کے صحیح استعمال سے بننا ہے۔ اور جس کی زمین انسانی دل ہے۔ تو سمجھ نہیں آتی کہ اس باغ میں کسقدر باغیچے اور پھر کسقدر چمنستان۔ اور پھر ایک ایک باغیچہ میں ایک چمن میں بیشمار خیابان ہیں ؎

تنم است اگر ہوست کشد کہ بسیر سرو سمن درآ ‌ ‌ ‌ ‌ تو ز غنچہ کم ندمیدۂ در دل کشا بہ چمن درآ

عجیب بات یہ ہے۔ کہ سارا باغ چھوڑ جو اس کے خیابانوں کی کسی ایک روش میں جا نکلتا ہے۔ وہ اس قدر سرور پاتا ہے۔ کہ اس کا وہاں سے نکلنے کو دل نہیں چاہتا۔ اور یہ سرور تادم مرگ رہتا ہے +

اِس اجمال کو میں کسی قدر وضاحت سے لکھ دیتا ہوں۔ ہم پیدا ہونے کے وقت عالم حیوانات میں سے نکل کر عالم ادراکیات میں آداخل ہوتے ہیں محض بقا زندگی کیلئے ہم مشتہیاتِ حیوانی میں سے کسی قدر حصہ لے لیتے ہیں۔ اور انکی بد استعمالی کا نام شجر ممنوعہ ہے۔ لیکن ہماری حقیقی جنتیں نفس مدرکہ کی جنتیں ہیں

انسانی ادراک کو اگر فردوس بریں کہا جائے۔ تو اس میں موٹے موٹے تین باغ ہیں۔
(۱) باغ ذہنیات (۲) باغ رُوحانیات (۳) باغ باطنیات +
میں ان باغوں میں سے صرف ایک باغ کے مُختلف چمنستانوں کا ذکر کر دیتا ہوں۔ اس باغیچہ سے میری مُراد ذہنیات ہیں۔ اس میں موٹے موٹے چمنستان حسب ذیل ہیں:۔

(۱) ادبیات جس کی ایک مُمتاز روِش شاعری ہے (۲) تاریخ (۳) الٰہیات (۴) اخلاقیات (۵) نفسیات (۶) طبعیات (۷) کیمیاوی علوم (۸) میکینیات میکن ازم (۹) جرّ ثقیل (۱۰) برقیات (۱۱) ہندسیات۔ حساب۔ الجبرا۔ اقلیدس۔ علم مخروطہ۔ علم مثلث (۱۲) نجوم (۱۳) جفر (۱۴) فلکیات (۱۵) فلسفہ (۱۶) اقتصادیات (۱۷) ھشیات (۱۸) طبابت (۱۹) علم تشریح الابدان (۲۰) علم طبقات الارض (۲۱) علم نباتات۔ الغرض ذہنیات کی سیکڑوں شاخیں ہیں! اور پھر عجیب بات ہے۔ کہ جو جس شاخ میں جا پڑتا ہے۔ وہ ساری عمر اسمیں راحت و لذّت پاتا ہے۔ اور یہ سرور، دم آخر تک رہتا ہے۔ ان اشجار کے مقابل شجرِ ممنُوعہ کی لذت کی کیا حقیقت ہے۔ اور ابھی رُوحانیات و باطنیات انسان کے سامنے وہ جنّت الماویٰ لے آتی ہیں۔ کہ جن کے سامنے جسمانیات چھوڑ ذہنیات کی بھی کوئی حقیقت نہیں +

تمدن اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک ضخیم کتاب لکھنی شروع فرمادی ہے جسمیں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا کہ اسلام ہی اسوقت ایسا زندہ جاوید مذہب دنیا کے لیے ہے جو دنیا کو مصائب حاضرہ سے بچاسکتا ہے۔ محترم مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گزشتہ سترہ سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے ہمیں امید کامل ہے کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دلمیں کھب جائیگی۔ اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک وادارانہ فضا پیدا ہوجائیگی۔ اور انکے دل محبت اسلام سے معمور ہوجائینگے۔ یہ کتاب انکے دلمیں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کردیگی جس سے انشاءاللہ حسب دلخواہ شاندار نتائج مرتب ہونگے ہمیں یقین کامل ہے کہ کتاب مذکور کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہورہے ہیں اور جسکا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہورہا ہے۔ اہل مغرب و دیگر متلاشیان مذہب حقہ کو قائل کردینگے کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو۔

اپنے نتائج تبلیغ میں دو بے بےنظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر مائل کیا یعنی

ینابیع المسیحیّت و نبوۃ کاظہورِاتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانی مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جنہیں سے اگر اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی۔ اگر ینابیع المسیحیت نے یہ ثابت کردیا کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت، الوہیت و کفارہ مسیح ان کی ایک بھی ایسی رقم نہیں

مثلاً عشائے ربانی دیگر اجزائے سکرامنٹ ایسا ہی انکا ایک ہی تہوار مثلاً کرسمس۔ ایسٹر گڈ فرائڈے وغیرہ جو سب کے سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب کفریات میں ہُو بہُو موجود تھے حتیٰ کہ جناب مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کئے ہوئے ہیں اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب مسیح کیطرف منسوب کیے ہیں وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی اُن ہی کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گویا مروجہ عیسائیت مذہب کفریات کا ایک کامل چربہ ہی۔ یہ بدیہیہ ہو کہ یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہی۔ اور جو آج سات برس تک لا جواب ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنیکے لیے کافی تھے چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہوگیا۔ اس انہدامی کتاب کے بعد فاضل مصنف نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ عربی کو پیش کیا جائے چنانچہ آپنے انگریزی میں ایک کتاب آئیڈیل پرافٹ لکھی جسنے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلکش پیرایہ میں پیش کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کئے وہ شاید ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں۔ دو صد سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھکر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ درصل ان ہی دو کتابوں نے مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک لکھنے کیلئے مجبور کیا جو اب تمدن اسلام کی شکل میں پیش ہوتی ہی۔ یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں کہ کوئی مسلم گھر اُن سے خالی نہو۔ انکے مطالب خود بخود اپنی علیٰ شان ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ کتابیں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی و اردو کا ایک بہترین لٹریچر ہے۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے کہ کتاب شروع کرکے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ یہ اشتہاری لفاظی نہیں۔ اسکا ثبوت اسی کتاب تمدن اسلام سے مل سکتا ہی۔ لکھائی چھپائی۔ تقطیع۔ کاغذ حجم سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہی جو حسب ذیل ہے۔

ینابیع المسیحیت	نبوت کا ظہور اتم	تمدن اسلام حصہ اول
عہ	۱۲/	ایضاً عہ حصہ دوم عہ

ذیل کے پتہ سے یہ سب کتابیں مل سکتی ہیں

مسلم بک سوسائٹی۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور

بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء
رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینہون عن المنکر واولئک ہم المفلحون

رسالہ
اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت تین روپیہ آٹھ آنے (۳؍۸) سالانہ
قیمت پانچ روپے سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ:- درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام
عزیز منزل برانڈرتھ روڈ - لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۳۱ء

مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں میاں اللہ داد کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی منیجر نے عزیز منزل برانڈرتھ روڈ سے شائع کیا

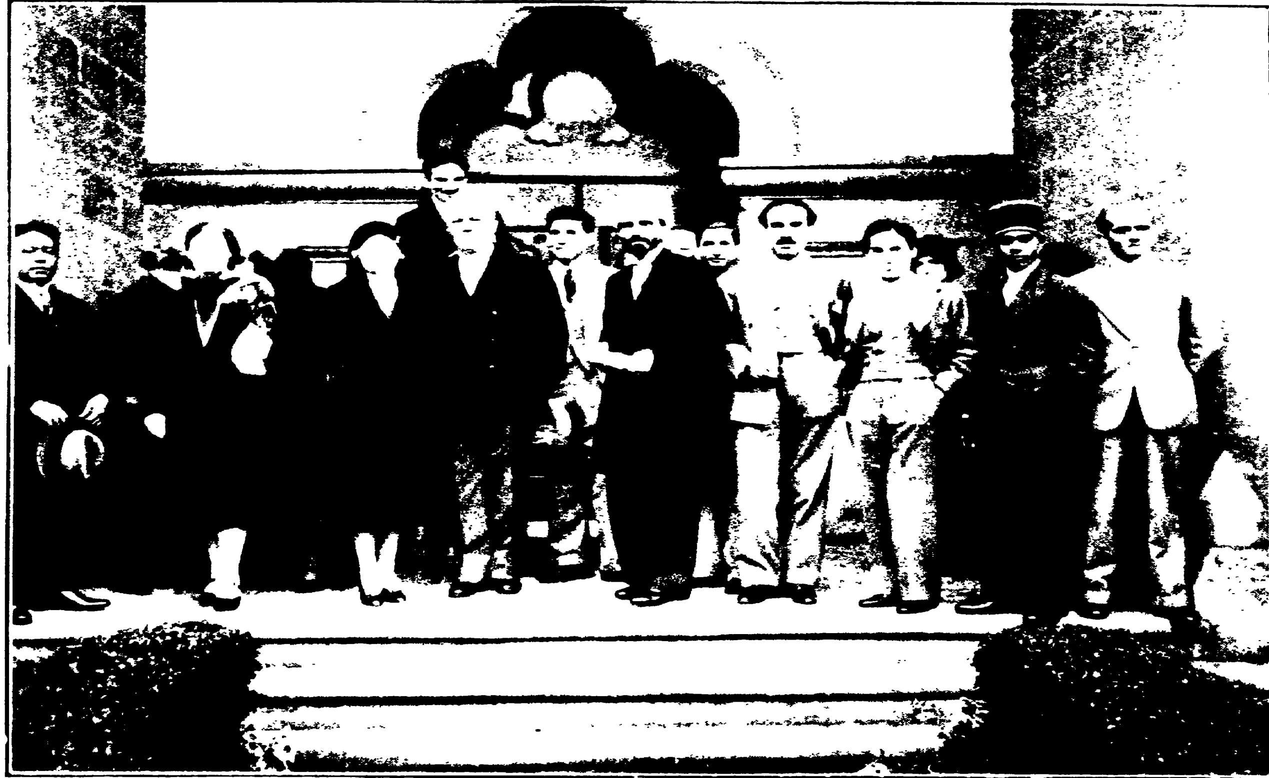
تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام شاہجہان مسجد ووکنگ

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
توحید فی الاسلام بلا جلد عہ/ مجلد	۵ہ/	اُم الالسنہ معروف بہ زندہ و کامل زبان بلا جلد ۱۲/ مجلد	عہ/
سلک مروارید مرکتہ الآرا دس لیکچروں کا مجموعہ بلا جلد ۱عہ/	۱۲ہ/	براہین نیرہ بلا جلد ۱۲/ مجلد	۲عہ/
ینابیع المسیحیت بلا جلد عہ/ مجلد	۱۲ہ/	پیام اسلام	۸/
ضرورت الہام بلا جلد ۱۲/ مجلد	۱ہ/	مقصد مذہب	۳/
راز حیات یا انجیل عمل بلا جلد ۵عہ/ مجلد	۱عہ/	خطبات غربیہ بلا جلد ۱۲/ مجلد	۸عہ/
مکالمات ملتیہ بلا جلد ۱۳/ مجلد	۲عہ/	سیر افکار ریارو حانیت فی الاسلام بلا جلد ۱۲/ مجلد	۱عہ/
مطالعہ اسلام بلا جلد ۱۲/ مجلد	عہ/	ہستئ باری تعالےٰ بلا جلد	۶/
اسلام میں کوئی فرقہ نہیں بلا جلد ۱۴/ مجلد	۲عہ/	مسیح کی الوہیت اور اسکی کامل انسانیت پر ایک نظر	۱۴/
لمعات انوار محمدیہ بلا جلد ۶/ مجلد	۱۰/	اسلام اور علوم جدیدہ	۱۴/
مذہب محبت	۷/	صلائے نصرت بہ اہل ہمت	۳/
ذرات عالم کا مذہب	۸/	حیات بعد الموت	۱۲/
اُسوہ حسنہ معروف بہ زندہ و کامل نبی بلا جلد	۷/	جہد للبقاء	۱۴/

دیگر مصنفین

نام کتاب	قیمت	نام کتاب	قیمت
جمع قرآن	۱۲/	سیرت نبوی - قیمت صرف	۱۴/
قرآن شریف مترجم شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی مجلد	للعہ/	لندن میں جلسہ مولود النبی صلعم	۲/
دنیا کے مشہور مذاہب ثلاثہ بلا جلد	۷/	قرآن اور جنگ - قیمت صرف	۳/
اسلامی نماز کا فلسفہ قیمت صرف	۳/	پادری صاحبان کیلئے حل طلب معمہ	۱۰/
تفسیر سورۃ فاتحہ قیمت	۲/	سیرۃ خیر البشر بلا جلد عہ/ مقام حدیث بلا جلد عہ/ مجلد	۵عہ/
اسلام یعنی ہمدردی بنی نوع انسان کا مذہب	۲/	تصاویر نومسلمات یورپ فی درجن ۱/ فی تصویر	۸عہ/
اسلامی نماز اور اس پر مغربی اعتراض	۱۰/	تصاویر نماز عیدین مسجد ووکنگ قیمت فی درجن	۱۰/

تمام درخواستیں بنام منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور پہنچنی آنی چاہئیں



AFTER THEIR HIGHNESSES' WEDDING CEREMONY ACCORDING TO ISLAMIC RITES, ON WEDNESDAY, OCTOBER 15, 1930, HIS HIGHNESS THE SULTAN OF JOHORE (fourth from the left) AND HER HIGHNESS THE SULTANA (third from the left) WITH MAULVI 'ABDU'L-MAJID, M.A., IMAM (fifth from the left) AND MUSLIM FRIENDS, AT THE MOSQUE, WOKING. CAPTAIN 'ABDULLAH (first from the left) AND 'ABDU'L-KHALIQ KHAN, B.A. (fourth from the right), AFFIXED THEIR SIGNATURES AS WITNESSES TO THE MARRIAGE CERTIFICATE.

فہرست مضامین

اشاعت اسلام

جلد (۱۷) | بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ماہ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ | نمبر (۱۰)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۱ء

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو ایک مسرت افزا فوٹو سے زینت دی جاتی ہے. جو ہز ہائینس سلطان آف جیہور (ملایا سٹیٹ) کی شادی پر سنہ ۱۹۳۰ء میں لیا گیا- یہ مبارک تقریب اسلامی مراسم کے ساتھ مورخہ ۱۵ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء مسجد میں منائی گئی اس تصویر میں ہز ہائینس سلطان آف جیہور بائیں طرف سے چوتھے نمبر پر کھڑے ہیں اور بائیں طرف سے تیسرے نمبر پر ہز ہائینس سلطانہ جیہور ہیں- اور نمبر ۵ پر جناب مولوی عبد المجید صاحب ایم- اے امام مسجد ووکنگ استادہ ہیں جنہوں نے اسلامی طریق پر نکاح پڑھایا- ان کے علاوہ مسجد ووکنگ کے اور مسلم دوست بھی ہیں- جو اس سعید تقریب میں شامل ہوئے- جن میں کپتان عبد الصمد صاحب عبد الخالق خان صاحب بی- اے ہیں- جنہوں نے شادی کے سرٹیفکیٹ پر اپنے دستخط بطورِ شہادت ثبت کئے +

مسجد ووکنگ میں اتوار کے جلسے | انگلستان میں موسم گرما ایک نعمت غیر مترقبہ ہے. موسم چونکہ آجکل خوشگوار ہے امتحانات کا وقت بھی ختم ہو چکا ہے اسلئے دوست احباب کی ہر اتوار مسجد ووکنگ میں خاصی چہل پہل رہتی ہے- اس برادرانہ اجتماع سے مستفید ہونے کیلئے آکسفورڈ اور کیمبرج کے طلباء ہر اتوار مسجد ووکنگ میں پہنچتے ہیں ہفتہ بھر میں ایکدن خوشی و مسرت سے گذر جاتا ہے ایک ایسے ملک میں جہاں عیسائیت و مادیت کا غلبہ ہو- اس قسم کے اجتماعات جو اسلامی روح سے رنگین ہوں بنجر صحرا کے اندر سرسبز نخلستان کے مصداق ہیں- انکی حقیقی قدر و منزلت صرف وہی احباب کر سکتے ہیں- جو کبھی یورپ ہو آئے ہیں +

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ

از قلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مُبلّغ اسلام

کوئی قوم جب انحطاط کی طرف جاتی ہے۔ تو وہ حقائق سے مُنہ موڑ کر لفظ پرست ہو جاتی ہے۔ پھر آہستہ آہستہ لفظ پرستی بھی چھٹ جاتی ہے۔ جس سے ایک عظیم الشّان حقیقت خاک میں مل جاتی ہے۔ یہی حالت درود شریف پڑھنے کی ہے۔ اصُول کے لحاظ سے تو یہ مقدس شغل میرے نزدیک نماز سے کچھ ہی کم درجے پر ہے۔ لیکن لوگوں نے جو مُدت سے صرف تکرار لفظی پر اکتفا کر رکھی تھی۔ آج نہ صرف ان الفاظ کو چھوڑنے ہی لگے ہیں۔ بلکہ ان مقدس الفاظ پر بھی معترض ہیں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ جب درُود شریف ایک دُعا ہے جس میں ہم خدا تعالےٰ سے آنحضرت صلعم کی ازدیاد ترقی چاہتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ نے دُنیا کو ایسی حالت میں چھوڑا جب آپ میں تکمیلِ نفس نہ ہو چکی تھی۔ ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ جنابِ ابراہیم علیہ السّلام کا رتبہ بالضرور آنحضرت سے زیادہ ہوگا۔ کیونکہ جس ترقی کی درخواست سرور کائنات کے متعلق کی جاتی ہے۔ وہ ترقی بطور مثال جناب ابراہیمؑ کی طرف منسوب کی گئی ہے +

اس اعتراض کا کسی آریہ کی زبان سے سُن لیتا تو ایک معمولی بات تھی لیکن آج اچھے طبقے کے مسلم بھی درُود شریف کے متعلق اگر معترض نہیں۔ تو مُتامل ضرور ہو چکے ہیں۔ یہ ساری مصیبتیں لفظ پرستی کا نتیجہ ہیں۔ کوئی بھی تھوڑی دیر کیلیے تکلیف تحقیق کو گوارا نہیں کرتا +

یُوں تو ہر زبان میں لفظوں کے کئی ایک معنے ہُوتے ہیں۔ لیکن عربی الفاظ حقائق و معارف کا خزانہ ہیں۔ اس کا ایک ایک لفظ مختلف معانی کا حامل ہوتا ہے

لفظ کا محل و موقع ہی بتلاتا ہے۔ کہ کسی خاص مقام پر کسی لفظ کے کیا معنے ہوتے چاہئیں۔ اس حقیقت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا +

لفظ صلوٰت کا ماخذ صلے ہے۔ اس کے ایک معنے تو خدا تعالیٰ سے رحمت و ترقی کی دعا مانگنا ہے۔ دوسرے معنے بذاتِ خود ترقی۔ کامیابی۔ رفعت اور مقصد کا پورا ہونا بھی ہوتا ہے۔ تیسرے معنے ان افعال و اسباب کا جمع کرنا ہے۔ جن کے ذریعہ ہم سرسبز اور کامیاب ہوتے ہیں۔ یہ تینوں معانی مختلف کتب لغت میں موجود ہیں۔ اس پر صاحب تاج العروس یہ ایزاد کرتے ہیں۔ کہ جب یہ لفظ آنحضرت صلعم کے متعلق استعمال ہو۔ تو اسکے معنے بالخصوص آپ کے فرض زندگی یعنی اشاعت و تبلیغ اسلام کی کامیابی ہے۔ یہ چاروں معانی مسلّم ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ اس لفظ کے معنے کسی خاص مقام پر کیا ہوتے ہیں۔ یہ امر ظاہر ہے۔ کہ درود شریف پڑھنے کی بنیاد قرآن کریم کی یہ آیت ہے:۔ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔ یعنی (تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر صلوٰت کا تکرار کرتے ہیں۔ اے مومنین! تم بھی صلوٰۃ و سلام پر عامل رہو) یہ تو صحیح ہے۔ کہ صلّی کے ایک معنے خدا تعالیٰ سے خاص دعا مانگنے کے ہیں۔ اور یہ بھی صحیح ہے۔ کہ انسان و فرشتے ایسی دعا مانگ سکتے ہیں۔ لیکن آیت تو کہتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بھی یہ امر کر رہا ہے۔ اب اس کے معنے اگر دعا کے سوا اور کوئی نہیں ہو سکتے۔ تو پھر خدا کا اس دعا میں مخاطب کون ہے؟ لہذا اس لفظ کے معنے اس موقع پر دعاء صلوٰت نہیں ہو سکتے۔ ہمیں معنیٰ اول کو چھوڑ کر دوسرے معنوں کی طرف توجہ کرنی ہوگی۔ اور وہ صاف ہیں۔ آیت شریف کے معنے یہ ہوئے۔ کہ اللہ تعالےٰ اور اسکے فرشتے ہمیشہ اس اسباب کے مہیا کرنے یا پیدا کرنے میں مصروف ہیں۔ جس سے آنحضرت صلعم کا مقصد زندگی تکمیل کو پہنچے۔ اور آپؐ کا نام ملبند ہو۔ اور آپؐ کے مشن کو ترقی ہو۔ اور اس موقع پر یہ بھی ہدایت کیگئی ہے۔ کہ جب اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے یہ عمل کر رہے ہیں تو اے مسلمانو! تم بھی عمل کرو۔ تم بھی اُن کاموں میں مصروف ہو جاؤ۔ جن سے حسب تشریح صاحب

تاجُ العروس اشاعت اسلام کی تکمیل و ترقی ہو۔ تاریخ اس امر پر شاہد ہے۔ کہ اوّل تو اسلام روز افزوں ترقی کرتا رہا۔ لیکن وہ باتیں جنہیں ہم خدا اور اس کے فرشتوں کے متعلق منسوب کر سکتے ہیں۔ وہ خُود بخود لوگوں کا ان اصولوں کی طرف رُجوع کرنا ہے۔ جو نہ صرف اسلام کی ہی رُوحِ رواں ہیں۔ بلکہ وہ وہ معرکتہ الآرا باتیں ہیں۔ جنہوں نے مذاہبِ دیگرہ کو اسلام سے جُدا کیا۔ اس امر کے ثبوت میں میں تاریخ کی اوراق گردانی کرنا نہیں چاہتا۔ جو آج ہمارے سامنے ہو رہا ہے۔ وہ اس آیت شریف کی ایک کامل تشریح ہے۔ یُوں تو آج دُنیا نہ صرف بظاہر اسلام سے مُنہ موڑ رہی ہے۔ بلکہ مذہب کو ہی بنفسہٖ جواب دے رہی ہے۔ لوگ نہ صرف علے الاعلان اپنے اپنے مذہب سے ہی الگ ہو رہے ہیں۔ بلکہ ضرورتِ مذہب کے ہی منکر ہیں۔ ہاں تعلیم مذہب کی جگہ انھوں نے چند اصُول زندگی اختیار کر رکھے ہیں۔ جن پر وہ بطور مذہب چلنا چاہتے ہیں۔ اب اگر اُن اصُولوں کو غور سے دیکھا جائے۔ تو وہ سب کے سب اسلام کے بنیادی اصُول ہیں۔ ہمارا زمانہ کچھ اس قسم کا مُبارک زمانہ واقع ہُوا ہے۔ کہ ہمیں تبلیغ و اشاعت میں صرف اسی قدر کہ دینا ہے۔ کہ جن جن اصول کی خاطر دوسرے مذاہب والوں نے اپنے مذہب کو چھوڑ رکھا ہے۔ وہ خالصتہً اسلامی نہیں۔ اور ہمیں ان دوستوں کو صرف اسی قدر بتلانا ہے۔ کہ جن اصُولوں کے تُم اس قدر دلدادہ ہو رہے ہو۔ قرآن نے اس کا نام اسلام رکھا ہے +

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ یہ قلبی کیفیّت اور مذہبی ذہنیت کس نے پیدا کی۔ ہماری حالت جمُود تو ظاہر ہے۔ اور جس طرح ہم اس ذریعہ حقہ سے الگ ہو چکے ہیں۔ وہ بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ پھر کس نے اُمورِ سلطنت میں دُنیا کو جمہُوریت کا دلدادہ کر دیا ہے۔ کس نے مساواتِ انسانی کی رُوح پھُونک دی ہے؟ کس نے ذات پات اور رسمی تعزز کو ملیا میٹ کر دیا ہے؟ وہ کون سے اسباب ہیں۔ جنہوں نے ہندوستان جیسی قدامت پرست اور چار دیواری میں رہنے والی قوم کو شُدھی سنگھٹن جیسے مُفید اصُولوں پر عامل کرا دیا ہے؟ کیوں ہندو صحاب

آج در شۂ نسوان پر زور دے رہے ہیں۔ از قبیل ازدواج بیوگان طلاق وغیرہ کے مسائل بھی ہیں۔ دوسری طرف فلسفۂ رحیت کیلئے اگر کل دنیا مغرب کو دیکھتی ہے تو مغرب میں ذیل کے مضبوط اصول کس مسلمان نے جا کر شائع کئے ہیں؟ توحید۔ مساوات انسانی۔ عالمگیر اخوت۔ انسان کی سرشت کا مکمل اور بے عیب ہونا۔ دنیا میں دولت کا مادہ پر غالب رہنا وغیرہ وغیرہ۔ یہ اصول اور بیسیوں اور مسائل کل کے کل اسلامی ہیں۔ لیکن آج اگر یورپ ان پر فریفتہ ہے۔ تو یہ انقلاب ہماری کوششوں کا تو نتیجہ نہیں۔ یہ تو آیت زیر بحث کی ایک لفظاً اور عملاً تفسیر ہے۔ اللہ تعالے ہمیں فرماتے ہیں۔ کہ میں اور میرے فرشتے تو انسانی قلوب میں اصول اسلام کی طرف رغبت پیدا کر رہے ہیں۔ ہم (خدا) تو رات دن "یصلون علے النبی" کر رہے ہیں۔ لیکن مسلمانو تم بھی کچھ کام کرو۔ ہم تو دنیا کے لوگوں کو قرآنی اصول کی طرف لا چکے ہیں۔ لیکن تم جا کر انھیں اطلاع دو۔ کہ ان اصولوں کا نام اسلام ہے، معترض اب غور کرلے۔ کہ آیت کے یہ معنے کسی تکلف کے محتاج نہیں۔ ایک طرف ان معانی کی مؤید لغت عرب ہے۔ اور دوسری طرف واقعات عالم اس کی تصدیق کر رہے ہیں۔ ہاں اگر کوئی جماعت ان امور کی کافر (منکر) ہے۔ تو وہ وہی ہیں۔ جن کا نام مسلمان ہے۔ جس قدر بھی آنحضرت کے اس ارشاد کی تعریف ہو تھوڑی ہے۔ کہ تم مجھ پر آٹھوں پہر درود بھیجو۔ ہم نے تعمیل ارشاد میں تو حد کر دی۔ جونہی کسی کی زبان پر آنحضرت کا نام پاک آیا۔ چاروں طرف سے اللھم صل علی محمد کا شور پڑ گیا۔ لیکن ایک نے بھی اس پر غور نہیں کیا۔ کہ آنحضرت کا مقصد یہ شور نہ تھا۔ غرض تو یہ تھی۔ کہ جس وقت آپ کا نام زبان پر آئے۔ اسی وقت ہمیں آپ کے مشن کی اشاعت کا خیال ہو +

درود شریف کے اگر معنے دعا کے ہی لئے جائیں۔ تو پھر دعا کی حقیقت تو قرآن نے یہ بیان کی ہے۔ کہ حاجات خدا سے مانگی جائیں۔ پہلے خود اس کے پورا کرنے کے اسباب پیدا کئے جائیں۔ یعنی ہم کوشش میں اپنی طرف سے کوئی کمی نہ چھوڑیں۔ اور تکمیل کیلئے خدا کی طرف

دیکھیں کس قدر افسوسناک بات ہے کہ درود شریف میں تو ہم خدا سے ملتجی ہوں کہ آنحضرت صلعم کا نام بلند ہو۔ مگر ہمارے روزمرہ کے افعال معاذ اللہ آپ کے لئے باعث ننگ ہوں یہ دُعا نہیں۔ بلکہ خدا تعالیٰ سے مضحکہ اور مذاق کرنا ہے۔ اشاعت اسلام کے سوال کو چھوڑ دیا جائے۔ درود شریف تو اس لحاظ سے اصلاح اخلاق کا بہترین ذریعہ تھا۔ اگر درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ اور کسی شخص کی تعلیم کی کامیابی کا بڑا بھاری ثبوت یہ ہوتا ہے۔ کہ اس معلم کے پیرو اُس تعلیم پر عامل ہوں۔ تو محمدؐ عربی کی رفعت ذکر اور آپؐ کی کامیابی کا ثبوت اس زمانہ میں ہمارے افعال سے ہونا چاہئیے۔ تو پھر درود شریف پڑھنے سے پہلے ہمیں اصلاح اعمال کی فکر کرنی چاہئیے اور گویا ہم یہ کہنے کے قابل ہو جائیں۔ کہ جہاں تک اصلاح اعمال میں ہم سے جو کچھ ہونا تھا۔ وہ تو ہم کر گزرے۔ آگے خدا کا کام ہے۔ اسی طرح لفظ "صلی" کے باقی معانی پر غور کرنے سے اور تشریحات بھی ہو سکتی ہیں۔ رہا یہ۔ کہ خدا تعالیٰ نے درود شریف میں کامیابی کا ایک نمونہ جناب ابرٰہیم کو پیش کیا ہے۔ اور ہمیں اُسے نصب العین بنانے کے لئے متوجہ کیا ہے۔ دراصل اس سے مراد بھی وہی ہے۔ جو میں لکھ چکا ہوں۔ جناب ابراہیم سے جو برکت و رحمت کا وعدہ تھا۔ وہ اُس کی اولاد کے ذریعہ ہونا تھا۔ اگر جناب اسمٰعیلؑ بھی آپ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور آنحضرت صلعم اسی باغ کے ایک گل سرسبد ہیں۔ تو جس قدر اسلام کی اشاعت ہوگی۔ وہ اُسی برکت کی افزائش ہے۔ جو جناب ابراہیم کو عطا ہوئی۔ جناب ابراہیم اپنی اولاد کیلئے برکت کی دُعا مانگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اُس دُعا کو منظور فرماتے ہیں۔ اور حضرت نبی کریم اپنے آپ کو ابراہیم کی دُعا ظاہر کرتے ہیں۔ ہم درود شریف میں خدا تعالیٰ کو اس کا وعدہ یاد دلاتے ہیں۔ کہ تو نے جس طرح جناب ابراہیم سے برکت کا وعدہ کیا تھا۔ اُس کی اجراء جناب اسمٰعیل کی اولاد سے ہوتی ہے۔ اس برکت کے آج ہم وارث ہیں۔ لہٰذا ہمیں وہ توفیق پیدا کر دے۔ کہ جس کے ذریعے ہم اس برکت کے وارث ہو جائیں۔ جو تو نے جناب ابراہیم کو عطا فرمائی۔ آپ کی اسرائیلی نسل تو باغ روحانیت سے کٹ چکی ہے ہاں دوسری شاخ ذریعہ وعدہ کردہ برکت جاری ہے اسکا ظہور آنحضرتؐ کی ذات پاک سے ہوا جس کے نام لیوا آج ہم ہیں +

امامت فی الاسلام

مکرم مدیر صاحب اخبار مدینہ ۔ السلام علیکم

عنوان بالا پر جو میں نے خیالات ظاہر کئے ۔ اس سے آپ نے اختلاف کر کے سوال بالا پر مزید غور کرنے کے لئے مجھے ارشاد فرمایا ہے +

اقتدائے امام کے متعلق جو میں نے اپنا مسلک لکھا ۔ کہ میں کسی مکفر یا بدچلن کے سوائے ہر اہل قبلہ کے پیچھے نماز پڑھ سکتا ہوں ۔ خواہ وہ کسی نام نہاد فرقہ سے تعلق رکھتا ہو ۔ کیونکہ میرے نزدیک اسلام میں کوئی فرقہ نہیں ۔ میں نے اس مسلک کو فرقی خصوصیت سمجھ کر اختیار نہیں کیا ۔ نہ میرے علم و یقین میں کسی فرقے نے اقتدائے نماز کو اپنی خصوصیت میں شامل کیا ہے اس طریق عمل نے تو میرے لئے میدان کو بہت زیادہ وسیع کر دیا ہوا ہے ۔ میں ہر ایک غیر احمدی حنفی کے پیچھے بلا تامل نماز ادا کر لیتا ہوں ۔ کیونکہ حضرت امام ہمام علیہ السلام کا حقیقی پیرو کسی اہل قبلہ کا مکفر نہیں ہو سکتا ۔ یہی حالت شافعی ۔ مالکی اور حنبلی اصحاب کی ہے ۔ ایسا ہی کثرت سے اہل حدیث میرے علم میں کلمہ گو کے مکفر نہیں ہیں ۔ لہٰذا میرے طریق عمل نے تو اقتدائے نماز میں مجھے بہت وسعت دے رکھی ہے اور میں نے عملاً ایسا ہی پایا +

میں نے عرض کیا ہے ۔ کہ میرا یہ مسلک کوئی فرقی خصوصیت کی بنا پر نہیں نماز کی ادائیگی جس اطمینان قلب کو چاہتی ہے اسے میں اپنے اندر کسی مکفر کی اقتدا میں نہیں پاتا ۔ طمانیت قلب کے نہ ہوتے ہوئے نماز کا ادا کرنا میری سمجھ سے باہر ہے ۔ بالمقابل میں اتنا وسیع القلب نہیں کہ کسی کلمہ گو کے مکفر کو دیکھ کر خوش ہو جاؤں میں تکفیر کے فعل کو ایک مکروہ فعل سمجھتا ہوں علاوہ ازیں میرے اپنے افعال بھی مجھ میں طبعاً اس قسم کی کراہت پیدا کر دیتے ہیں ۔ میں تو دن رات غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنے کی فکر میں ہوں ۔ تو آپ خود غور کر سکتے ہیں ۔ کہ ایسے شخص کا فعل جو کلمہ گویوں کو اس دائرہ سے نکالتا ہے ۔ میرے لئے کہاں تک باعث راحت قلب ہو سکتا ہے ۔ ان حالات میں میں نہیں سمجھتا کہ میں کس طرح کسی مکفر کے پیچھے نماز پڑھوں ۔ میں نے سوال کے کسی شرعی پہلو سے بحث نہیں کی ۔ میں نے اپنی کیفیت قلب کو بیان کیا ہے ۔ جس کیلئے میں مجبور ہوں +

بد قسمتی سے میں پھر صاحب بستر ہوں ۔ کوئی دس ہفتے سے کئی قسم کی تکالیف نے مجھے پکڑا ہوا ہے ۔ کوئی دو دن سے افاقہ ہوا ۔ تو یہ چند سطریں لکھدیں ۔ آپ کے صحیفے کے دیکھنے والوں سے استدعا ہے کہ میری صحت کے لئے دعا کریں ۔ والسلام

خواجہ کمال الدین

اگست ۱۹۳۱ء مانسہرا

درکلیسا ابنِ آدم را بدار آویختند

الیف ۔ ایل ۔ سی کے قلم حقیقت رقم سے

میں نے اسلامک ریویو کے کسی سابقہ شمارہ میں لکھا تھا۔ کہ میں آیندہ کسی اشاعت میں اس حقیقت کو مشرح کرونگا۔ کہ کس طرح نورِ ربانی نے مجھے ظلمات سے نجات بخشی۔ اور کس انداز سے صداقت نے مجھے فریب و ریا سے مامون و مصئون رکھا۔ میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ یہ روشنی اُس مشہور اعجازی فرمان کی مسلسل اور پیہم تعمیل و تعمیل کا خوشگوار اثر تھا۔ کہ طلب کرو گے تو پاؤ گے۔ تو گوہر مراد کو حاصل کرو گے کھٹکھٹاؤ گے تو دروازے کو کھولا جائیگا"۔ میرا بیان اس لحاظ سے زیادہ تر دلچسپ نہیں کہ مجھے جس چشمۂ عرفان کی تلاش تھی مجھے اس کا سراغ لگ گیا۔ بلکہ جاذب نظر وہ غیر متوقع وہ تعجب خیز طریق ہے۔ کہ جس نے حق کی راہیں مجھ پر کھول دیں سہ

خدا کے دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

آپ بیتی

ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اپنی نہایت دلچسپ تر اور قصہ کو مرغوب تر بنانیوالے واقعات حیات کو قلمبند کر دوں ۔

میں ہندوستان زادہ ہوں ۔ میرے ماں باپ انگریز ہیں ۔ میں اُس وقت پیدا ہوا ۔ جب میرا باپ ہندوستان میں سول سروس میں تھا ۔ مجھے یہ عظیم الشان فخر اور سعادت حاصل ہے کہ میں نے اکیس سال تک ہندوستان کے طول و عرض کی سیاحت کی ہے۔ واقعہ یہ ہے ۔ کہ میں نے سفر کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا اور میں ایک وقت میں چند ہفتوں سے زیادہ کبھی ایک مقام پر نہیں ٹھیرا ۔ ظاہر ہے ۔ کہ ان سیاحتوں نے مجھے ہر حیثیت اور ہر قماش کے انسانوں سے ملاقات

کا شرف بخشا ۔ میں پوچینیہ براہمنوں سے ملا اور اچھوتوں سے ملا ۔ مختصر یہ کہ مجھے ان حضرات سے نیاز حاصل ہُوا ۔ جو اختلافاتِ قوم ۔ مذہب اور رنگ کے اعتبار سے ایک دوسرے سے اتنے الگ واقع ہُوئے ہیں ۔ جتنا کہ قطبِ شمالی قطب جنُوبی سے متفاوت ہے ۔ میں اپنی سیاحتوں اور ملاقاتوں کے باعث ہندوستان اور اہلِ ہند کے باب میں بہ وثوق نمائندگی کرنے کا جائز حق رکھتا ہوں ۔ جب میں صُوبہ مدراس میں تھا ۔ جہاں میں زیادہ عرصہ مقیم رہا ۔ تو میں نے وقتاً فوقتاً مُتعدّد دیہات کی سیر کی ۔ دیہاتیوں نے بڑی گرمجوشی اور محبتِ دل سے میرا خیر مقدم کیا ۔ انھوں نے مہمانداری کی حد کر دی ۔ میں جس مقام سے بھی واپس آیا ۔ اپنی مرضی اور حسبِ ضرورت واپس آیا ۔ ورنہ میرے میزبان ایسے تھے ۔ کہ اُن کی زیادہ خوشی نہ مجھے الوداع کہنے کی بجائے میری خاطر مدارات میں تھی ۔ میں صرف ایک مقام پر ہفتوں مقیم رہا ۔ مجھے وہاں کے باغات میں آزادانہ سیر کرنے اور ان پھلوں سے جن سے وہاں کے درخت لدے ہُوئے تھے ۔ اپنے کام و دہن کی تواضع کرنے کی عام اجازت تھی ۔ میں اُن کی زبانوں میں اپنے خیالات کو ظاہر کرنے پر پُورے طور پر قادر تھا ۔ اس نعمت نے مجھے اُن کے دلوں کے مطالعہ کرنے کا زرّیں موقعہ بخشا ۔ اور ان سادہ لوح دوستوں کی باتوں اور مہربانیوں نے میرے دل کی گہرائیوں میں اپنی محبتوں کے دریا بہا دیئے ۔ ان کی سادگی ۔ صداقت کیشی ۔ اسلوبِ گفتگو ۔ ایمان اور پیار نے مجھے ان کا گرویدہ بنا دیا ۔ ان کا اخلاص ۔ نمُود سے گریز ایسی خُوبیاں تھیں ۔ کہ کوئی شخص ان کی اثر پذیر ہُوئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ میں ان انسانوں کو فطرت کے پہلو ٹھے فرزند تصوّر کرتا ہوں ۔ کیونکہ یہ لوگ فطرت کی گود میں کھیل رہے تھے اور "صاحب بہادر" والی تہذیب کے اثرات سے ناآشنا تھے ۔ ہم یہاں تہذیبِ حاضرہ سے کاسے کوسوں دُور تھے ۔ ہوتے ہوتے میں پنجاب میں آیا ۔ ہر مقام کی یاد میں لوحِ دل پر کندہ پاتا ہوں ۔ یہ یاد میری زندگی کا سرمایہ ہے ۔ میں نے

دہلی ۔ کانپور ۔ لکھنؤ اور لاہور کی سیر کی ۔ نیز راولپنڈی گیا ۔ افسوس ہے کہ میں ان مقامات کی بولیوں سے آگاہ نہ تھا ۔ اور میں جن زبانوں کو خوب سمجھتا تھا وہ میرے لئے یہاں کسی مصرف کی نہ تھیں ۔ میں پندرہ سال کا نوجوان تھا ۔ جب مجھے تلاش معاش میں اپنے والد کے گھر سے رخصت ہو کر مجھے براہ کلکتہ راولپنڈی جانا پڑا ۔ جہاز اور ریل کے سفر میں میرے نو دن صرف ہوئے ۔ اس تمام سفر میں مجھے ایسے اشخاص سے ملنے کا موقع ملا جن کی زبانیں ایک دوسرے سے قطعاً مختلف ۔ رسم و رواج یکسر متباین تھے تاہم میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ کہ ایک شخص بھی ایسا نہ تھا ۔ جو میرے ساتھ کسی لحاظ سے ناشائستگی سے پیش آیا ہو ۔ بلکہ میں ان کا ممنون ہوں ۔ کہ انہوں نے اعلےٰ درجہ کی محبت اور مروّت کا سلوک کیا ۔ اور یہ کہ انکی عنایت کسی معاوضہ یا میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں کے تصور سے بھی پاک تھی +

فوجیوں سے ملاقات

مجھے یاد ہے ۔ کہ پنجابی رسالہ کی ایک جماعت بمقام سہارنپور ٹرین میں سوار ہوئی ۔ جو لوگ میرے کمرے میں تھے ۔ مجھ سے بغلگیر ہوئے ۔ ان میں سے ہر ایک یہ مقابلہ کر رہا تھا ۔ کہ مجھے اسکے باعث زیادہ آرام میسر ہو ۔ وہ مجھے سکھ پہنچانے کیلئے مضطرب معلوم ہوتے تھے ۔ ان کی سپاہیانہ گفتگو ۔ فوجیانہ بولی میری آزادی میں مخل نہ ہوئی میں انکی زبان سمجھنے سے قاصر تھا لیکن ان کی حرکات و سکنات اُن کے پُر خلق اعمال اُنکے جذبات کا فوٹو ایسی خوبصورتی سے کھینچ رہے تھے ۔ کہ نہ قلم اس کو عیاں کر سکتا ہے اور نہ زبان اسکی ترجمانی کا حق ادا کر سکتی ہے ۔ یہ عجیب و غریب قسم کے انسان تھے ان میں سے ہر ایک بلند قامت (۶ فٹ) مضبوط اور قوی ہیکل نوجوان تھا ۔ جب میں اپنی منزلِ مقصود پر پہنچا ۔ یہ فوجی ادھر ادھر منتشر ہو گئے ۔ اسلئے کہ ہیضہ زوروں پر تھا ۔ اور اس قدر شدید الاثر تھا ۔ کہ ایسا تب کوئی خطرہ ملک کے اس حصہ کو کبھی بھی محسوس نہیں ہوا تھا ۔ کئی ایک اموات ہو چکی تھیں ۔ اور لوگوں پر موت کا خوف طاری تھا ۔ میں نے چھ ماہ کے عرصہ میں اپنے آپ کو بمبئی میں دیکھا ۔ یہاں سے عدن کی راہ لی اور انگلستان کی طرف روانہ ہوا +

بوستان انگلستان

میں نے یہاں پہنچ کر یہ ملاحظہ کیا۔ کہ انگلستان ہی نئی دُنیا آباد ہے۔ جب میں یہاں سے جو میرا ملک ہے۔ ملک تھا اور ملک رہیگا۔ پہلے پہل رُخصت ہُوا۔ اس کا رنگ اور تھا اس وقت اس کی ہیئت اور تھی۔ میں نے دو دفعہ پہلے سمندر کی طرف چل دینے کا عزم کیا تھا مگر میں اپنے ارادوں میں پوری طرح ناکام رہا۔ اس لئے میں انگلستان کی خاطر فوج میں شامل ہو گیا۔ جب اتوار کو صبح کے سُہانے وقت بندرگاہ سے مجھے انگلستان دکھائی دیا۔ گرجے کا گھڑیال سُنائی دیا۔ جو میری آمد کی خوشخبری سُنا رہا تھا۔ کیا کہوں کہ یہ جنت نظیر منظر۔ اور یہ فردوس گوش نظارہ کیا تھا۔ یُوں سمجھئے کہ اسے محسوس کیا جا سکتا ہے۔ بیان نہیں کیا جا سکتا۔

حدیث سرِ دل را دل داند و بس زبان و لب ازاں محرم نباشد

عود الی المقصود

اس جُملہ معترضہ یا آپ بیتی کے بعد میں بار دیگر اس راز کو بیان کرتا ہوں۔ کہ کس طرح مجھے نورِ سرمدی اور صداقتِ ربانی کی نعمت کی ارزانی ہوئی۔ مجھے مُدت سے یہ بات کھٹکتی تھی۔ کہ کلیسا کی تعلیم کردہ عیسائیت پیگنزم (صنم پرستی) کی مختلف اشکال پر مبنی ہے۔ اس کے عقائد اسی سے ماخوذ اور مشابہ معلوم ہوتے ہیں۔ کنواری مریم۔ کفارہ صلیب۔ مسیح کا مُردوں سے جی اٹھنا۔ احیائے موتیٰ وغیرہ عقائد انہی کے عکس ثانی ہیں۔ عیسائی قسیس (پریسٹ) یا "پیشوا" ایک متباین سے الذات اصطلاح ہے عہد نامہ عتیق کے نمونہ کی پیش کردہ دلائل۔ براہین۔ عہود و مواثیق۔ اور پیشگوئیوں کے باوجود جن کے رُو سے کفارہ کو ایک سچی حقیقت ثابت کیا جاتا ہے۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر ہُوں۔ کہ خداوند کریم کو کروڑہا ابنائے آدم کے ان گنت جرائم و معاصی کے کفارہ کے لئے کسی معصوم کو قربان کر دینے کی کیا ضرورت ہے؟ میں کہتا ہوں۔ کہ اگر کفارہ بالفرض محال ایک صحیح عقیدہ ہے۔ تو اس دعوے کو کوئی

دلیل نہیں جھٹلا سکتی ۔ کہ جن کے لئے کفارہ دیا گیا ۔ انھیں کھلی اجازت ہے کہ جو چاہیں کھائیں پئیں اور عیش اڑائیں ۔ اور اگر یہ گناہ مجازی رنگ میں یہ اصطلاحِ منکرینِ کلیسیا وہ کیل ہیں جو صلیب میں ٹھونکے گئے ہیں ۔ اور اگر قرضہ ایک دفعہ ادا کیا جا چکا ہے ۔ تو پھر مزید اقساط کا مطالبہ کرنا نہ صرف غیر معقول اور ناممکن الحصول شے ہے ۔ بلکہ اس کی اصلیت تحصیلِ حاصل سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتی ۔ ایسے ہی میں حلول ۔ اوتار تجسیم اور تثلیث کو بھی گوتا گوں دلائل کی بنا پر ماننے کے لئے طیار نہیں ہو سکتا ۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ پادریت نے کیا گل کھلائے اور کیسے کانٹے بکھیرے ہیں ۔ ہر طالب کا فرض ہے ۔ کہ ان انقلابات کو پیشِ نظر رکھے جو انگلیکن ۔ رومن کیتھولک یا دیگر کسی شاخِ کلیسیا کی صورت میں جلوہ پذیر ہوئے ۔ تنازعات ۔ مجادلانہ مناقشات ۔ حسد و بغض ۔ قانون شکنیاں ۔ بے اصولیاں ۔ رقابتیں افتراق و انشقاق ۔ بے راہ روی ۔ وساوس و توہمات اس کا نتیجہ ہیں ۔ روحانیت سوز رسوم اور لایعنی عبادتیں جن کے بغیر پادریت کے نزدیک خدا خوش نہیں ہو سکتا ۔ نماز قبول نہیں ہو سکتی ۔ میرے دل کو بھلی نہیں معلوم ہوتیں ۔ مسیح کے خون اور گوشت کا شراب اور روٹی کی ہیئت میں تبدیل ہو جانے کا نظریہ تو مجھے مرغوب خاطر نہیں معلوم ہوتا ۔ کلیسیائے انگلستان کی اس شاخ نے جو اپنے آپ کو اینگلو کیتھولک کے نام سے موسوم کرتی ہے ۔ پروٹسٹنٹوں پر ایسے گھناؤنے الزامات لگائے ہیں ۔ کہ طبیعت کو ان کا تصور بھی ناگوار دکھائی دیتا ہے ۔ حال ہی میں کنٹربری کے اسقفِ اعظم فلسطین گئے ۔ تاکہ وہاں ایک مجلس بپا اور منعقد کریں ۔ اور اس امر کی تحقیقات کریں ۔ کہ کس طرح اس چیز کو جسے سینٹ پال عقیدۂ مسیح سے تعبیر کرتا ہے ۔ اختلاف الاحزاب یا فرقہ بازی کی بھینٹ چڑھایا جا رہا ہے +

ووکنگ کا آوازہ توحید

۱۲ ماہ حال کا ذکر ہے ۔ کہ اتوار کی ایک ہنگامہ خیز دوپہر کو جب مجھے کوئی کام

نہیں تھا۔ میں اپنے خاندان سے ملاقات کیلئے چل نکلا۔ ہم ملک کے صرف اس حصہ تک آئے تھے۔ کہ ووکنگ کی مسجد پر نظر پڑی۔ نظارہ باصرہ افروز تھا۔ ایک شریف مسلمان نے جس سے آیندہ چل کر میرا تعارف ہو گیا۔ اور جس کی عقیدت میرے دل میں جاگزین ہو گئی۔ اور جسے میں اگر اجازت ہو تو ڈاکٹر صاحب[۵۱] کہنا چاہتا ہوں۔ انہوں نے مجھے کمال محبت اور مسحور کن اخلاق سے مسجد کا اندرونی حصہ دکھلایا۔ اور میرے متعدد سوالات کے جوابات دیئے۔ آپ ہندوستان گئے ہوئے ہیں۔ اور میری دعا ہے کہ

بسفر رفتنت مبارک باد بسلامت روی و باز آئی

آپ نے ہمیں دوپہر کے بعد جو لیکچر امام مسجد حسب معمول دیا کرتا ہے۔ اُسے سننے کے لئے مدعو کیا۔ ہم نے اس دعوت کو قبول کیا۔ لیکن ہمارا یہ قبول کرنا اس غرض سے نہ تھا۔ کہ ہمیں کوئی عجیب یا دلچسپ قصہ سننا مطلوب تھا۔ یا یہ کہ ہم کُلّ جدید لذیذ کے ماتحت کسی جدت کے جویاں تھے۔ ہمارا مدعا یہ تھا۔ کہ اسلام کا پیام امام ووکنگ کی زبان سے سنیں ؎

بشنو احکامِ محمدؐ را از خدّامِ نبیؐ غالیاں آشفتہ تر گویند ایں افسانہ را

امام نے قرآن اس زبان میں پڑھا جسمیں وہ نازل ہوا۔ اور پھر اس کا ترجمہ کیا۔ آیت کا مضمون رب العالمین کی ہمہ گیر ربوبیت اور بنی آدم کی اخوت پر مبنی تھا عیاں ہوا۔ کہ اسلام پادریت یا برہمنیت کا مرادف تصوری معرا ہے اسلام کا پیش کردہ خدا رب العالمین ہے ... کسی فرقہ کا رب نہیں۔ اسلام اس امر کا قائل نہیں کہ انسان فطرۃً گنہگار ہے۔ یا معصیت انسان کی جبلت میں داخل ہے۔ اسلام کسی منجی کا معترف نہیں۔ مختصر یہ کہ متعدد ملاقاتوں اور سوالات کے جوابات کے بعد میں اس حقیقت سے آگاہ ہو گیا کہ میں اس وقت تک عملی اعتبار سے ایک مسلم کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اگرچہ میں واقف نہ تھا۔ کہ میں ایسا ہوں میں نے محسوس کیا۔ کہ جس ملک میں ۷ کروڑ مسلمان آباد ہیں۔ اور جہاں میں نے ۲۵ سال بسر کئے ہیں۔ میرا مذہب وہی ہے۔ جو ان کا ہے۔ میں یہ سمجھا۔ کہ خدا نے مجھے اس

---

[۵۱] جناب ڈاکٹر شیخ عطاء اللہ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ ڈی۔ پی۔ ایچ۔ ڈی۔ ٹی۔ ایم ؛

راز سے آشنا کر کے اس چھوٹی سی مسلم جماعت کو آسمان سے فرشتوں کی صورت میں مسجد ووکنگ میں نازل کر دیا ہے۔ میرے دل میں ان حقائق نے بیحد اثر کیا۔ کہ اسلام کی بنیاد توحید کی مستحکم چٹان پر ہے۔ اسلام بخلاف عیسائیت کسی ہستی کو "خدا کا بیٹا" کہکر نہیں پکارتا۔ بلکہ خالص اور پاک توحید کی تعلیم دیتا ہے فاطر کائنات علیم خبیر۔ خالق کل شئی۔ اور وہی ہمارا معبود حقیقی ہے۔ اسی کی عبادت کی ہدایت یسوع مسیح نے فرمائی ہے +

ان عظیم الشان صداقتوں کے مقابلے میں پادریت یا مسیحیت ایک سراسر ایک دھوکا اور رب العزت کی شان میں ایک گستاخی کا حکم رکھتی ہے +

یوم آخر پر ایمان

میں نے یوم آخر پر ایمان لانے کے فلسفہ کو ہمیشہ ہی کھلے دل سے قبول کیا ہے البتہ میرے اس تصور میں سوفسطائیت کا شائبہ ضرور شامل ہے۔ میں نے سنڈے سکول کے ایام میں جو غلط تعلیم حاصل کی۔ اس نے میرے دل کو اس طرح مقفل کیا۔ کہ یوم آخر کے عقیدہ کے باب میں اسمیں کوئی جگہ نہ رہی۔ انجیل کے چند ایسے فقرات جن کو میرے معلموں نے میرے لوح دل پر کالنقش فی الحجر کرنے کی کوشش کی انہوں نے مجھے وحشت اور خوف سے بھرپور کر دیا۔ مثلاً یہ فقرات کہ "وہاں کی آگ بجھنے والی نہیں" وہاں ہمیشہ ہی رہنا۔ چیختا چلاتا اور دانت پیستا ہوگا" میرے دل پر بیحد خوف طاری کرنیوالے ہوئے۔ اس ابدی انجام پر میں نے بہت غور کیا عالم طفولیت میں مجھے ان کا اثر بہتر معلوم ہوا۔ آگے چل کر مجھے یہ ایک خواب معلوم ہوا۔ اور میں سنڈے سکول کی تعلیم کو قابل نفرت تصور کرنے لگ گیا۔ یہ دن رات کا عذاب ہر وقت کا عذاب یہ کبھی نہ ختم ہونیوالا عذاب ایک سخت ہولناک شئے ہے۔ میں سوچتا رہا۔ کہ کیا یہ کبھی بھی ختم نہ ہوگا۔ میں نے ایکدفعہ یہ سوال اپنے استاد سے کیا۔ اس نے فرمایا۔ اور بڑے زور سے فرمایا۔ اور اس انداز میں فرمایا۔ جیسے کوئی اپنے عقیدہ

کو کامل صفائی اور جوش سے بیان کرتا ہے۔ کہ نہیں۔ یہ عذاب ابدی ہے۔ اسکی انتہا نہیں۔ اس کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا۔ اور یہ کہ اس حقیقت کو مسیح نے مثالوں کے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ میں نے کہا۔ مثال کچھ بھی کیوں نہ ہو آخر مثال ہے۔ اسلام کا عقیدہ یوم آخر میرے دل کی پیاس بجھانیوالا ثابت ہوا۔ میں نے اپنی سپاہیانہ زندگی میں جب کبھی سخت پیاس کے بعد ٹھنڈا پانی پیا ہے تو جو اثر اس سے میری طبیعت پر ہوا۔ اس عقیدہ کا اثر بھی ویسا ہی تھا۔ نہ وہاں شعلہ زن تنور ہیں۔ نہ ناقابل انقطاع ابدی عذاب۔ نہ کلیسیا کی تجویز کردہ طبعی اذیتیں ہیں۔ بلکہ وہاں صرف چند فطری قوانین کے اثرات عمل پذیر ہیں۔ یا انہی اعمال کی اشکال ہیں۔ اسلئے میں اس خصوص میں اسلام کے عقیدہ کو بلا تامل تسلیم کرتا ہوں۔ کلیسیا کا عقیدہ خلاف عقل اور خلاف منطق ہے مزید برآں عقلی اور منطقی اعتبار سے یہ عقیدہ کفارہ سے کلیتہً متبائن و متناقض ہے۔ جس پر عیسائیت کی بنیاد قائم ہے +

اسلام اور مسیح علیہ السلام

اسلام میں حضرت مسیح کا ویسا ہی احترام ملحوظ رکھا گیا ہے جیسا کہ دیگر مرسلین اور انبیاء کو محترم و معظم بیان کیا گیا ہے۔ اسلام مسیح کی محبت سکھاتا ہے۔ اسلام تمام نبیوں کو محبوب ٹھیراتا ہے۔ لیکن میں حیران ہوں۔ کہ جس کی طرف مندرجہ ذیل قول منسوب کیا جاتا ہے۔ اُسے کیا تصور کیا جائے:-

"لومڑیوں کیلئے بھٹ موجود ہیں۔ طیور کے گھونسلے ہیں۔ لیکن ابن آدم کے پاس سر چھپانے کو ٹھکانہ نہیں۔ ہاں میں خوش ہوں اور بیحد خوش ہوں۔ کہ مسیح سے محبت کرنا بتایا جاتا ہے لیکن اس کا صرف احترام کرنا کافی ہے۔ اسکی محبت پیدا کرنی چاہیئے +

السلام علیکم

میں نے دیکھا۔ کہ مسجد شاہجہاں میں ہر ایک شخص کا بلا اختلاف مذہب۔ رنگ۔ نسل۔ قوم۔ فرقہ۔ حیثیت پوری محبت۔ کامل گرمجوشی اور فراخ حوصلگی سے خیر مقدم

کیا جاتا ہے۔ اس وسعتِ قلبی و پُر تپاک مہمانداری نے مجھے بیحد متاثر کیا۔ سرسار جنگ "میموریل ہاؤس" کا داخلہ ہر شخص کیلئے کھلا ہوا ہے۔ جو وہاں کی مہمانداری قبول کرنے کو طیار ہو۔ اس مقام میں اخوت انسانی زندہ اور متحرک پیکر کی ہیئت میں جلوہ فگن ہے۔ یہاں نہ تصنع ہے نہ ہنگامہ آرائی۔ نہ کسی رسم کی پابندی کا لحاظ رکھا جاتا ہے۔ یہاں کا دستور یہ ہے۔ کہ آپ ہمیں جیسا دیکھتے ہیں ویسا ہی خیال کریں۔ اس جگہ "برادرانہ محبت" اپنی پوری شانِ خلوص سے ضیاریز ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ جہاں تک ممکن ہو۔ اتوار کی ہر دوپہر اور شام یہاں گذاروں۔ کیونکہ میں اس مقام کے نظارہ اخلاقِ اسلام سے بیحد شادکام اور فائز المرام ہوتا ہوں۔ میں آخر میں اسلامک ریویو کے مدیر اور تمام ادارہ کا بصمیم قلب شکریہ ادا کرتا ہوں۔ کہ انھوں نے اپنے زریں صفحات میری اس تحریر کی نذر کر دینے گوارا کر لئے اور میں انھیں اپنے سچے دل سے اسلام علیکم کہتا ہوں۔ جس کا درس انھوں نے مجھے ووکنگ مسجد میں دیا +

اِسلام کی منزل مقصود

{اس تخیل آفریں مضمون کی تصریحات از بس جاذب التفات ہیں۔ اس کے راقم ایک غیر مسلم فاضل ہیں۔ آپ چاہتے ہیں۔ کہ سردست آپ کا اسم گرامی ظاہر نہ کیا جائے۔ ایڈیٹر}

اس وقت دُنیا میں تین اعلےٰ نظام ہائے سیاسی۔ مذہبی و اخلاقی علے الترتیب اپنے اثرات سے خیالات میں انقلاب پیدا کر رہے ہیں۔ انھیں تہذیب مغرب۔ کمیونزم (اشتمالیت) اور اسلام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جہاں اسلام اپنے ان دو حریفوں کی اثر آفرینی کو بنگاہِ غور و فکر دیکھ رہا ہے۔ اس لئے کہ زمانے کے رجحانات طبعی کو اپنے اثر سے متاثر کرنے کا کام اسلام ہی سرانجام دے سکتا ہے۔ سب سے پہلے مغربی تہذیب کو لیجئے۔ مغربی تہذیب علوم و فنون حاضرہ کی عام ترویج اور اہلِ مغرب کے جذبات و ذوق کی

بہت منت ہے۔ یہ تہذیب ۱۹۱۴ء میں اپنے عروج کے ارتقائی عروج پر پہنچ کر آج روبزوال ہے۔ ۱۹۱۴ء سے ۱۹۱۶ء تک قیامت خیز ایام میں اگرچہ اقوام مغرب عیسائیت کی کم و بیش معتقد تھیں لیکن یہ صحیح ہے کہ اس کا ان اقوام کے رجحانات طبعی پر قطعاً کوئی اثر نہ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وطنیت و قومیت کے غاصبانہ جذبات اور تاجرانہ رقابت کے طمع آلود احساسات کو ایک دوسرے کے خلاف اپنی قوت آزمائی کا پورا موقع ملا۔ اس کی وجہ سے ایک قیامت خیز جنگ چھڑ گئی جس نے تہذیب مغرب کی ہلاکت و تباہی کی کوئی کسر اٹھا نہ رکھی سلطنتیں لٹ گئیں۔ ان گنت خزانہ ہائے دولت و ثروت تباہ و برباد ہو گئے لیکن اس کی تباہ کاری صرف انہی اشیاء تک محدود نہ تھی۔ بلکہ اس نے خیالات کی سلطنت اور تسلیم تہذیب کو درہم برہم کر ڈالا۔ ان برباد کن عناصر کے ہاتھوں آج یورپ کی حالت یہ ہے کہ

ہوا مخالف و شب تار و برق طوفاں خیز
گسستہ لنگر کشتی و ناخدا خفت است

یورپ کے ہر گوشہ میں اضطراب برپا ہے۔ عدم اعتمادی۔ اور عام بےچینی کا دور دورہ ہے تجارت کی کساد بازاری ہے۔ اور یہ خطرہ عام ہے۔ کہ اگر حالات نہ بدلے تو ایسے محاربہ عظیمہ کا چھڑ جانا یقینی ہے۔ جس کے سامنے پچھلی جنگ گرد ہو کر رہ جائیگی +

روس کا پنج سالہ لائحہ عمل

یورپ کے افق پر یا یہ کہ مغربی اقوام کے پرازکینہ و اضطراب سینہ پر روس کے پنج سالہ لائحہ عمل کا کابوس سوار ہے پراسرار۔ اور برق قوت روس کے متذکرہ پروگرام کی کامیابی کیلئے لکھوکھا نفوس پہلے درجے کی جانکاہی میں مبتلا ہیں۔ اس سکیم کی کامل کامیابی یا جزوی کامیابی۔ اس کا اقتصادی ردعمل مغربی تہذیب کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیگا۔ اور اس کی دھجیاں فضائے آسمانی میں اڑتی ہوئی دکھائی دینگی۔ یورپ کی

جنگ کے بطن سے ۱۹۱۷ء میں کمیونزم (اشتمالیت) کی تولید ہوئی۔ کمیونزم صرف ایک تخیل نہیں۔ بلکہ دنیا کی عدیم المثال سیاسی قوت قاہرہ ہے۔ کمیونزم تہذیب مغربی اور عیسائیت کے خلاف روس کے جذبہ نفرت و انتقام کا جاذب التفات اظہار ہے۔ اس تحریک نے صرف چند نفوس کے دل و دماغ میں جنم حاصل کیا لیکن آج یہ چیز سب سے زیادہ عظیم الشان اور موثر طریق سیاسی عنصر کا حکم رکھتی ہے۔ زار کی حکومت کا تختہ اس نے الٹایا۔ اس کے بعد جو صوبائی حکومتیں برپا ہوئیں اس کا مقابلہ بھی اسی نے کیا۔ اس تحریک کے بانی۔ روح رواں۔ یا اس کی کل کے پرزے صرف چند یہودی تھے۔ آج ان یہود کا وجود بھی بالکل نابود ہے۔ اور ان کی جگہ ایسی اشتمالیت جلوہ فگن ہے۔ جو روس کی روایاتی جذبات قومیت۔ وطنیت اور متشددانہ اور تحکم کی حامل ہے زار روس کے مظالم کی جگہ زیادہ تر گھناؤنے مظالم نے لے لی ہے۔ اس اشتمالیت (کمیونزم) کے اجزائے ترکیبی۔ روحانیت کشی۔ انسانیت کشی۔ مادیت اور دہریت کی صورت میں کار فرما ہیں۔ اس کا رجحان خاطر انسانوں کو کلوں کی شکل میں تبدیل کرتا ہے۔ جیسے گذشتہ زمانہ میں والئے کیو اور پیٹر اعظم نے عیسائیت اور تہذیب مغرب کو سیاستاً روس میں بالجبر داخل کیا۔ ایسے ہی آج جمہوریہ شوراییہ روس اپنے ملک سے مذہب کو جلاوطن کر دینے کا عزم کئے ہوئے ہے اور اس کی تباہی میں کوشاں ہے۔

اشتمالیت کی جبر کوشی

جس ملک میں جابر قاہر۔ ترحم ناآشنا اور ستم کیش حکومت ہو۔ اس کی مجنونانہ اور جابرانہ طاقت کے مقابلے میں رائے عامہ دم نہیں مار سکتی۔ بلکہ وہاں صحیح رائے عامہ کا پیدا ہو سکنا محال ہے جمہوریہ شوراییہ روس کی جبر کوشی جنون کی حد تک پہنچی ہوئی ہے۔ اس لئے وہاں کی رائے عامہ مرعوب اور مغلوب ہے ایک نظم و نسق نے اپنے احکام کی تعمیل کرانے کیلئے خاص فوج متعین کر رکھی ہے۔ ان دستہ ہائے خصوصی نے عوام پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ ہر فوجی پکا کمیونسٹ ہے۔ یہ فوجی صرف شہروں کا ہی انتظام نہیں کرتے۔ بلکہ تمام مقامات آمد و رفت۔ اور کاشتکاروں کے لشکر پر بھی انہی کا تسلط ہے۔ ان کا اقتدار ہمہ گیر ہے۔ انسانیت کے حق میں اشتمالیت کے ملجا و ماوا روس کی روز افزوں قوت باعث فتنہ ہے۔ کل کا روس بڑا زبردست ہوگا۔ اس کا مسلک خالص دہریت ہوگا۔

روس کے رقبہ و حدود اربعہ پر غور کرو۔ اس کے رقبہ جات پولینڈ سے لے کر چین۔ اور انڈیا سے لے کر آرکٹک تک وسعت پذیر ہیں۔ اس کے قدرتی ذرائع لا انتہا ہیں۔ اس کے خزانہ ہائے دولت بیشمار ہیں۔ اسکی یونہی خالی پڑی اور بن جتی اراضیت میں ترقیات کی غیر محدود گنجائش موجود ہے اسکی آبادی یوماً فیوماً روبہ اضافہ ہے۔ اسکی ننگ کھڑانہ طبیعت ایسے عناصر ہیں۔ جو جدید روس کی تعمیر میں کام آسکتے ہیں ؛

اسلام کا کام

اس وقت جبکہ آدمیت و انسانیت کا مستقبل ایسا تاریک اور مخدوش دکھائی دے رہا ہے اسلام کیلئے موقع ہے۔ کہ اپنا نور پھیلائے۔ اور دُنیا کے قوائے فکری پر اپنا تصرف جمائے اسمیں شک نہیں کہ مسلمانوں کی سیاسی قوت زوال پذیر ہے۔ ان میں انتشار و تفرقہ برپا ہے۔ ان میں سچے قائدین کا فقدان ہے۔ ان کی بصارت و بصیرت میں پہلی سی دُور بینی نہیں رہی ان میں افلاس ہے۔ ہندوستان۔ افغانستان۔ عرب۔ ترکی۔ مصر اور ایران میں تعلیم کی کمی ہے۔ باایں ہمہ اسلام کے خمیر میں ایسی مُہتم بالشان قوت موجود ہے۔ اس راکھ میں ایسی چنگاریاں دبی پڑی ہیں۔ جو تاریک دُنیا کو منور کرسکتی ہیں۔ اسلام حیرت انگیز نشو و نما حاصل کرسکتا۔ اور تمام اقوام کی نجات کا موجب ہوسکتا ہے۔ اس وقت اسلام کا کام یہی ہے۔ کہ دنیا کی رستگاری و مخلصی کے لئے اُٹھ کھڑا ہو۔

مساوات کا دین اور چین

چین میں کروڑہا باشندگان صد آباد ہیں۔ ساکنان چین محنتی ہونے میں اپنی نظیر نہیں رکھتے۔ ان کی تعداد میں کثیر ہیں۔ مگر اختلافات باہمی خانہ جنگیوں۔ لوٹ کھسوٹ اور جنگ و جدال نے انکی زندگی اجیرن کر رکھی ہے چین کی ان تمام گتھیوں کو فقط اسلام کا ناخن تدبیر ہی سلجھا سکتا ہے۔ اور اسلام بہر رفتہ چین دنیائے اسلام کی عظمت رفتہ کی بازیابی کیلئے ایک کلید محکم کا کام دے سکتا ہے چین میں وطنیت یا قومیت کا کوئی تصور نہیں ہے۔ چین کسی مرکزی حکومت سے عقیدت رکھنے کا قائل نہیں۔ اس کے انتشار کو اسلام کی اخوت۔ یا مساوات کا دین ہی دور کرسکتا ہے۔ اخوت اسلام کا نظریہ سب سے چین چین میں امن۔ اتحاد اور طمانیت پیدا کرسکتا ہے۔ آج عظیم الشان نظام ہائے کار۔ اور اعلےٰ پیمانوں پر کام کرنے کا وقت ہے۔ ان دنوں اسلام کی اشاعت کا فریضہ گذشتہ زمانے کی مانند صرف شخصی مساعی تک محدود نہیں

رہنا چاہئے - جدوجہد کے غیر منقطع تسلسل اور منور الفکر جماعتوں کی بیحد ضرورت ہے اسلام میں اتنی قوت موجود ہے - کہ وہ چین کو اپنے ظل عاطفت میں لینے کے کام میں فائز المرام ہوسکتا ہے - ضرورت ہے - کہ چین میں اشاعت اسلام کا ایک وسیع جال بچھا دیا جائے - اور جب مسلمانوں کی متحدہ و متفقہ مساعی سے وہاں ایک مسلم حکومت ارتقا پذیر ہوگی - تو یہ ایک برقی قوت ثابت ہوگی - جس کی لہر دنیا کے اسلام کی حیات جدید کی راہیں ہموار کردیگی - اور مسلمان اس راز سے بار دیگر آگاہ ہوجائیں گے کہ ان میں تسخیر عالم کی غیر محدود طاقت موجود ہے +

حصول تعلیم کی ضرورت

یہ امر اور عجیب حیرت انگیز ہے - کہ اسلام جس کے قدسی اثرات کے ماتحت یورپ میں علم و فن کی بنیاد پڑی - آج اس کے کروڑ ہا نام لیوا ایسے ہیں - جو علوم کی ابجد سے بھی نا آشنا ہیں - اسلام کی عظمت کا سکہ بٹھانے کے لئے تحصیل علوم ہر مسلمان کا فرض ہے - علم کسبی چیز ہے - لیکن فراست ایک عطیہ ہے - یہ عطیہ دولت اور طاقت کی طرح یا باعث جنت ہوسکتا ہے - یا باعث جہنم - کاہلی گناہ ہے ضرورت ہے - کہ ہر مسلم اپنی فراست - دولت اور قوت کا ہر ذرہ اسلام کو مخالف قوتوں سے مامون و مصئون رکھنے کے لئے صرف کرے - جیسے حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے الہام کے ذریعہ دنیا پر اللہ تعالےٰ کے دین کی حکومت قائم کی تھی ایسے مسلمان بھی اپنے ھادی کی راہوں پر گامزن ہوکر اپنی دولت اور قوت اور تنظیم سے اپنے مذہب کا تفوق ظاہر کرسکتے ہیں - چین کو دائرہ اسلام میں داخل کرکے مسلمان اپنے لئے ایک عظیم الشان سیاسی امکان کا دروازہ کشادہ کرسکتے ہیں - روسی مرکزی ایشیا کے مسلمان ہوجانے سے کل سلافی اقوام کے تصورات تخیلات اور ذہنیات کو توحید کے رنگ میں رنگا جانا آسان ہوجائیگا - اور ان کا میابی کے تصدق میں ایک اتنی عظیم الشان جلیل القدر اور پُر عظمت خلافت کی بنیاد ڈالی جاسکتی ہے - کہ جس کی گہرائی اور پہنائی نگاہ عالم کو خیرہ کرسکتی ہے - اس لئے کہ جیسا کہ

منزل صداقت کیلئے صراط مستقیم اسلام ہی ہے۔ اہم ترین چیز یہ احساس ہے کہ دہریت مآب اشتمالیت (کمیونزم) کے پیدا کردہ خطرات و مناقشات کے باعث اسلام اور کفر میں ایک جنگ برپا ہے۔ اور اسلام کو مادی آلات حرب سے زیادہ مؤثر اور دور رس آلات کے ذریعہ سے اشتمالیت کو نیچا دکھانا ہے۔ جب تک دنیا اسلام کا تفوق قبول نہ کرلے ایک ایسی سیاسی اور ملی نظام قائم نہ ہوجائے۔ جو دوسروں کیلئے اسوۂ حسنہ کا کام دے سکتا ہو۔ اور جس کی حدود کے اندر ابنائے آدم ذات۔ رنگ اور عقیدہ کے امتیازات کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے اللہ کا جلال ظاہر کرنے کے لئے محبت اور اخوت سے زندگی بسر کرنے کے قابل نہ ہوجائیں۔ اس وقت تک فرزندان توحید کا فرض ہے۔ کہ متذکرہ جنگ کو برابر جاری رکھیں ؎

ہفت کشور جس سے ہو تسخیر بے تیغ و تفنگ
اے تغافل پیشہ تیرے پاس وہ ساماں بھی ہے

گوشوارہ آمد و خرچ ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اگست ۱۹۳۱ء

تفصیل آمد	نمبر صفحہ	رقم آمد ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر صفحہ	رقم خرچ ہندوستان و انگلستان — پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن ریویو وکتب خانہ در ہندوستان و انگلستان	۱۰	۵	۳	۵۶۵۷	خرچ مشن ریویو وکتب خانہ در ہندوستان و انگلستان	۲۰	۱۰	۱	۵۶۱۶
آمد رقم [illegible]	۲۰	-	۸	۱۳۰					
میزان	-	۵	[illegible]	[illegible]	میزان		۱۰	۱	۵۶۱۶

دستخط۔ فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ لاہور

نقشہ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ و اسلامک ریویو وکتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اگست ۱۹۳۱ء

تاریخ	نمبر رسید	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ			اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۱ اگست	۸-۳۳۱	جناب قاضی ابو عبد الغنی صاحب [illegible]	-	۰	۲	۳	۳۴۳	حضرت خواجہ کمال الدین صاحب [illegible]	۰	۰	۲۰
[illegible]	۹ ۳۳۱	[illegible]	-	۰	۱		۳۴۴	[illegible] لاہور [illegible]	۰	۰	۵
[illegible]	[illegible]	[illegible]					[illegible]	[illegible]	۰	۰	۱۰

نقشہ ۱ تفصیل آمد مسلم مشن ووکنگ اسلامک ریویو و کتب خانہ در ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۱ء

تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	نمبر کوپن	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۴ ش ۸/۳۱	۳۴۹	جناب مرزا غلام محمود صاحب ممبر مشن	۰	۰	۱	۱۵ ش ۸/۳۱	۳۹۵	جناب اے ایچ غزنوی صاحب کلکتہ مشن	۰	۰	۲
۴ ش ۸/۳۱	۳۵۰	آمد از ووکنگ بابت [illegible] (مشن ریویو [illegible])	۹	۹	[illegible]		۳۹۶	ر عبدالمجید خاں صاحب [illegible] ر	-	-	۲
	ر	دی پیپلز بنک بحساب غلام [illegible]	۱۱	۴	۴۵	۱۸ ش ۸/۳۱	۴۰۰	ر خواجہ [illegible] ر	-	۰	۵
	ر	ر ر (بحساب ۳۵ / -)	۸	۱۰	۲۲۳	ر	۴۰۱	ر ڈاکٹر وزیر محمد صاحب جموں ر	۰	.	۵
	ر	ر ر (بحساب ۳۶ / ۲۱)	۸	۳	۳۱۲	۱۹	۴۰۲	ر فضل حق صاحب دہلی ر	۰	-	۵
	ر	ر ر (بحساب ۳۹ / [illegible])	۶	۸	۴۴	۲۰ ش ۸/۳۱	۴۰۳	ر [illegible] ارکان [illegible] ر	۰	۱۲	۰
۵ ش ۸/۳۱	۳۵۱	جناب [illegible] ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور (مشن)	۰	-	۲	ر	۴۰۵	ر آغا محمد ابراہیم صاحب [illegible] ر	۰	۸	۲
	۳۵۲	جناب [illegible] الحق صاحب گجرات ر	-	-	۵		۴۰۹	ر [illegible] مفت تقسیم ریویو	۰	-	۵
۶ ش ۸/۳۱	۳۶۴	ر ڈاکٹر [illegible] صاحب کلکتہ ر	.	.	۲۰	۲۱ ش ۸/۳۱	۴۰۴	ر جناب محمد حسن صاحب [illegible] مشن	-	۰	۱
	۳۶۶	دی پیپلز بنک بحساب [illegible]	۵	۴	[illegible]	ر	۴۱۰	ر [illegible] ر	۰	۰	۲
۷ ش ۸/۳۱	۳۶۷	جناب [illegible] مشن	۰	۰	۵	ر	۴۱۳	ر سید محمود صاحب [illegible] ر	۰	-	۱
		جناب [illegible] نظام الدین صاحب گجرات ر	-	۸	۱		۴۱۴	ر [illegible] صاحب جہلم ر	۰	۰	۵
۱۰ ش ۸/۳۱	۳۷۲	ر [illegible] صاحب [illegible] مشن	-	-	۴۴	۲۵ ش ۸/۳۱	۴۱۷	ر [illegible] ر	-	۰	۲
	۳۷۳	ر [illegible] عبدالرحیم صاحب [illegible]	-	۶	۳	ر	۴۱۸	تعداد زر [illegible] (مشن ریویو کتب)	۸	۱۰	۱۹۰۰
	۳۷۴	[illegible] مفت تقسیم ریویو	.	.	۵۰	۲۶ ش ۸/۳۱	۴۲۱	جناب علی محمد خاں صاحب [illegible] مفت تقسیم ریویو			۱۰۰
	۳۷۷	جناب [illegible]	.	.	۳	۲۵ ش ۸/۳۱	۴۲۵	(از مینیجر [illegible] بابت طباعت اسلامک ریویو [illegible] سنہ ۱۹۳۱ء [illegible] ۱۹۹۹ [illegible])	۰	-	۵۵
	۳۷۸	[illegible] دہلی ر	.	.	۱						
	۳۷۹	ر [illegible] ر	.	.	۲						
۱۱ ش ۸/۳۱	۳۸۰	[illegible] پشاور ر	.	.	۴		۹۴۲۵	دی پیپلز [illegible] صاحب دوکنگ ۸/۱۲/۳۳ پونڈ	۵	۱۲	۴۴۹
	۳۸۱	ر [illegible] مفت تقسیم ریویو	-	-	۵						
۱۲ ش ۸/۳۱	۳۸۴	ر ڈاکٹر غلام محمد صاحب لاہور مشن		-	۱۰			جناب ملک محمد علی صاحب شاہ باغ (مشن)	۰	۰	۵
	۳۸۶	ر [illegible] ر	.	۱۲	۷						
۱۳ ش ۸/۳۱	۳۸۸	ر ڈاکٹر [illegible]	-	.	۲			فروخت رسالہ اسلامک ریویو	۴	۰	۴۷۰
۱۴ ش ۸/۳۱	۳۹۲	دی پیپلز بنک بابت ٹرسٹ مشن	۹	۵	۲۰						
	۳۹۳	جناب شیخ [illegible] حسین صاحب [illegible] ر	-	-	۱						
	۳۹۴	ر [illegible] ر	.	-	۱			میزان	۵	۳	۸۶۵۷

نقشہ ۲ تفصیل آمد بذریعہ فنڈ ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ لاہور

تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ	تاریخ	کوپن نمبر	اسمائے معطی صاحبان	پائی	آنہ	روپیہ
۸/۳۱	۱۴	جناب قاضی منہاج الدین [illegible]	-	-	۲۰		۱۷	جناب [illegible] صاحب [illegible] جموں	۰	۰	۵
		ر سید لایت حسین صاحب [illegible]	۰	-	۱۰			ر [illegible] انگریزی [illegible] اسلام	.	۸	۶۷
		ر سید عبدالحلیم صاحب [illegible]			۳			ر حاجی شیخ عبدالعزیز صاحب کلکتہ ر	.	-	۲۵
									-	۸	۱۳۰

نقشہ ۳ تفصیل خرچ ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ ہندوستان و انگلستان بابت ماہ۔ اگست سنہ ۱۹۳۱ء

تاریخ	بل نمبر	تفصیل خرچ	پائی	آنہ	روپیہ
۱ ش ۸/۳۱	۳۶	تنخواہ عملہ لاہور	۰	۶	۸۶۴
	۳۷	امپرلیسٹ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل:—			
		محصول ڈاک نمبر از ۱۰۸۹ تا ۸۷ رجسٹر ڈاک بہی — پائی ۰ — آنہ ۱۲ — روپیہ ۵۱			
		میسرز بی ایڈ والی اینڈ کو۔ ایک یم۔ بابت سرکلر لائبریری — ۰ — ۸ — ۶			
		غلام محمد دفتری بابت بندھوائی رجسٹر متعلقہ اسلامک ریویو — ۰ — ۱۲ — ۶			

نقشہ ۳ تفصیل خرچ ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ ہندوستان و انگلستان بابت ماہ اگست سنہ ۱۹۳۱ء ۶

غلام محمد دفتری بابت بندھائی رجسٹر متعلقہ اپیل مشن .. .. پونڈ ۱ — شلنگ ۸ — پنس ۰
کورن رجسٹر .. ۰ — ۱۵ — ۰
سٹائی کارڈ کس .. ۰ — ۴ — ۰
۲۸۰۰ لفافے .. ۴ — ۴ — ۰ | ۱۰۰ | ۰ | ۰

قلمدان و رسیا ہی ۵/ ۔ دفتر بابت جولائی سنہ ۱۹۳۱ء خرچ بجلی جولائی سنہ ۱۹۳۱ء
ٹائپ رائٹنگ اور ریلوے پارسل ۱۰/ روپے متفرق بابت جولائی سنہ ۱۹۳۱ء عہ

۶۲۰	۶	۹	متفرق بیلنس ووکنگ بابت جون سنہ ۱۹۳۱ء کوارٹل ووکنگ ۱۹ سپیشل نمبر ۱	۳۸	
۴۴	۸	۶	سفر خرچ دفتر ووکنگ بحوالہ ووکنگ بل نمبر ۹۰ بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۱ء	۳۹	
۲۲۳	۱۰	۸	تنخواہ عملہ ووکنگ بل نمبر ۰ — ۱۶ — ۱۱ پونڈ؛ دفتری و عملہ ... ۴ — ۱۹ — ۶؛ ۱۶ — ۱۵ — ۶	۴۰	
۳۲۱	۲	۸	ووکنگ مصارفات بابت جون سنہ ۱۹۳۱ء بحوالہ ووکنگ بل نمبر ۵ پونڈ ۲۵ — شلنگ ۱۱ — پنس ۹	۴۱	
۹۳	۸	۰	میسرز ملٹری اینڈ سول پریس لاہور بابت ... ۲۰۰۰ فارمس ٹرسٹ و ۱۰۰۰ سرکلرس ٹرسٹ و ... ۳۰۰۰ اپیل اسلامک ریویو ... ۱۰۰۰ صفحات	۴۲	
۲۲	۰	۰	میسرز ... پریس لاہور بابت طباعت ... ۱۰ کاپی ... سنہ ۱۹۳۱ء	۴۳	
			امپریسٹ دفتر لاہور بہ تفصیل ذیل :-	۴۴	
			محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی نمبر ۱۸۸ تا ۱۳۳۰ ... ۷۷ — ۳ — ۶		
			مینیجر رسالہ اشاعت اسلام بابت ۱۰ کاپیاں ... جولائی سنہ ۱۹۳۱ء ۲ — ۸ — ۰		
			۱۷ کاپیاں لائٹ رسول نمبر .. ۱ — ۱ — ۰		
			۶ کاپیاں خطبہ جناب الفاروق ... ۱ — ۲ — ۰		
			۱۰ کاپیاں حمایت اسلام رسالہ .. ۰ — ۱۰ — ۰		
			مینیجر رسالہ اشاعت اسلام واپسی رقم ۳ — ۱ — ۰		
			مرمت کرسیاں ۳ — ۲ — ۰		
			۴ قفل دفتر کی الماریوں کے لئے .. ۱ — ۶ — ۰		
۹۰	۰	۰	برنگ خط ۰ — ۶ — ۰		
۳۵	۰	۰	مینیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور بابت ۴۰ کاپیاں بوماہ اگست کی لائٹس	۴۵	۳
			دفتر منصرہ امپریسٹ ... تنخواہ پرسنل اسسٹنٹ جناب پریزیڈنٹ صاحب ٹرسٹ تالیف قلوب بہ تفصیل ذیل :-	۴۶	
			محصول ڈاک از نمبر ۲۲۴ تا ۳۲۱ ... ۱۵ — ۶ — ۵		
۹۰	۰	۳	تنخواہ پرسنل اسسٹنٹ جناب پریزیڈنٹ مجلس منتظمہ ٹرسٹ جولائی سنہ ۱۹۳۱ء ... تالیف قلوب		
			دفتر لاہور امپریسٹ بل بہ تفصیل ذیل :-	۴۷	۲۱
			محصول ڈاک از رجسٹر ڈاک بہی ۱۳۳۱ تا ۱۴۶۸ ... ۶ — ۲ — ۱ تالیف قلوب		
			رقم واپسی مینیجر مسلم بک سوسائٹی بحوالہ نمبر ۳۹۲ ... ۶ — ۳ روپے		
			میسرز ... پریس برائے طباعت ... ۲ کاپیاں ... ۹ آنہ		
۶۹	۰	۰	انگریزی اپیل ریویو ... ۸ — روپے		
			۱۵۰ سرکلرس متعلقہ اسلامک ریویو ... کاغذ ۸ — ۶ — ۰		
			ایک رجسٹر ... ۸/ کاربن پیپر ... اخبار ...		
۴۸۷	۸	۰	مینیجر رسالہ اشاعت اسلام لاہور بل از جنوری سنہ ۱۹۳۱ء تا فروری سنہ ۱۹۳۱ء	۴۸	۲۵
۴۰	۰	۰	ایم جمال الدین صاحب ... سابق ملازم مشن تنخواہ بابت ... از مئی سنہ ۱۹۳۱ء تا جولائی سنہ ۱۹۳۱ء دیکھو نمبر صفحہ ۹ نقشہ نمبر ۶ بجٹ سنہ ۱۹۳۱-۳۲ء	۴۹	
۱۳۳۳	۵	۴	پیشگی رقم جو بوی عبد المجید صاحب کو ووکنگ سے دی گئی	۵۰	
			دفتر ووکنگ پریس بلس :-	۵۱	
			طباعت ۵۰۰ کاپی Divine Attributes .. پونڈ — شلنگ — پنس		
			۵۰۰ Muslim Faith ... ۶ — ۱۰ — ۴		
۱۱۱۶	۱	۹	۵۰۰ At Home Cards ... ۶ — ۷ — ۱		
			۱۰۰ کاپی سپاسنامہ .. ۶ — ۲ — ۴		
			طباعت اسلامک ریویو جون سنہ ۱۹۳۱ء .. ۳ — ۷ — ۴۴		
			جولائی سنہ ۱۹۳۱ء .. ۱۱ — ۶ — ۳۳		
۴۸	۸	۰	پراویڈنٹ — بونس جناب خلیفہ عبد المجید از مئی سنہ ۱۹۲۸ء تا نومبر سنہ ۱۹۲۸ء از مئی سنہ ۱۹۲۹ء تا نومبر سنہ ۱۹۲۹ء	۵۲	
۵۶۱۶	۱	۱۰	میزان کل		

× محصولات ... اخراجات ... تالیف قلوب ...

جنوبی کنگسٹن لنڈن میں جنرل البلکینی کا حضرت نبی کریم صلعم پر بصیرت افروز لیکچر

سرکار دو عالم کے مخلص عاشق و مداح ۔ نوجوان جنرل البلکینی کو مورخہ ۱۱ جون ۱۹۳۱ء بروز جمعرات ۔ اتحاد روحانیئین کے اجلاس میں بمقام کوین وے ۔ جنوبی کنگسٹن تقریر کرنے کے لئے مدعو کیا گیا۔ جرنیل موصوف نے رحمۃ اللعالمین کی سیرت مطہر کو پیش کرنے کا اسے بہترین و سنہری موقعہ سمجھا فصیح و بلیغ تقریر کے دوران میں آپ نے انسانی قوائی ارتقاء کی طرف سامعین کی توجہ مبذول کی ۔ جس کی طرف مسلسل جاری ہے ۔ اور بتلایا ۔ کہ جو باتیں آج تک ہماری موجب تسلی رہی ہیں ۔ آئندہ کے واقعات کی تنظیم جدید میں ان سب کی تحقیق و تدوین ضروری ہے۔ اس آنیوالے عہد جدید کی آمد کا پتہ بولشویک ایسی قیامت خیز و تباہ کن تحریکات ۔ اور سر اولیور لاج ایسے روحانی ماہرین علوم جدیدہ دے رہے ہیں ۔ ان بگڑے ہوئے حالات کی اصلاح کسی ٹھوس و منجھی ہوئی تحریک کے سوا نہیں ہو سکتی ۔ وہ منجھی ہوئی تحریک اعظم اسلام ہی ہے +

آپ نے ظاہر فرمایا ۔ کہ ابتر حالت کو سلجھانے کے لئے سرکار دو عالم صلعم کا اسوۂ حسنہ پیش نظر رکھنا ازبس ضروری ہے ۔ مادیت کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں اس ہادی راہ کو مشعل راہ بنانا ازبس ضروری ہے۔ آپ کی تاریخی حیثیت ۔ آپ کا عالی نسب ہونا ۔ فطرتی تعلیم ۔ دنیا کی مذہبی تاریخ میں ۔ تاریک ترین زمانہ میں آپ کی بعثت ذکر و فکر کیلئے آپ کی مسلسل خلوت ۔ مذہبی ریاضت ۔ یہ سبھی امور ظاہر کرتے ہیں کہ آپ کے تمام روحانی مجاہدات منشاء ایزدی کے ماتحت ظہور پذیر ہوئے ۔ انہیں محض اتفاق کہ دینا ۔ پرلے درجے کی نادانی ہے +

روحانی نقطہ نگاہ سے آپ نے سامعین پر واضح فرمایا ۔ کہ حضرت رسالت مآب

نبی کریم صلعم کا خلوت میں ذکر و فکر، اور از قبیل دیگر مجاہدات طبقۂ علیین سے فرشتہ کا آنے
کی مساعی تھیں۔ اور بلا شبہ وہ طبعی اصول پر مبنی ہیں +

حضرت نبی کریم صلعم نے تمام مخالفتوں اور ایذا رسانیوں کا جس جوانمردی سے مقابلہ
کیا۔ اور جو فتح و کامرانی آپ کو حاصل ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ آپ کو ملکوتی
تائید حاصل تھی۔ حضرت نبی کریم صلعم کی زندگی کا وہ پہلو جس سے سپاہگری اور قیادت
ظاہر ہوتی ہے۔ فاضل مقرر کے نزدیک زیادہ دلکش و دلربا ہے۔ معزز مقرر نے خوبی سے یہ
پیش کیا۔ کہ کس طرح حضرت خواجہ دو جہاں صلعم نے سود کی بیخ کنی فرمائی۔ اور کس طرح غضب آلود
دیوتا کے غیظ و غضب کو فرو کرنے کے وحشیانہ خیال کا آپ نے قلع قمع کیا۔ اور
کس طرح آپ نے غور و تفکر کی بنیاد ڈالی۔ پھر فاضل لیکچرار نے نہایت ہی عالمانہ
طریق پر ان زبردست و منفعت بخش اثر والے خیالات کی توضیح فرمائی۔ جو سورۂ فاتحہ
کی تہ میں پنہاں ہیں۔ پھر روزانہ کے مسلمات کے مطابق پنجگانہ نماز کے ارشاد
کی تشریح کی گئی۔ فاضل مقرر نے تقریر کو ختم کرنے سے پیشتر سامعین سے پُر زور
استدعا کی۔ کہ چونکہ عہد حاضرہ میں کفر و الحاد زوروں پر ہے دہریت مادیت
چاروں طرف ڈیرے جما رہی ہے۔ تہذیب و تمدن و معاشرت حاضرہ کو ملیا میٹ کرنے
کے معاندانہ خیالات کا استیلا ہے۔ اسلئے ان تاریک حالات میں کسی مشعل ہدایت کی اشد ضرورت ہے
اور اس ضرورت حقہ کو حضرت نبی کریم صلعم کی سوانح حیات کا بامعان نظر مطالعہ ہی پورا کر سکتا ہے +

اس لیکچر کے بعد ان غلط فہمیوں و بدگمانیوں کی بنا پر جو مغربی دنیا میں دائر و سائر ہیں
فاضل مقرر سے مختلف سوالات کئے گئے۔ اور جنرل موصوف نے ایسی متانت و سنجیدگی سے انکے جوابات دیئے۔
جو خود پیروان مسیحی کو عرق خجالت میں شرابور کر دیتا ہے۔ کارکنان مشن ووکنگ بھی اس
مجمع میں موجود تھے۔ جناب صدر کے استفسار اور جنرل موصوف و سامعین کی استدعا پر جناب
امام صاحب مسجد ووکنگ نے روحانی مجاہدات و ریاضت پر چند منٹ تقریر فرمائی۔ اور حاضرین کو اس عملی قدم کی طرف متوجہ کیا۔ جو
مذہب اسلام نے انسانی سوسائٹی کے اندر حقیقی امن و راحت پیدا کرنے کے لئے اٹھایا +

آفتاب الدین احمد۔ نائب امام مسجد ووکنگ انگلستان

اسلام کے متعلق غلط فہمیوں کے اسباب اور اُنکے ازالہ کی صُورت

(سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ ماہ مئی ۱۹۳۱ء)

اسلام اور ممالکِ مغرب

اب موقع ہے کہ ہم ان حالات اور رجحانات کی طرف توجہ کریں۔ جو اسلام کی ابتدا کے وقت یُورپ کے مغربی ممالک میں پائے جاتے تھے*

اس زمانہ میں روم اور یُونان کے مذاہبِ قدیمہ اور دیگر متعدد مذاہب جو بحیرۂ رُوم کے اردگرد پائے جاتے تھے۔ سب اپنی قوت کھو چکے تھے۔ اور اُنکی جگہ قیصر پرستی کا رواج ہوگیا تھا۔ سلطنت روما کا مذہب یہ تھا کہ حکومت کی پرستش کی جائے+ دوسرے مذاہب بھی موجود تھے مگر اُنھیں مجبُوراً اس نئے مذہب کا خیر مقدم کرنا تھا۔ لیکن افسوس کہ قیصر پرستی سے لوگوں کو اطمینان نہ ہوسکا۔ مشرقی مذاہب اور اوہام پرستی کے پیرو رُومی سلطنت کے ہر گوشہ میں پائے جاتے تھے۔ لیکن ان مذاہب میں یہ عیب تھا کہ یہ سب غیر شریفانہ تھے میتھرا کا مذہب بیشک نسبتاً اعلیٰ درجہ کا تھا۔ ہاں یہ بات ضرور اسکے خلاف کہی جاسکتی تھی کہ وہ رومتہ الکبریٰ کی رقیب سلطنت ایران میں پیدا ہوا تھا۔ بہرکیف یہ مذہب اُن رومیوں کے نزدیک قابلِ قبول تھا۔ جو یہ سمجھتے تھے کہ مذہب میں رسمیات کے علاوہ بھی کچھ پایا جاتا ہے لیکن روحانیات کے لحاظ سے کوئی مذہب مسیحیت کا مدمقابل نہیں تھا۔ یہودیت قیصر پرستی کے ساتھ مفاہمت کر سکتی تھی لیکن مسیحیت ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ چنانچہ جو مقابلہ ان دونوں میں ہُوا اسمیں بظاہر برتری قیصر پرستی کو حاصل تھی لیکن وقت اور ضمیر یہ دو چیزیں مسیحیت کے حق میں تھیں قیصر پرستی تو خدا کی شان میں گستاخی اور کفر گوئی کی مُرادف تھی۔ اس امر کے اثبات میں سلطنت کے ہر گوشہ میں عیسائیوں نے خوشی خوشی موت گوارا کی۔ اور ہر جگہ شہیدوں کا خون گرجوں کی بُنیاد قرار پایا لیکن جب چوتھی صدی کے شروع میں مسیحیت برسر اقتدار ہُوئی تو وہ خود قیصر پرستی میں مُبتلا ہوگئی۔ اب اسمیں وہ خلوص اور پاکیزگی باقی نہیں رہی تھی۔ جو تین سو سال پہلے

پائی جاتی تھی۔ اب اسمیں مادیت، رسمیت اور دنیاوی امور کی آمیزش ہو گئی تھی۔ کاؤنسل آف نائس کی صدارت قسطنطین کو دینے کا مطلب ہی یہ تھا کہ اب مسیحیت میں دنیاوی رنگ شامل ہو گیا تھا۔ پہلے تو ادارتی دکھائی گئی پھر تفوق اور اس کے بعد جور و استبداد پر کمر باندھ لی گئی۔ مسیحیت کا ظلم و ستم صرف دیگر مذاہب ہی تک محدود نہ تھا، اہل بدعت اور بت پرست یکساں سمجھے جاتے تھے۔ ہائی پیشیا جو سکندریہ میں فلسفۂ افلاطون کا درس دیتی تھی، مذہبی مجنونوں کے ظلم و ستم کا شکار ہو گئی۔ لیکن اس سے قبل فرقۂ ایریلین اور فرقۂ ڈاناٹسک دونوں کے خلاف مسیحیت کی تلوار نیام سے نکل چکی تھی۔ تمام سلطنت میں اہل بدعت کو کسی جگہ امن نصیب نہ تھا۔ لہٰذا بہت سے لوگ ہجرت کر گئے۔ ایران میں فرقۂ نسطوری پناہ گزین ہو گیا۔ اور ڈانٹسٹ افریقہ کے شمالی ساحل کی طرف چلے گئے۔ اور فرقۂ ایرین ایک جنگجو قوم "گاتھ" نامی کے زیر سایہ پھیل گیا۔ اور جہاں جہاں اہل بدعت رہ گئے مثلاً شام اور مصر، تو چونکہ وہ لوگ خود غیر مطمئن تھے اسلئے دوسروں کے قلوب میں بھی سلطنت کے خلاف جذبات پیدا کرتے رہتے تھے۔ لہٰذا جب عربوں نے ان ممالک پر حملہ کیا تو سپاہیوں نے مقابلہ کیا لیکن رعایا عربوں کی مطیع ہو گئی۔ اور یہ تمام لوگ رومن کیتھولک پر مسلمانوں کو ترجیح دیتے تھے . . . .

- - - - - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - اسکے بالمقابل قسطنطنیہ کے مسیحی حکمران غیر مسیحیوں پر نہ صرف ٹیکس لگاتے تھے۔ بلکہ جبراً مسیحیت کے دائرہ میں شامل کرتے تھے"۔

"افریقہ اور اسپین کی فتوحات کا بھی یہی نتیجہ برآمد ہوا۔ فرقہ ایرین اور یا کیثین وغیرہ کے لوگ جو عرصہ دراز سے مسیحیوں کے ظلم و ستم کا شکار تھے اسلامی حکومت میں امن و امان کی زندگی بسر کرنے لگے۔ قدرت کی ستم ظریفی دیکھو کہ جن یہود نے بانی اسلام کو تکالیف دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا، انکی اولاد کو مسلمانوں نے اپنے امن عافیت میں پناہ دی۔ مسیحی ممالک میں انھیں ہر قسم کی تکلیف دی جاتی تھی، لیکن مسلمانوں نے ان کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ کیا"۔

اسلامی اصول اخلاق ہر فرد کے حیطۂ اقتدار میں ہیں۔ پس اسلام مغرب میں بھی اسی طرح پھیلا جس طرح مشرق میں پھیلا تھا، یعنی باطنی اخلاقی خوبیوں کے زور سے۔ نہ تو کسی مبلغ کی کوشش اور نہ کسی بادشاہ کی توجہ اسلام کی اشاعت کے لئے مددگار ہوئی۔ اگرچہ خلافت کے بعد مسلمانوں میں دنیاوی حرص کی بنا پر جنگوں کا سلسلہ شروع

ہوگیا لیکن اسمیں وہ غرور اور فخر شامل نہ تھا جو مشرق میں نمایاں تھا۔ اس کے بالمقابل یورپین کفار نے ان جنگوں میں جن کو دنیا حروب صلیبی کے نام سے یاد کرتی ہے کافی وحشت اور جہالت کا ثبوت دیا۔ ڈاکٹر ارکیو ہارٹ لکھتا ہے۔ "مسیحیوں کیلئے اختلاف مذہب بیشک لڑائی کا سبب تھا۔ اور اور نہ صرف ازمنہ مظلمہ میں اور نہ صرف مذہبی مجنونوں کے لئے" اور یہ بات اس امر سے ظاہر ہے۔ کہ انھیں اسلام کے خلاف ہنوز شکایت موجود ہے۔ کیونکہ انکی نظروں میں مسیحیت ایک سیاسی عنصر تھا نہ کہ مذہبی۔ ناصرہ کا نبی آیا۔ اور اس نے بنی نوع آدم کے ایک طبقہ کو جو بحیرہ گلیل کے اردگرد آباد تھے مذہب کی تلقین کی۔ اور چلا گیا + لیکن اسکے مذہب کو بت پرست رومی سلطنت نے اختیار کر لیا جس کا ابتدائی مذہب فنا ہو چلا تھا۔ اور سلطنت میں اس وجہ سے ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ بہت جلد مسیح کے مذہب کو قدیم مشرکانہ عقائد کے مطابق بنا لیا گیا۔ اور یہ بات سیاسی پروپاگنڈا کا ایک جزو تھی +

" اعلیٰ جذبات پر بہیمیت غالب آگئی۔ اور محبت، حلم، نرمی اور اطاعت خداوندی سکھانے والا مذہب جور و ستم، اور مردم آزاری تلقین کرنے والا مذہب بن گیا۔ ازمنہ مظلمہ کے یہ کارکن طاقت کے خواہاں تھے۔ لہٰذا انھوں نے ذاتی خیالات کو بانی مذہب سے منسوب کر دیا۔ اور ان کی کارروائیوں میں ان کا مقولہ یہ تھا۔ کہ جو کوئی ایمان لائیگا وہ برباد ہوگا" کلیسیا کے کارکن ان لوگوں کو جو ان سے اتفاق رائے نہ کر سکتے تھے کافر بتانے لگے +

لیکن اسلام کی فوری کامیابی نے جو اسے مسیحیت کے مقابلہ میں حاصل ہوئی مسیحیوں کے دلوں میں نفرت کے جذبات پیدا کر دیئے کیونکہ انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ایسی کوئی تعجب نہیں اگر ان لوگوں نے اسلام اور اسکے بانی کے خلاف غلط بیانیوں کو اپنا شعار بنایا۔ اپنے ممالک اور اس مذہب کو محفوظ رکھنے کیلئے جس کی بدولت انھیں اس قدر طاقت حاصل تھی۔ مسیحیوں نے اسلام کے خلاف قلمی اور زبانی جنگوں کا آغاز کر دیا۔ یہ تحریک ہنوز جاری ہے۔ عیسائیوں نے اسلام کے خلاف ناپاک اور غلط باتیں شائع کر کے مسیحیوں میں اسلام کے خلاف نفرت پیدا کر دی! اور بلدی براتھ کے زمانہ سے لے کر آجتک یہ تجویز نہایت کامیابی کے ساتھ چل رہی ہے۔ جس کا نتیجہ ہے۔ کہ اسلام کے خلاف بیشمار کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ صدیوں تک بقول سرای ڈی راس عیسائیوں کو اسلام کے متعلق جو کچھ معلومات تھیں وہ جنونی عیسائیوں کی تحریرات پر مبنی تھیں۔ اور اس کی

وجہ سے اسلام کے خلاف بہت کچھ غلط باتیں مشہور ہوگئیں۔ اسلام کی خوبیوں کو یکسر نظر انداز کر دیا گیا۔ اور جو باتیں یورپ کی نظر میں اچھی ہیں۔ وہ اسلام سے منسوب کر دی گئیں +

علاوہ بریں صدیوں تک یہ طریقہ رائج رہا کہ اسلام کی خوبیوں کو مسیحیت سے منسوب کیا گیا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ یہ نظریہ دیانتدار محققین کی تحقیقات سے مطابقت نہیں رکھتا اور آنحضرت صلعم کی بعثت کے وقت عرب میں مسیحیت کا جو حال تھا۔ اس کا ذکر تو جس قدر کم کیا جائے۔ اسی قدر اچھا ہے +

ایک مسیحی مؤرخ لکھتا ہے:۔ "اسلام کے خلاف جسقدر باتیں وضع کی گئیں۔ یورپ نے سب کو دل جان سے قبول کر لیا ہے۔ اور اسلام کی جو تصویر ہمارے آباؤ اجداد کے دماغوں میں جاگزیں تھی۔ وہ سراسر غلط اور قابل مضحکہ تھی۔ جو علماء کسی مذہب کے خلاف کچھ کہنے سے پیشتر اس مذہب کا مطالعہ کرنا پسند کرتے تھے۔ انکی بات کوئی شخص نہیں سنتا تھا۔ ہاں اُن کی کوششیں آج ہمارے زمانہ میں پسندیدہ نگاہوں سے دیکھی جاتی ہیں۔ اس زمانہ میں اگر کوئی شخص اسلام کے متعلق کوئی سچی بات کہہ دیتا تھا تو اس کی وہی درگت بنائی جاتی تھی۔ جو آج سے پندرہ سال پہلے ان انگریزوں کی بنتی تھی جو بوئیروں کے حق میں کوئی سچی بات کہدیتا تھا" +

اسلام کے متعلق لکھتے وقت مسیحی مصنفین کا تعصب انھیں عجیب وغریب بیانی اور تناقض میں مبتلا کر دیتا تھا۔ یا ان کی مذہبی حس اُن کی عقل پر غالب آجاتی تھی ..... لیکن ہم جانتے ہیں کہ اسلام کے خلاف جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ سب غلط اور غیر معتبر ہے" +

اب تک صرف جہالت بلکہ غلط بیانی اور کتمان حق کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ فریب کاری عرصہ دراز تک قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ دن گئے۔ جب ایک شخص کسی معاملہ میں کوئی بات کہ دیتا تھا۔ اور دوسرا شخص اس سے خبردار نہیں ہوتا تھا۔ اب تو تمام دنیا بمنزلہ "ایک کان" کے ہے +

بقول پروفیسر بیکر اسلام کی اشاعت کے اسباب آج تعلیمیافتہ طبقہ میں بھی قدیم روایات کے ماتحت ہیں۔ نبی کی تعلیم کے زیر اثر عربوں نے مسیحیوں پر فوجکشی کی۔ اور بزور شمشیر انھیں مسلمان بنالیا۔ قدیم تمدن برباد کر دیا گیا۔ اور مسیحی تمدن کے عوض اسلامی تمدن قائم کر دیا گیا۔ مشرقی اور مغربی ممالک ایکدوسرے کے خلاف ہیں۔ اور اس اختلاف کا نمونہ صلیبی جنگوں میں بخوبی ظاہر ہوگیا +

ایک غیر متعصب مؤرخ لکھتا ہے۔ "اسلام کی ابتدائی چند صدیوں تک مسیحیت زبان اعتراض نہیں کھول سکتی تھی۔ وہ صرف اطاعت پر کربستہ تھی۔ لیکن جب عربوں کو وسط فرانس میں پہلی بار پسپا ہونا پڑا۔ تو مسیحی اقوام اس طرح باہم متحد ہو گئیں۔ جیسے کہ کسی وحشی بھیڑئیے کے مقابلہ کے لئے گائیوں کا گلہ۔ اور اگرچہ وہ اس وقت تک مقابلہ نہیں کر سکتی تھیں۔ لیکن ہاں انہیں بدگوئی کی جرأت حاصل ہو گئی +

ہنری ڈی کاسٹری لکھتا ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ مسلمان لوگ ان نظموں اور روایات کے متعلق کیا خیال کریں گے۔ جو اسلام کے متعلق ازمنہ وسطیٰ میں یورپ میں پھیلے ہوئے تھے یہ ساری باتیں تعصب اور دشمنی پر مبنی تھیں۔ اور آج بھی غلط بیانیوں کا ماخذ ہیں ہر عیسائی مسلمانوں کو کافر یقین کرتا تھا۔ اور وہ سمجھتا تھا۔ کہ آنحضرت صلعم نے دعوے خدائی کیا ہے۔ اور آپ نے اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیا ہے۔ کہ میرے زریں مجسموں کی پرستش کیا کریں +

شارلی مان کی تب ہی اور پسپائی کو عیسائیوں نے اسلام کے خلاف ایک بڑی کامیابی قرار دیا ہے۔ اسی زمانہ کے ایک قصہ میں شارلی مان کو مسجدوں میں بت توڑتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ اور ایک لاکھ مسلمانوں کو عیسائی بنایا۔ اور منکروں کو زندہ آگ میں جلایا آنحضرت صلعم کو ایک بڑے سونے کے بت کی شکل میں ظاہر کیا گیا ہے۔ جس کا نام "ماسٹ" تھا فرانس کے قومی گیتوں میں آنحضرت صلعم کو ایک بت بیان کیا گیا ہے۔ اسلام کو وحشی اقوام کا مذہب بتایا گیا ہے۔ اور آنحضرت صلعم کے متعلق یہ لکھا ہے۔ کہ آپ کو (نعوذ باللہ) کوئی دماغی مرض لاحق ہو گیا تھا۔ اور آپ کا جسد مبارک بقول ایشاں ہوا میں معلق رکھا ہوا ہے بعض مصنفین نے لکھا ہے کہ (محمد) "تو کعبہ میں ایک بت کا نام ہے۔ جس کی پرستش کی جاتی ہے۔ اور اس بت کے سامنے انسانوں کی قربانی کی جاتی ہے"۔ یہ سب کچھ سراسر غلط ہے۔ اور سوائے ان مسیحی لوگوں کے دماغوں کے اور کسی جگہ ان باتوں کا وجود نہیں ہے +

پندرھویں صدی میں جبکہ سپین سے عربوں کا اخراج عمل میں آیا تو مسیحیوں نے اسے خدا تعالیٰ کی ایک بڑی نعمت تصور کیا تھا۔ چارلس بنجم مؤرخ نے لکھا ہے۔ کہ یہ جنگ اس لئے وقوع

میں آئی ۔ کہ اُن زیادتیوں کا بدلہ لیا جائے ۔ جو مسلمانوں نے مسیحیوں پر کی تھیں اور مسیحیت کے نام کو دُنیا میں بلند کیا جائے ۔ دوسرا مؤرخ اس جنگ کو مسلمانوں کے لئے ایک برکت قرار دیتا ہے ۔ کہ اس بنا پر اُن کو مسیحیت کے زمرہ میں شامل ہونے کا موقع مل گیا ۔ پادری مریانا جو اسپین کا سب سے بڑا مؤرخ ہے ۔ اس جنگ کو تائید ایزدی قرار دیتا ہے ۔ اور لکھتا ہے کہ مسلمانوں کی حکومت درحقیقت خُدا کا عذاب تھا ۔ جو مسیحیوں پر مسلط رہا ۔ لیکن جب مسیحیوں نے غرناطہ فتح کیا تو گویا خُدا نے اُن کی سزا موقوف کردی ۔ اور انھیں فتحمند کیا ۔ اس خوشی میں مسیحیوں نے محکمہ احتساب قائم کیا ۔ اور جب اس مقدس محکمہ کا قیام ہُوا تو عیسائیت کی روشنی دور و نزدیک پھیل گئی ۔ اسکی بدولت قوم کو عروج حاصل ہوا ۔ اور وہ اس قابل ہوئی کہ عربوں کے اقتدار کا خاتمہ کرسکے" +

ایک مسیحی مؤرخ نے جزیرہ سسلی کے متعلق لکھا ہے ۔ کہ جب تک ہاں عربوں کا تسلط رہا بت پرستی کا زور رہا ۔ اور راجر نے اتھی بُت پرست مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تھی ۔ اس پر باسورتھ اسمتھ لکھتا ہے ۔ کہ اس بات کا فیصلہ ناظرین خود کرسکتے ہیں ۔ کہ ان دونوں میں سے دراصل بُت پرست کون تھا ؟ مسلمان یا عیسائی ؟ یہ امر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ انگریزی اور فرنچ دونوں زبانوں میں ابھی تک ان خیالات کا اثر باقی ہے ۔ "ممری" جو "محمدیت" کے لئے انگریزی لفظ ہے ۔ اس کے معنی ہیں ۔ اوہام پرستی ۔ اور "میمیٹری" کسی غلط عقیدے کو کہتے ہیں ۔ اور "ماسٹ" کے معنی بُت کے آتے ہیں " ۔ "ٹارمیجنٹ" جو دراصل آنحضرتؐ کے مجسمہ کا انگریزی نام ہے ۔ ایک جنگجو عورت کو کہتے ہیں ۔ اسی طرح اور بھی بہت سے الفاظ موجود ہیں +

زمانۂ اصلاح میں عیسائیوں کو اسلام سے جس قدر نفرت تھی ۔ وہ سب اُن کی جہالت اور عدم واقفیت پر مبنی تھی ۔ لوتھر اور میلنکھتان دونوں نے اسلام کے خلاف عجیب و غریب باتیں منسوب کی ہیں ۔ آخرالذکر لکھتا ہے ۔ کہ محمدؐ کا مذہب سراسر خوبیوں سے خالی ہے ۔ اور اسمیں بُرائیوں کی تعلیم دیجاتی ہے ۔ اور قرآن میں کوئی عمدہ اور

قابل قبول بات نہیں ہے اسکی اصلی وجہ یہ ہے کہ قرآن کا اُس نے مطالعہ ہی نہیں کیا تھا +

اسلام کے متعلق کلیسیا کی طرز نگارش اس سے بہتر نہ تھی اور مبلغ علم بھی اسیقدر تھا۔ ایک کیتھولک پادری نے آنحضرتؐ پر یہ اعتراض کیا ہے۔ کہ آپ نے قرآن عربی میں کیوں لکھا؟ لاطینی یا یونانی میں کیوں نہ لکھا؟ اس نے لوتھر وغیرہ پر بھی اعتراض کیا ہے کہ ان لوگوں نے جو کچھ کیا۔ وہ اسلام کے زیر اثر آکر کیا +

مراکی لکھتا ہے کہ اسلام اور پراٹسٹنٹ فرقہ باہم گر بہت مطابقت رکھتے ہیں۔ کیونکہ دونوں بت شکنی کی تعلیم دیتے ہیں۔ پادری ہینس دیوالڈس نے تیرہ امور میں اسلام اور پراٹسٹنٹ فرقہ کی مماثلت ثابت کرکے دکھائی ہے +

اسکے بعد یہ روایت وضع کی گئی۔ کہ آنحضرت (صلعم) نے ایک فاختہ کو یہ سکھایا تھا۔ کہ وہ ان کے کندھے پر آکر بیٹھ جایا کرے اور کان میں سے دانے نکال کر کھائے۔ تا لوگ سمجھیں محمد (صلعم) کے پاس روح قدس بشکل فاختہ آتی ہے۔ حالانکہ آپ نے تثلیث کے اول اقنوم ثالث کی بوضاحت تمام تردید فرمائی ہے مختصر یہ کہ سوائے ایک یہودی مصنف میمون نامی کے باقی جس قدر یہودی اور مسیحی مصنفین گزرے ہیں سب نے اسلام اور بانیٔ اسلامؐ کے خلاف اسی قسم کی غلط بیانیوں سے کام لیا ہے +

اگرچہ اٹھارھویں صدی میں مذہبی آزادی کی ہوا یورپ میں چلنے لگی تھی لیکن حالات بدستور قائم رہے کیونکہ مسیحیت کے مختلف فرقے خواہ آپس میں کتنا ہی اختلاف کیوں نہ کرتے تھے لیکن اس امر میں متفق تھے۔ کہ مسیحیت کے دائرے سے باہر نجات نہیں مل سکتی۔ سب سے پہلے رابرٹس ریٹی نینسس نے پیٹر کی درخواست پر جو کلگنی کا ایبٹ تھا ہرمینس کی اعانت سے ۱۱۴۳ء میں قرآن شریف کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ اس ترجمہ کا اطالی زبان میں ترجمہ کیا گیا لیکن یہ ترجمہ بھی ویسا ہی غلط تھا جیسا کہ اصل ترجمہ۔

پندرھویں صدی میں جان اندریاس نے قرآن شریف اور صحاح ستہ کا ترجمہ عربی سے اطالی زبان میں کیا۔ ۱۶۴۹ء میں آنڈریو رایر نے جو مصر میں فرنچ قونصل کی حیثیت میں عرصہ تک رہا اور ترکی اور عربی زبانوں سے واقف تھا۔ قرآن شریف کا ترجمہ عربی سے فرنچ میں کیا۔ جب ایک انگریز الگزینڈر راس نامی نے اس ترجمہ کو انگریزی زبان میں منتقل کیا۔ تو اسکو بڑی اہمیت دی گئی۔ لیکن ڈاکٹر بیجر نے جون ۱۸۷۵ء کے کنٹیمپرری ریویو میں لکھا ہے کہ اگرچہ گذشتہ دو صدیوں میں انگریزی طرز نگارش میں بہت کچھ اصلاح ہو چکی ہے لیکن اسلام اور بانیٔ اسلامؐ کے متعلق آجکل بھی ہماری قوم میں وہی غلط خیالات رائج ہیں جو اس ترجمہ کے زمانہ میں تھے +

۱۶۹۸ء میں مراکی نے لاطینی زبان میں قرآن شریف کا ترجمہ کیا۔ اور اسکے ساتھ ہی ایک ضخیم ضمیمہ بطور تردید شائع کیا۔ ایک جگہ لکھتا ہے کہ عیسائیوں اور یہودیوں کے اسلام قبول کرلینے کی اصلی وجہ یہ ہے کہ قرآن میں اکثر مقامات

وہ قصے ایسی پائی جاتی ہیں۔ جو بائیبل کے مستعار یا ماخوذ ہیں"۔ ان لوگوں کے تراجم میں جو نقائص پائے جاتے تھے انہوں نے جارج سیل کو جو عربی زبان کا فاضل تھا۔ اس امر پر راغب کیا کہ قرآن مجید کا صحیح ترجمہ کیا جائے۔ تاکہ بقول مترجم لوگوں کو اصل کتاب کا پتہ لگ سکے سیل کا ترجمہ ۱۷۳۴ء میں شائع ہُوا۔ اس کے کچھ عرصہ بعد سواری کا فرنچ ترجمہ شائع ہوا +

اگرچہ سیل نے اپنے ترجمے کے مقدمہ میں اس امر کا دعویٰ کیا ہے۔ کہ مَیں نے اسلام اور بانیٔ اسلام دونوں کے ساتھ دیانتداری ملحوظ رکھی ہے۔ تاہم اسلام کے خلاف غلط بیانوں کا بازار بدستور گرم رہا۔ جو لوگ مذہبی جنون سے آزاد تھے۔ وہ بھی اسلام اور بانیٔ اسلام دونوں کو بہت بُرے الفاظ سے یاد کرتے تھے +

انگریزی پریس تو جب کبھی اسلام کے متعلق کچھ لکھتا تھا۔ تو وہ حمایت دل آزار ہوتا تھا پادریوں اور مذہبی آدمیوں کا دستور تھا۔ کہ اسلام کے خلاف نظمیں شائع کرتے تھے۔ اور بیخبر لوگ انہیں سچ سمجھ کر حرز جان بنایا کرتے تھے۔ ایک نظم کا آخری ٹکڑا یہ ہے:۔

"اے تثلیثی خدا اپنے بڑے فضل سے توحید کا استیصال کر" +

فی الجملہ زمانۂ وسطےٰ میں یورپ کے خیالات اسلام کے متعلق یہ تھے جو اُوپر مذکور ہوئے لیکن جب مسلمانوں کی سیاسی قوت روبزوال ہُوئی تو رفتہ رفتہ وہ نفرت اور خوف جو مسلمانوں کی طرف سے عیسائیوں کے قلوب میں جاگزین تھا کم ہونا شروع ہُوا۔ اور جب یورپ کی قوت زائل ہونی شروع ہُوئی۔ تو علمائے یورپ دبی زبان سے اسلام کے ان احسانات کا اعتراف کرنے لگے جو اُس نے یورپ پر کئے ہیں۔ یعنی زمانۂ مابعد صلیبی علمائے یورپ عربوں کی تاریخ میں دلچسپی لینی شروع کی۔ اٹھارھویں اور انیسویں صدی میں تمام یورپ میں اس قسم کے علمی مرکز قائم ہو گئے۔ اور ان لوگوں کو "مستشرقین" کے نام سے یاد کیا جانے لگا۔ مشرقی سوسائٹیاں قائم ہُوئیں۔ اور مشرقی مذاہب کے مطالعہ کے لئے کتب خانے قائم ہوئے۔ اور مشرقی کتابوں کی اشاعت کے لئے فنڈ مہیا کئے گئے۔

۱۷۸۰ء میں اہل ہالینڈ نے جزیرہ جاوا میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی قائم کی۔ انکی تقلید میں انگریزوں نے بھی ۱۷۸۴ء میں رائل ایشیاٹک سوسائٹی اور ۱۷۸۸ء میں بنگال ایشیاٹک سوسائٹی قائم کی۔ ۱۷۹۵ء میں فرانس میں مشرقی زبانوں کا کالج قائم ہُوا۔ اور فرانس کی

تقلید میں یورپ کے دیگر ممالک نے بھی اپنے اپنے مرکزوں میں اسی قسم کے کالج قائم کیئے +

اسلام پر اور خصوصاً بانیٔ اسلام پر لغو اور بیجا اعتراضات کا جو طومار یوروپین زبانوں میں موجود ہے۔ وہ بقول آرنلڈ رومن کیتھولک پادریوں کی تصانیف پر مشتمل ہے جو انہوں نے اسلام اور پروٹسٹنٹ فرقہ کے خلاف لکھی ہیں۔ آخر الذکر فرقہ نے محض اپنی برأت کے لئے اسلام پر دل کھول کر الزامات لگائے ہیں۔ تاکہ یہ ثابت ہو سکے کہ اُسے اسلام سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ سولھویں اور سترھویں صدی کا یہ خزانہ اگرچہ بہت کچھ تلف ہو گیا ہے لیکن ابھی تک بہت کچھ باقی ہے۔ اور چونکہ سراسر لغویت اور حماقت پر مبنی ہے اسلئے مسلمانوں کو قدرتی طور پر اس کے پڑھنے سے صدمہ اور رنج ہوتا ہے +

بہرحال مستشرقین میں ہاٹنگر پہلا فاضل ہے۔ جس نے ۱۶۵۱ء میں اسلامی تعلیمات پر ایک کتاب لکھی اور تمہید میں لوگوں سے اپیل کی۔ کہ وہ اسلام کا مطالعہ خالی الذہن ہو کر کریں۔ اور یوروپین تصانیف پر اعتماد نہ کریں کیونکہ وہ سراپا لغو اور مہمل ہیں۔ مصنف مذکور نے کیتھولک پادریوں کی اس بات کے خلاف بھی کہ پروٹسٹنٹ مذہب اسلام سے ماخوذ ہے۔ ایک کتاب لکھی ہے۔ اور جو اعتراضات اوّل الذکر نے آخر الذکر پر لگائے ہیں۔ ان کا ازالہ کیا ہے۔ باوجود ان باتوں کے ہاٹنگر بھی خالی الذہن نہ ہو سکا۔ اور بانیٔ اسلام کے حق میں کوئی کلمۂ خیر اس کی زبان سے نہ نکل سکا +

۱۶۹۹ء میں ڈاکٹر پرائیڈو نے آنحضرت صلعم کی لائف لکھی لیکن تعصب کا پردہ اپنی آنکھوں سے دور نہ کر سکا۔ ۱۷۰۵ء میں ڈچ اسکالر ریلینڈ نے اسلامی تعلیمات پر ایک ضخیم کتاب لکھی۔ اور تمہید میں اس بات پر زور دیا۔ کہ مذہبی مطالعہ کیلئے خالی الذہن ہونا چاہئے۔ کیونکہ انسان سے غلطی ہونی بالکل قرین قیاس ہے خصوصاً مذہبی معاملات میں۔ اسلام سے زیادہ کسی مذہب کے ساتھ ناانصافی نہیں کی گئی ہے میں یقین کرتا ہوں کہ اگر اسلام کا صحیح حالت پر مطالعہ کیا جائے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات پیدا کئے جائیں تو عیسائیت کیلئے عزت کا باعث ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں کسی ترک کو دوسرے ترک سے یہ کہنے کا موقع نہ مل سکیگا۔ "کیا تم مجھے بھی عیسائی سمجھتے ہو" جس سے اسکی مُراد ایک کاذب اور بدگو انسان سے ہوتی ہے" +

۱۷۳۰ء میں کاونٹ ڈی بولین ولیرس کی "حیات محمد" شائع ہوئی جسمیں اس فاضل نواب نے صاف طور سے اس بات کا اعتراف کیا ہے۔ کہ عقائد کے متعلق محمد (صلعم) نے جو کچھ تعلیم دی ہے وہ بالکل صحیح ہے اور دراصل اسلام اور عیسائیت میں یہی اختلاف کی بات ہے۔ اس کے بعد نواب موصوف نے آنحضرت صلعم کی

حمایت میں ایک کتاب اور بھی لکھی جس پر پادریوں کے حلقہ میں بہت کچھ کھلبلی مچی۔ اور ۱۷۴۹ء میں جین گیگنیر نے "حیات محمد" لکھی جسمیں خوب اپنے دل کا بخار نکالا۔ والٹیر نے اسلام اور بانئے اسلام دونوں کے خلاف لکھا ہے لیکن یہ شخص مذہبی مجنون نہ تھا، اس نے جو کچھ لکھا وہ سطحی خیالات پر مبنی ہے اور اُسے عربی زبان سے کوئی واقفیت نہ تھی، اسلام کے متعلق اسکی معلومات سراپا پادریوں کی تصانیف پر مبنی تھیں +

گبن پہلا مؤرخ ہے جس نے آنحضرت صلعم کی خوبیاں اہل مغرب کے سامنے پیش کیں لیکن کیتھولک پادریوں نے اُسے اس حق پرستی کی پاداش میں کافر اور مشرک کا لقب عنایت کیا۔ انیسویں صدی میں کارلائل نے ان تمام اعتراضات کا ازالہ کیا ہے۔ جو گزشتہ زمانوں میں پادریوں کی طرف سے عاید کئے گئے تھے، اور صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ اسلام دنیا کے تمام مذاہب سے بڑا حکمت آمیز مذہب ہے، اور اس کا ضابطۂ اخلاق سب سے اعلےٰ ہے۔ یہی بات مشہور جرمن شاعر گوئٹے نے لکھی ہے جس وقت اسلام اور قرآن کے مطالعہ سے فارغ ہوا کہا اگر یہی اسلام ہے تو کیا ہم سب مسلمان نہیں؟ کارلائل اور گوئٹے دونوں کو کلیسیا نے کافر کا خطاب عطا کیا +

۱۸۴۳ء میں پروفیسر ویل نے "محمد کی حیات اور تعلیمات" کے نام سے ایک کتاب لکھی اس نے حتے المقدور ایمانداری سے کام لیا۔ ایک جگہ لکھتا ہے "جہاں تک قرآن میں انجیل کی تعلیم پائی جاتی ہے۔ اس حد تک وہ لوگ بھی محمد صلعم کو پیغمبر خدا تسلیم کر سکتے ہیں۔ جو مسلمان نہیں ہیں۔

۱۸۴۷ء میں کارن ڈی پرسیول نے تاریخ عرب میں آنحضرت صلعم کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "یہ کہنا کہ محمد (صلعم) ایک دنیا دار آدمی تھے اور انہوں نے ذاتی اغراض کو مدنظر رکھ کر مذہب کا کارخانہ قائم کیا بالکل غلط ہے آپ کو حقیقی یقین تھا کہ آپ خدا کی طرف سے ایک قوم کو راہ راست پر لانے کیلئے معین ہوئے ہیں +

بعد ازاں یورپ میں تحقیق کے میدان میں بڑی ترقی ہوئی۔ کیونکہ میور اسپرنگر ہارٹ رنگ اور نولڈیکی وغیرہ نے اسلام کے متعلق بہت کچھ تحقیقات کی اور بڑی حد تک پرانے اعتراضات کا دفعیہ کیا +

ایمرسیل ٹرڈ لکھتا ہے کہ شروع میں پیغمبر اسلام کو بُرے الفاظ سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد دشنام طرازی میں کچھ کمی واقع ہوئی۔ اور رفتہ رفتہ سمجھدار لوگ بانئ اسلام کو مہذب الفاظ سے یاد کرنے لگے اس کے بعد محققین کا ایک گروہ پیدا ہوا جسمیں کارلائل گوئٹے اسپرنگر دوزی نولڈیکی قابل تذکرہ ہیں انہوں نے دنیا کو بتا دیا ہے کہ اسلام بقول پادریاں یورپ مجموعہ اباطیل نہیں ہے۔ بلکہ اپنے اندر زندگی رکھتا ہے، [illegible] اور محمد (صلعم) خواہ یورپ ان کے

کچھ ہی رائے کیوں نہ قائم کرے واقعی ایک محسنِ انسانیت گزرے ہیں۔ اور لازوال عزت اور شہرت کے مالک ہیں +

اگرچہ ان لوگوں نے اسلام کے متعلق جو کچھ لکھا ہے۔ وہ نسبتاً بہتر ہے۔ اور انہوں نے خود بھی اس امر کا اعلان کیا ہے۔ کہ وہ تعصب سے بالاتر ہو کر لکھینگے۔ لیکن پھر بھی ان کی تصانیف میں بہت سی باتیں حقیقت اور صداقت سے دور ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ دشمنوں کی کھلی ہوئی بدزبانی سے کم مضرت رساں نہیں ہیں۔ اروِنگ نے اعلان کیا ہے۔ کہ میں بالکل غیر جانبدار ہو کر لکھونگا لیکن تنقیصِ نبی سے باز نہیں آیا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ اس نے فتح غرناطہ اور قصص الحمرا میں مسلمانوں کی خوبیاں لکھ کر اہل اسلام کو ضرور ممنونِ احسان کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ عربوں نے اسپین میں تہذیب اور تمدن کی شمع روشن کی ملک میں امن و امان قائم کیا۔ اور جو عمارات آج موجود ہیں۔ ان سے انکی عظمت کا کافی ثبوت مل سکتا ہے +

نولڈیکی، میور اور سپرنگر سے زیادہ محتاط ہے۔ اور اسی وجہ سے انکی تصنیف تاریخ قرآن نصف صدی گزر جانے کے بعد آج بھی طلبائے اسلام کیلئے ضروری ہے۔

نولڈیکی کے بعد چند اور بھی محتاط اور دیانتدار مصنفین پیدا ہوئے مثلاً ہگنس ڈیون پورٹ باسورتھ کرلبس جیمس کیٹنی وغیرہ لیکن ان کی تصانیف میں کامل صحت کا التزام نہیں ہے کیونکہ ان کا مقصد صرف اپنے دعاوی کا اثبات تھا۔ پرنس کیٹانی نے ضخیم تصانیف لکھ کر نفس الواقع بہت سے قدیم اعتراضات کا ہمیشہ کیلئے قلع قمع کر دیا۔ اور اسی لئے پادریوں نے اسے کافر اور ملحد کے لقب سے یاد کیا، حد ہے۔ کہ مسٹر بیجر نے بھی کیمبرج میڈیون ہسٹری میں پرنس کو مورد الزام بنایا ہے۔ شاہزادہ کا مقصد اس تصنیف سے دراصل یہ تھا۔ کہ وہ اپنے ہموطنوں اور ہم قوموں کو خواب غفلت سے بیدار کرے۔ جس طرح ٹیسی ٹس نے جرمن اقوام کا موازنہ اپنے غفلت شعار اور روبہ تنزل ہمقوموں کے ساتھ کیا تھا +

بہر کیف ان باتوں سے معاندان اسلام کے توازنِ دماغی میں کوئی اختلال واقع نہیں ہوا۔ کیونکہ اس قسم کے اعتراضات بڑی بڑی لائبریریوں میں مخفی پڑے رہے۔ اور صرف چند افراد کو معلوم ہو سکے۔ جب اسلام کی اصلی خوبی یورپ کے سامنے ظاہر ہوئی۔ اور اسکی تعلیمات کو عقل کی کسوٹی پر پرکھا گیا تو مغرب کے دل میں اسلام کی اہمیت کا احساس پیدا ہو گیا جس کی وجہ سے پادریوں اور مخالفین اسلام کو بڑی تشویش پیدا

پہونچی۔ اور انہوں نے اسلام کو بدنام کرنے کی مشق دوبارہ شروع کر دیں ظاہر ہے کہ اس معاملہ میں وہ بہت مشاق واقع ہوئے ہیں +

نبی کریم صلعم کی جو تصویر ہم نے کھینچی ہے وہ اسقدر دلفریب ہے کہ معاندان اسلام کو اس پر کوئی اعتراض کرنے کی گنجائش نہیں ہوسکی۔ پس انہوں نے مجبور ہو کر یہ کہنا شروع کیا کہ ہم نے دوسرے اشخاص کی خوبیاں اپنے نبی سے منسوب کر دی ہیں۔ گویا ہمارے دشمنوں کا استدلال یہ ہے۔ کہ جو کچھ محمد صلعم کی بابت بیان کیا گیا ہے۔ وہ نہایت اعلیٰ اور قابل قدر ہے۔ چونکہ اسکا مصر میں کوئی خوبی نہیں۔ اسلئے یہ خوبی لامحالہ غیر مذاہب میں سے کسی مذہب سے اخذ کی گئی ہے۔ اس دلیل سے انہوں نے اپنے دل محزون کی تسلی کا سامان پیدا کر لیا۔ اور جب انہوں نے دیکھا کہ وہ ہارتے جاتے ہیں۔ تو انہوں نے ایک نئی چال چلی وہ یہ کہ آج وہ لوگ جب یہ اسلام اور صدیوں نبی کی رٹ لگا رہے ہیں۔ ہمیں شک نہیں۔ کہ اس سے بڑھ کر وہ ہمارے کام کی تحسین کر ہی نہیں سکتے تھے +

جب ہم پادری کرشن اور انہی کی وضع و قماش کے دوسرے بزرگوں کی یہ تحریرات پڑھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے اپنے نبی کو مسیحیت کے اصولوں اور خوبیوں سے آراستہ کر کے دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ تو ہمیں زیادہ حیرت نہیں ہوتی کیونکہ ہم جانتے ہیں۔ کہ پادریوں نے ہمارے خلاف وہی پرانا حربہ استعمال کرنا شروع کیا ہے مثال کے طور پر مسٹر سارج نے ایک کتاب لکھی ہے۔ "نسائیت کا مقصود حیات" اسمیں اسلام کے متعلق بھی چند اشارات ہیں۔ اور یہ کتاب لشپ آف لندن کی زیر حمایت شائع ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے مقدمہ میں اسکو ایک قابل تعریف کتاب اور کلیسیا کے ارکان کی قدردانی کے لائق تصنیف قرار دیتے ہیں۔ اس کتاب سے چند مطالب اور اقتباسات ہدیہ ناظرین کرتے ہیں +

"اب یہ خوفناک منظر دیکھو اپنی عربی (کاذب) کا ہلال بائیس کروڑ انسانوں پر چمک رہا ہے اور یسوع کی صلیب سے مقابلہ کر رہا ہے۔ تاکہ اس پر غالب آجائے۔ یہ ہلال شمشیر نما ہے۔ اور اسلام کی دنیا وی روح کا صحیح نمائندہ ہے۔ کیونکہ اسلام نے تلوار ہی کے زور کی لوگوں کو اپنے اندر جذب کیا ہے۔ یہ مذہب لوگوں کو دنیا کیطرف بلاتا ہے۔ اور اگرچہ ایک خدا پر ایمان لانے کی دعوت دیتا ہے لیکن اس خدا کو نہ تو اخلاقی طور پر پاکیزہ اور نہ محبت اور رحم کا قدر تلقین کرتا ہے اور کفارہ کی سخت توہین کرتا ہے۔ اس مذہب میں دجال کی روح کام کر رہی ہے +

محمد ہی ایک ایسا نبی ہے جس نے یسوع مسیح کی خدائی اور اسکی الوہیت کا انکار کیا ہے۔ قرآن ہی ایک ایسی کتاب ہے،

جو تمام کتب سابقہ کو منسوخ کرنے کا دعویٰ کرتی ہے! اور یسوع مسیح کے فضل و کرم کا انکار کرتی ہے" +

پس اندریں حالات کوئی تعجب نہیں اگر پادریوں نے مسٹر ایچ جی ویلز کو اسلام کے حق میں چند مضامین لکھ دینے کی پاداش میں کافر کا لقب عنایت کر دیا +

باسورتھ سمتھ نے کہا ہے۔ کہ مسیحیت اور یہودیت کے باہمی رشتہ نے بھی اسلام کو مسیحیوں کے ناروا الزامات سے محفوظ نہیں رکھا۔ حالانکہ یہودیت اور اسلام میں خود ایک رشتہ موجود ہے۔ کارلائل لکھتا ہے"۔ اگر ہم خدا کے عطا کردہ صحیح علم کو حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو ہمیں ان خیالات سے بالکل پاک ہو جانا چاہئے۔ کیونکہ یہ خیالات تو لاادریت کے دور کی پیداوار ہیں۔ اور روگوں کی رُوحانی موت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اس سے زیادہ لامذہبیت کا نظریہ دُنیا میں کبھی شائع نہیں کیا گیا +

افسوس تو یہ بات کا ہے۔ کہ عیسائیت کو ایسے وکیل ملے ہیں جو دوسرے مذاہب کو بُرا کہہ کر اپنے مذہب کی خُوبیاں بیان کرنا چاہتے ہیں۔ خواجہ کمال الدین صاحب لکھتے ہیں۔ یہ لوگ دوسرے مذاہب کو بُرا کہ کر اپنے مذہب کو اچھا ثابت کرنا چاہتے ہیں اور دوسرے انبیاء کی توہین کر کے اپنے ہادی کو خدا بنانا چاہتے ہیں چونکہ وہ جانتے ہیں۔ کہ وہ تاریخی واقعات کو اپنی تائید میں پیش نہیں کر سکتے۔ اس لئے انہوں نے واقعات کے بیان کرنے کا نرالا طریقہ اختیار کیا ہے۔ حقائق سے چشم پوشی کرتے ہیں بعض امور کو اگر بار بار پیش کیا جائے تو لوگوں کے دلوں میں خواہ مخواہ یقین پیدا ہونے لگتا ہے۔ ان مسیحیین نے اسی اصول کو ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ یہ لوگ عوام الناس کی ذہنیت سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اور خاطر خواہ نتائج پیدا کرتے ہیں دوسرے مذاہب کے متعلق لکھتے وقت ان لوگوں کا اصول یہ ہے کہ پہلے ایک شخص کسی بات کو بطور قیاس پیش کرتا ہے۔ دوسرا اس قیاس کو گمان غالب قرار دیتا ہے۔ تیسرا اس گمان کو بطور نظریہ پیش کر دیتا ہے۔ اور چوتھا اس نظریہ کو ایک حقیقت قرار دے دیتا ہے۔ گویا چار پانچ تبدیلیوں کے بعد ایک قیاس ایک حقیقت ثابتہ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ خصوصاً جبکہ دوسرے مذاہب زیر تنقید ہوں +

خواجہ صاحب نے اس دعوے پر پروفیسر مارگولیتھ کا طرز عمل بطور دلیل پیش کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ پروفیسر مذکور کی تحریر دیکھ کر مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا ہے! اور میں حیران رہ جاتا ہوں۔ کہ اس شخص کی تحریر کو جہالت سے منسوب کروں یا دانستہ شرارت سے مثلاً اپنی بات ثابت کرنے کیلئے وہ "قریش" کو "قریز" پڑھتا ہے۔ ممکن ہے کہ یہ سہو قلم ہو۔ لیکن چونکہ اس تبدیلی کی وجہ سے تمام واقعہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ اسلئے

غلطی سہو داستہ شرارت میں، امتیاز کرنا دشوار ہے۔ وقت آگیا ہے۔ کہ پروفیسر مذکور کو دنیا کے سامنے اسکے اصلی رنگ میں پیش کیا جائے۔ اس جگہ میں صرف یہ دکھانا چاہتا ہوں۔ کہ اس نے اسلام کے خلاف پروپاگنڈا کرنے میں کن کن اصولوں سے کام لیا۔ چند ماہ گزرے ڈاکٹر منگانا نے قرآن شریف کا ایک سریانی ترجمہ دریافت کیا جسمیں موجودہ قرآن کے بعض جملوں کا ترجمہ نہیں ملتا۔ اور اس بناء پر اس نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ قرآن میں تحریف ہو گئی ہے۔ چونکہ ڈاکٹر موصوف کو اپنی پہلی ناکامی یاد تھی۔ اسلئے اسکو کسی نظریہ کے پیش کرنے کی جرأت نہ ہو سکی۔ تاہم میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ یہ لوگ کس طرح رائی کا پہاڑ بنا لیتے ہیں۔ ایک شخص ایک تجویز یا ذاتی رائے پیش کرتا ہے۔ دوسرا شخص اس رائے کو توڑ مروڑ کر ایک نظریہ کی شکل میں پیش کر دیتا ہے۔ مثلاً ڈاکٹر منگانا اس ترجمہ کی قدامت کے متعلق مذبذب ہے۔ چنانچہ وہ خود لکھتا ہے:۔

"ہم سے زیادہ کوئی شخص اس بات کی اہمیت کا اندازہ نہیں لگا سکتا کہ اس ترجمہ کی قدامت کے متعلق کچھ کہنا کس قدر ذمہ واری کا کام ہے۔ اور ہم اقرار کرتے ہیں۔ کہ کوئی شخص خواہ وہ عیسائی ہو یا مسلمان ہماری تحریر کو کوئی نتیجہ عجلت کے ساتھ برآمد نہیں کرے گا۔ ہم اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ ہمیں قرآن کا ایک سریانی ترجمہ ملا ہے جسکے خصائص اور نوعیت کے متعلق وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ہم نے اس امر پر دلائل مہیا کر دیئے ہیں۔ کہ یہ ترجمہ بار صلیبی سے ماخوذ نہیں ہے لیکن ہم اسکی کتابت کی کوئی تاریخ معین نہیں کر سکتے"۔

اب اس تحریر کے ساتھ پروفیسر مذکور کی تحریر ملاحظہ کیجئے وہ لکھتا ہے۔ "اس سال کی جنوری تک قرآنی تنقید کے سلسلہ میں کوئی قدیم نسخہ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ لیکن ڈاکٹر منگانا جس نے "بہت قدیم" نسخہ سریانی زبان میں دریافت کیا ہے اس معاملہ میں پیشرو ہے۔ اسی عالم نے قرآن کے تین اوراق قدیمہ دریافت کر کے لوگوں کی توجہ اختلافات قرآنی کی طرف مبذول کی تھی (مسلم ورلڈ جلد ۵ نمبر ۴ صفحہ ۲۳۴)

ناظرین ان دونوں عبارتوں کو پڑھیں اور پروفیسر کی چالاکی کی داد دیں۔ ڈاکٹر تو لکھتا ہے کہ ہم اس نسخہ کی قدامت کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے لیکن پروفیسر اُسے بہت قدیم نسخہ قرار دیتا ہے۔ اس قدر ڈھٹائی ہے! چونکہ "اوراق" والے معاملہ میں ان لوگوں کو ناکامی ہوئی تھی اسلئے انہوں نے اب علانیہ طور پر اس نسخہ کو بہت قدیم قرار دیدیا۔ اور اب آگے چلکر لوگ آزادی کے ساتھ لکھینگے۔ کہ قرآن کے قدیم نسخوں میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ اور سند میں بجائے منگانا کے مارگولیتھ کا نام پیش کر دینگے۔ لہذا پروفیسر مذکور کو سوچنا چاہیئے کہ اس نے کتنی بڑی ذمہ داری اپنے اوپر لی ہے؟ ممکن ہے ڈاکٹر منگانا کی تحریر نابود ہو جائے۔ لیکن لوگ اس کا نام

بطور محقق پیش کر سکیں گے۔ لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ مارگولیتھ نے تنقید قرآنی میں ٹونکو ظلم رستہ پر پہنچانے کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اُسے کیا حق حاصل ہے کہ وہ اس نسخہ کو بہت قدیم نسخہ قرار دے۔ جبکہ خود ڈاکٹر منگانا اسکی قدامت کے متعلق کچھ نہیں کہتا؟

ہمارے زمانہ میں مسیحیت کے رجحان کا خلاصہ ڈاکٹر زویمر کے الفاظ میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ تمام مسیحی دُنیا علانیہ طور پر اسلامی دنیا سے برسرپیکار ہے۔ اب خفیہ ریشہ دوانیوں کا زمانہ ختم ہوچکا ہے۔ اب عیسائی اور مسلمان دونوں جانتے ہیں کہ مسیحیت اور اسلام برسر جنگ ہیں۔ چونکہ اسلامی دُنیا اپنا سیاسی وقار کھو چکی ہے۔ لہٰذا قدرتی طور پر وہ مذہبی اور روحانی پہلو سے اقتدار حاصل کرنا چاہتی ہے۔ اب تو ایک سوال ہے اور وہ یہ کہ قرآن موجودہ تنقید پر پورا اتر سکتا ہے یا نہیں؟ اور اسلام کے پیغمبر کے اخلاق مسیحی اخلاق کی کسوٹی پر پورے اُترتے ہیں یا نہیں؟

قرآن مجید اور تعمیر اخلاق غضب اور شہوت

ترجمہ مضمون جناب خواجہ نذیر احمد صاحب بیرسٹر ایٹ لاء لاہور

غضب اور شہوت یہ دو جذبات گویا جامۂ اخلاق کے تار و پود ہیں۔ نیز یہ دیگر تمام جذبات انسانی کا ماخذ اور منبع ہیں۔ انھیں سے تمام جذبات متفرع ہوتے ہیں اپنی اصلیت کے لحاظ سے یہ جذبات حیوانی اور بہیمی ہیں۔ اسی لئے اُن کو منجلی کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ سوسائٹی کو سخت نقصان پہنچ جائیگا مثلاً اگر غضب قتل عمد ضرب شدید ازالۂ حیثیت تہمت طرازی وغیرہ کی صورتیں اختیار کرسکتا ہے۔ تو شہوت سے سرقہ استحصال بالجبر جعل فریب زناکاری وغیرہ بُرائیاں پیدا ہوسکتی ہیں۔ اور ان دونوں کے اجتماع سے بھی مختلف بُرائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ مثلاً رشک و حسد اور رقابت وغیرہ لیکن انہی جذبات کو مناسب طریق پر ترکیب دینے سے بہترین اخلاق پیدا ہوسکتے ہیں۔ اگر غضب جرأت شجاعت اور معدلت کی شکل اختیار کرسکتا ہے۔ تو شہوت رحمدلی ہمدردی اور سخاوت کی صورتوں میں جلوہ گر ہوسکتی ہے۔ صحیح اخلاق انہی دو جذبات کی مناسب ترتیب سے پیدا ہوتے ہیں اور انسانی جماعتوں کو اس طرف خاص توجہ دینی چاہیئے کسی سوسائٹی کا تمدن قوت حیوانی کے استعمال پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ قوت اخلاقی کے صحیح استعمال پر منحصر ہے۔ قانون سازی کا مقصد انہی جذبات کی بگڑی ہوئی شکلوں کی روک تھام ہے لیکن بہت سی باتیں ایسی بھی ان سے متعلق ہیں۔ جو قانون کے حیطۂ اقتدار سے باہر ہیں۔ پس جو مذہب منجانب اللہ ہونے کا مدعی ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ ایس

معاملہ میں انسان کی رہنمائی کرے +

تمام کتابیں جو الہامی ہونے کی مدعی ہیں کم و بیش اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتی ہیں اور گناہ و بازر ہنے کی تلقین کرتی ہیں لیکن قرآن مجید نے اس موضوع پر جس طریق سے روشنی ڈالی ہے وہ نہایت باضابطہ اور سائنٹیفک ہے بلاشک وہ ان جذبات کی ابتدائی شکلوں کی مذمت میں بلند آہنگ ہے لیکن ان کا قلع قمع کرنے کا حکم نہیں دیتا ۔ بلکہ وہ ان کو ایوان اخلاق کا سنگ بنیاد قرار دیتا ہے اور ایسے اصول پیش کرتا ہے جن کی مدد سے ہم ان کو قابو میں رکھ سکتے ہیں اور صحیح طور پر استعمال کر سکتے ہیں +

واضح ہو کہ بہترین تمدن انسانی جن باتوں پر تعمیر کرتا ہے وہ اولی جذبات کی ممنون احسان ہیں وہ ہمارے افعال کو حرکت میں لاتے ہیں ۔ شہوت سب سے پہلے خواہش پیدا کرتی ہے اور پھر ان خواہشات کی تکمیل کیلئے ہم ذرائع اور وسائل تلاش کرتے ہیں یہ شہوانی جذبات سے علمی جذبات پیدا ہوتے ہیں ہم علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تاکہ اپنی خواہشات کی تکمیل کر سکیں ۔ اور وہ علم جو ہم حاصل کرتے ہیں ہمارے افعال کیلئے محرک ہوتا ہے +

تمام ترغیبیں دنیا کی دارومدار جذبہ شہوت پر ہے لیکن ہمارے اندر کوئی جذبہ ایسا بھی ہونا چاہیئے جو ہم کو اپنے مقبوضات کے محفوظ رکھنے میں مدد دے اور یہ جذبہ غضب ہے ۔ اگر "شہوت" ہم کو اکتساب پر مائل کرتی ہے تو غضب ہم کو اس مکسوب کے محفوظ رکھنے میں مدد دیتا ہے پس یہ دونوں جذبات نہ صرف میلانات فطری ہیں بلکہ انسانی تکمیل کے آلات ہیں ۔ لہٰذا ہم ان کا قلع قمع نہیں کر سکتے بلکہ ان میں توازن قائم کر کے ان کا صحیح استعمال کر سکتے ہیں +

آج یہ بات قرآن کی فوقیت کا راز مضمر ہے ۔ قرآن مجید جذبات مذمومہ کی مذمت ہی نہیں کرتا جس طرح دوسری الہامی کتابیں کرتی ہیں ۔ بلکہ وہ ایسے اصول تلقین کرتا ہے جن کی بدولت یہ جذبات سوسائٹی کے حق میں ایک مفید شے بن جاتے ہیں +

قرآن مجید ابتداء ہی میں انسانوں کو تین جماعتوں میں تقسیم کرتا ہے

اولاً وہ لوگ جو صراط مستقیم پر گامزن ہیں اور منعمین کے مصداق ہیں ۔

ثانیاً وہ لوگ جو غضب کے جذبہ کا شکار ہیں اور الٰہی غضب کے مورد ہونے کے خطرہ میں ہیں +

ثالثاً وہ لوگ جو صراط مستقیم سے بھٹک گئے ہیں اور گم کردہ راہ ہیں یعنی "ضالین" کے زمرہ میں

شامل ہیں۔ قرآن مجید میں گم کردہ کیلئے جو لفظ استعمال ہوا ہے۔ وہ "ضال" ہے۔ اس کے لغوی معنی ہیں۔ وہ شخص جس پر خواہشات مذمومہ کا تسلط ہو۔ ایسا شخص معدت اور دور بینی کے تمام خواص کو کھو بیٹھتا ہے۔ لہذا اسکے لئے گمراہ ہو جانا ناگزیر ہے۔

خدا کے برگزیدہ بندے بقول قرآن وہ ہیں جو اپنے اندر اخلاق الٰہیہ پیدا کر لیتے ہیں۔ اور یہ اخلاق کچھ نہیں مگر وہی دونوں جذبات ہیں جو اپنی بہترین صورت میں جلوہ گر ہوتے ہیں۔ خوشکل غضب اور شہوت کے جذبات ہیں جو نسل انسانی میں تقسیم اور تفریق کا موجب ہوتے ہیں۔ اس صورت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ ہم ان لوگوں کے طریق پر نہ چلیں جو غضب اور بد کردار شہوت ہیں۔ اور ان لوگوں کے رستے پر چلیں جو صراط مستقیم پر گامزن ہیں۔ اور اخلاق حسنہ کیلئے ساعی ہیں یا بالفاظ دیگر خدا کے برگزیدہ بندے ہیں۔ وہ ہیں جنہوں نے اپنے جذبات سفلی کو قابو میں کر لیا ہے اور ان کو اخلاق حسنہ میں مبدل کر لیا ہے۔ ان کے برخلاف جو لوگ ہیں وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہیں۔ اگر قرآن مجید نے ان جذبات کی تربیت کا تہیہ کیا ہے تو بالکل مناسب اور بجا ہے کیونکہ انہی جذبات پر پاکیزہ سوسائٹی کا دارومدار ہے۔

غضب جبکہ وہ اپنی بہترین صورت میں ہو تو خدا کی ایک بڑی نعمت ہے۔ نیکی بقا و امن اور حفاظت نصیب ہوتی ہے۔ اور دنیا میں برائیوں کا استیصال ہوتا ہے لیکن اگر اس کا غلط استعمال کیا جائے تو پھر یہی نعمت بدترین لعنت ہو جاتی ہے۔ قرآن شریف اس کا بیان نفسیاتی اور سائنٹیفک طریق پر کیا ہے۔ جس کی بدولت دشمنی دوستی میں مبدل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے "نیکی اور بدی دونوں یکساں نہیں ہیں (نیکی افضل ہے) بدی کا دفعیہ بہترین طریق پر کرو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ تم اور وہ جس کے دل میں دشمنی تھی دونوں آپس میں دوست ہو جاؤ گے (قرآن مجید ۴۱ : ۳۴)

غضب ہمارے اندر اسلئے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ ہم ہر قسم کی بدی کا ازالہ کر سکیں۔ لیکن بدکار کی اصلاح بھی ہمارے فرائض میں داخل ہے۔ یہ مسئلہ شروع سے انسانوں کے سامنے رہا ہے۔ اور مختلف مذہبوں نے اس مقصد کے حصول کیلئے مختلف ذرائع اختیار کئے ہیں۔ موسوی شریعت میں قصاص کی تعلیم دی گئی ہے اور عیسوی شریعت میں بدوں کے ساتھ نیکی کی ہدایت کی گئی ہے۔ یہ دونوں احکام وقتی تھے ہمیشہ کیلئے ان کا

اطلاق نہیں ہو سکتا۔ پہلی تعلیم سے انتقام اور غصّہ کا جذبہ پیدا ہوتا ہے اور دوسری سے مردانگی مفقود ہو جاتی ہے لیکن جبکہ یہ تعلیمات دی گئی تھیں۔ تو اس وقت حسب حال تھیں۔ بنی اسرائیل مصریوں کی غلامی کی وجہ سے غضب کے جذبات دبو بیٹھے تھے۔ لہذا قانون مکافات کے اجراء کی ضرورت تھی لیکن رفتہ رفتہ حضرت موسیٰ کے پیرو رحم اور مروت سے بالکل عاری ہو گئے۔ اور حضرت عیسیٰ کے زمانہ میں وہ لوگ انتقام کے علاوہ اور کسی بات سے واقف نہ تھے۔ انہوں نے اسکی اصلاح کی لیکن اس سلسلہ میں وہ تفریط پر عامل ہو گئے +

بدی کا بدلہ نیکی کرنا ایک اچھی بات ہے۔ لیکن ہمیشہ اس اصول پر عمل نہیں کیا جا سکتا۔ ورنہ سوسائٹی کو نقصان پہنچنا یقینی ہے۔ اسکی بدولت لوگوں کو بدی کی طرف رغبت ہوگی۔ اگر بعضوں کی اصلاح ہوگی تو بعضوں کی تخریب بھی یقینی ہے لیکن جو قانون قرآن شریف نے بیان فرمایا ہے۔ وہ ہر حالت میں مفید ہو سکتا ہے۔ وہ قانون یہ ہے :-

"بدی کا دفعیہ بہترین طریق پر کرو۔" قرآن کا مقصد اصلاح ہے۔ اگر یہ مقصد نیکی کرنے سے حاصل ہو جائے تو ضرور بدی کا بدلہ نیکی کرو۔ لیکن اگر کسی جابرانہ یا قاہرانہ اقدام کی ضرورت ہو۔ تو اس سے بھی دریغ نہ کرو۔ گویا ہمیں موقع کو دیکھ کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ بیالیسویں سورت میں مومنوں کی شان یوں بیان کی گئی ہے (۳۷) اور جو لوگ گناہوں اور فحشاء سے بچتے ہیں، اور جب وہ ناراض ہوتے ہیں تو معاف کر دیتے ہیں (۳۸) اور ان کا اصول یہ ہے کہ وہ آپس میں مشورہ کرتے ہیں (۳۹) اور وہ لوگ جبکہ کوئی بدی اُن کے ساتھ کی جاتی ہے تو اپنی حفاظت کرتے ہیں (۴۰) اور بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے لیکن جو شخص معاف کر دے اور اصلاح کرے تو اسے اللہ کی طرف سے انعام ملیگا یقیناً اللہ تعالیٰ ناانصافوں کو دوست نہیں رکھتا" +

غور فرمائیے یہ کس قدر جامع اور دلپذیر تعلیم ہے۔ اس میں نہ صرف موسوی اور عیسوی شرائع شامل ہیں بلکہ انکے استعمال کے مواقع بھی بیان کر دیئے گئے ہیں۔ وہ صورت حال کا مجموعی رنگ میں معائنہ کر کے ایسا اصول بتاتی ہے کہ برائی کا دفعیہ بھی ہو جائے اور اصلاح بھی ہو جائے برائی کا تو بہرحال دفعیہ کرنا ہوگا۔ لیکن ہمیں غضب آلود نہ ہونا چاہیئے۔ جبکہ ہم خشم آلود ہوں تو ہمیں اپنی رائے پر عمل کرنا مناسب نہیں بلکہ دوسروں سے مشورہ لینا چاہیئے۔ قرآن نے معافی اور سزا دونوں بتا دی ہیں جیسا موقع ہو ویسا کرنا چاہیئے۔ اگر معاف کر دینے سے اصلاح ہو سکے تو معاف کر دو۔ اور اگر سزا کا موقع ہو تو سزا دو لیکن معدلت کا سر رشتہ کسی صورت میں ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہیئے +

کمزوروں کے مقابلہ میں بہت جلد غصہ آجاتا ہے۔ کیونکہ اگر ایسے لوگ کوئی غلطی کرتے ہیں تو انھیں سزا دینا بہت آسان ہے۔ پس یہاں جذبات کو ضبط کرنے کا موقع ہے۔ اور الکتاب ہمیں یہ الفاظ نصیحت کرتی ہے "وہ لوگ معاف کرنے میں جلدی کرتے ہیں جو از راہ کرم خرچ کرتے ہیں۔ اور اپنے غصہ کو ضبط کرتے ہیں اور لوگوں کو معاف کرتے ہیں۔ اور اللہ معاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے +

غرضکہ کمزوروں کے مقابلہ میں غصہ کو ضبط کرنے کی بہت ضرورت ہے اور نہ صرف یہ بلکہ انہیں معاف کریں۔ اور ان پر مہربانی کریں۔ اس طرز عمل کی بدولت دشمن بھی دوست ہو جائینگے۔ اور انکی اصلاح بھی ہو جائیگی +

ایک آیت اور بھی ہے جو غضب اور شہوت کے صحیح استعمال کی تلقین کرتی ہے۔ وہ ہمیں زندگی کا بہترین اصول مہیا کرتی ہے۔ اور اسکی بدولت امن و امان حاصل ہو سکتا ہے۔ اور ہر مسلم ہر جمعہ کے خطبہ میں اسے سنتا ہے۔ اور یقیناً وہ جملہ مذاہب کی تعلیمات سے افضل ہے +

ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاءِ ذی القربٰی وینھٰی عن الفحشاء والمنکر والبغی" اللہ تو تمہیں انصاف کرنے احسان کرنے اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیتا ہے۔ اور بےحیائی کی باتوں اور دوسروں کے حقوق کا انکار کرنے اور بغاوت کرنے سے روکتا ہے (۱۶: ۹۰)

اس آیت کے پہلے حصہ میں نیکی کے تین مراتب کا ذکر ہے جو "شہوت" کی مختلف شکلیں ہیں۔ اور دوسرے حصہ میں "غضب" کے تین مراتب بیان ہوئے ہیں۔ پہلی بات انصاف ہے ہمیں دوسروں کے حقوق کی عزت کرنا چاہیے۔ یہ نیکی کی پہلی صورت ہے جس کے بغیر کوئی سوسائٹی قائم نہیں رہ سکتی ہمیں دوسروں کے ساتھ سخاوت کا برتاؤ کرنا چاہیے۔ جس طرح کہ ہم اپنے رشتہ داروں کے معاملہ میں کرتے ہیں۔ اور انھیں استحقاق سے زیادہ دیتے ہیں ہمیں ان کے ساتھ از خود نیکی کرنا چاہیے۔ نہ صرف ان کے استحقاق کے مطابق بلکہ اپنی طرف سے بھی سلوک کرنا چاہیے۔ اور اس قسم کی فیاضی تو رحمت ایزدی سے مشابہ ہو جاتی ہے۔ جس کی برکت اور نعمت ہمیں مفت حاصل ہوتی ہے +

اور دوسرے حصہ میں جرائم کے کثیر حصہ کا احاطہ کر لیا گیا ہے۔ ہر وہ بات جو زندگی

مال و اسباب اور عزت یا حیثیت کو نقصان پہنچائے "فحش" قرار دیگئی ہے لیکن اگر نقصان دوسروں پر اثر انداز ہو تو گویا ان کے حقوق کا انکار ہے۔ اسی لئے اس کی ممانعت کی گئی ہے ہمیں ہر شخص کی عزت دولت زندگی وغیرہ کا احترام کرنا چاہیئے۔ اور جو بات تمام سوسائٹی پر اثر انداز ہو یا جماعتی قانون شکنی کا باعث ہو اُسے قرآن نے بغاوت قرار دیا ہے۔ گویا جمعہ کے خطبہ میں مسلمانوں کو بہترین تعلیم دیجاتی ہے اور یہ تعلیم ان کو بہترین شہری بنا سکتی ہے ہمیں لازم ہے کہ دوسروں کے ساتھ انصاف کریں۔ نہ اپنے حق میں بُرائی کریں نہ دوسروں کے ساتھ نہ جماعت کے ساتھ۔ اور ان اصولوں کی پابندی کی بدولت ہمیں یہ قوت حاصل ہو سکتی ہے کہ ہم "غضب" اور "شہوت" کو بہترین اخلاق میں تبدیل کر سکتے ہیں +

مسلم مشن ووکنگ (انگلستان) کا مکتوب

برطانیہ میں اسلام کے شاندار مستقبل کے متعلق پروفیسر کیا پکیا کوارسے کے خیالات

۲۸ جون ۱۹۳۱ء کی اتوار کو جناب پروفیسر کیا پکیا کوارسے جو کہ مغربی افریقی سیاح سوداگر ہیں۔ اور کہ جنھوں نے آج سے دس سال پیشتر اسلام قبول کیا۔ ہمارے ہفتہ واری اجلاس میں تقریر فرمائی جسمیں آپنے مغربی دنیا میں اسلام کے شاندار مستقبل کے موضوع پر اظہارِ خیالات کیا۔ انھوں نے انگلستان میں اسلام کی ابتدائی نشو و نما کی تمام تاریخ پر روشنی ڈالی۔ اور بتلایا۔ کہ جب اوّل ہی اوّل اسلام اس ملک میں رونما ہوا۔ تو اسے ایک خوشگوار میدان عمل میسر آیا۔ کیونکہ انگلستان کا اصلی مذہب درحقیقت توحید تھا۔ عیسائیت کی ظاہری رسومات تو بعد ازاں کا اضافہ ہے۔ جو مذہب صنم پرستی کا چربہ ہیں۔ عیسائیت کی ظاہری چمک

اور اُسکی نام نہاد تہذیب و تمدن سیاسی تفوق۔ گندہ تا نراش دماغوں کو بھلی معلوم ہونے لگی۔ یہ ظاہری عیسوی سراب نا اصلاح شدہ احباب کو بھانے لگا بدقسمتی سے عیسائیت جب اس پیام صلیب کو زیادہ سرگرمی اور گرمجوشی سے لوگوں تک پہنچانے میں مصروف عمل تھی۔ مسلمانوں نے تبلیغ اسلام کے فریضہ کی ادائیگی میں اشد شدید تغافل برتا۔ وہ اس تبلیغی تگ و دو میں ٹھنڈے پڑ گئے۔ حالانکہ تبلیغ دین متین ہی اُن کا اور اُن کے آباؤ اجداد کا امتیازی نشان رہا ہے۔ تبلیغ دین ہی نے اُنہیں عزت و ثروت بخشی۔ اور آئندہ بھی تبلیغ اسلام ہی اُنہیں بام رفعت تک پہنچائے گی۔ الغرض مسلمانوں کی اس تغافل شعاری و جمود کا یہ نتیجہ ہُوا۔ کہ اسلام حالت سکون میں جہاں تھا وہیں رہا۔ لیکن اُس کے مقابل عیسائیت نے سُرعت انگیز ترقی کی +

مُعزز پروفیسر موصوف نے تقریر کو جاری رکھتے ہُوئے بیان فرمایا۔ کہ یہ امر ایک گونہ موجب مسرت ہے۔ کہ حال ہی میں اب ردّ عمل شروع ہو گیا ہے۔ ذہنی تادیب۔ قومی لوٹی اور اقتصادی مسائل حاضرہ عیسوی تعلیمات کے کھوکھلا پن کو اب اسلئے بے نقاب کر رہے ہیں۔ تا کہ لوگوں کو اسلام کے لئے شرح صدر حاصل ہو۔ اور اسلام پھر ایکدفعہ اپنے جبلی محاسن و اوصاف کی وجہ سے اُن لوگوں کو اپیل کرے۔ جو نہ صرف جدی مسلمان تھے۔ بلکہ وہ بھی جن کے خاندان کو ذرہ بھر بھی اسلام سے تعلق و لگاؤ رہا ہے۔ ان اُمید افزا حالات کے ماتحت ایک عمدہ و اعلیٰ تنظیم کی ضرورت ہے۔ جناب پروفیسر صاحب موصوف نے فرمایا۔ کہ اسلام کے متعلق اس بڑھتی ہُوئی رُوح قبولیت و خوشگوار فرصت سے مُستفید ہونے کیلئے میں خود افریقہ میں ایک افریقی مشرقی مُسلم لیگ قائم کرنیوالا ہوں۔ جس کے پس پُشت عربی کا ایک زبردست مطبع ہو گا۔ جس سے ان خیالات کی کثرت سے نشرو اشاعت ہو۔ پروفیسر ممدوح کے لیکچر کے بعد اس موضوع پر ایک طویل مُباحثہ ہُوا۔ اور اُنہوں نے پھر اسی موضوع پر مستقبل قریب میں وضاحت کے ساتھ مزید خیالات کے اظہار کا وعدہ فرمایا +

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کا مکتوب

ایک اَور نومُسلم بھائی کا اضافہ

جناب مسٹر آرچی بالڈ ایمن کا قبول اسلام

بخدمت جناب امام صاحب مسجد ووکنگ انگلستان

مُعزز جناب عالی! آپ کے مؤرخہ ۲۹ جون سنہ ۱۹۳۰ء کے گرامی نامہ کا میں تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اس خط کے ساتھ میں اپنا اعلان اسلام منسلک کرتا ہوں قبولیت اسلام کے معاملہ میں میں کسی قسم کی اُلجھن محسُوس نہیں کرتا۔ کیونکہ میں سالہا سال کی قرآنی تعلیمات کی تبلیغ عملاً کر رہا ہوں۔ ذہنی اور روحانی مشکلات کی گُتھیوں کے سُلجھانے کیلئے جس امداد کا آپنے وعدہ فرمایا ہے۔ اس کے لئے ممنون ہوں۔ لیکن کیا قرآن مجید بنفسہٖ اس کیلئے کافی نہیں۔ جو کہ واضح منطقی و معقول۔ قائل کرنیوالا ہدایت نامہ ہے +

سُنت سے میری مُراد اسلامی ختنہ ہے۔ میں نے علوم اسلامی کو کچھ تو قرآن کریم سے حاصل کیا ہے اور کچھ میرے علوم کا منبع ترکی سرچشمۂ علم اسلام ہے۔ میرے نزدیک بچوں کیلئے تو ختنہ ہمیشہ ضروری ہونا چاہئے لیکن پُختہ کار عُمر کے نوجوانوں کیلئے یہ عمل جراحی خطرناک ثابت ہوگا۔ اور دراصل ختنہ کرنا کوئی قرآنی تعلیم یا حکم نہیں ہے۔ ہاں میں آپ سے اس امر میں دل سے متفق ہوں کہ حفظان صحت کے نقطہ نظر سے ختنہ نہایت ضروری اور قابل قدر عمل ہے ...... یہ نہ خیال کیا جائے۔ کہ میں کسی مذہب سے مرتد ہو رہا ہوں۔ کیونکہ بچپن سے ہی میں نے سکول میں کوئی خاص مذہبی تعلیم حاصل نہیں کی کتب مُقدس اور اناجیل روزانہ درسی کُتب کے طور پر پڑھائی جاتی تھیں۔ مذہبی رنگ میں اُن کی تعلیم نہ دی جاتی تھی۔ اور میں اُن امور کا اسلئے اظہار کر رہا ہوں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں۔ کہ نومُسلمین کو لوگ اکثر حقارت و اشتباہ کی نظر سے دیکھتے ہیں +

تمدنِ اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک کتاب لکھنی شروع فرمادی ہے۔ جسمیں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کرینگے جس سے ظاہر ہوگا۔ کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ جاوید مذہب ہے۔ جو دنیا کو مصائب جلد تر سے بچا سکتا ہے۔ محترم و مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گزشتہ بہت سالوں میں مغربی رجحانِ طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے۔ ہمیں امید کامل ہے۔ کہ یہ کتاب اہلِ مغرب کے دل میں کھب جائیگی۔ اور اس سے اسلام کے متعلق اہلِ مغرب کے قلوب میں ایک رواداری فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور ان کے دل اسلام سے معمور ہو جائینگے یہ کتاب انکے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کر دیگی۔ جس سے انشاء اللہ حسبِ دلخواہ شاندار نتائج مرتب ہوں گے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں۔ اور جنکا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے اہل مغرب و دیگر غلط خیالات مذہب حقہ کو فنا کر دینگے۔ کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو۔

اپنے نتائج تبلیغ میں بےنظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدنِ اسلام کے لکھنے پر آمادہ کیا

یعنی

ینابیع المسیحیت و ثبوت کا ظہورِ اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانئے مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن میں سے اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا۔ تو دوسری کتاب نے مغربی قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی۔ اگر ینابیع المسیحیت نے ثابت کر دیا کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت۔ الوہیت و کفارہ مسیح ان پر ایک بھی ایسی رسم نہیں مثلاً عشائے ربانی دیگر اجزائے سکرامنٹ ایسا ہی انکا ایک بھی تہوار مثلاً کرسمس ایسٹر

گڈ فرائڈے وغیرہ جو سب کے سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہبیات میں ہو بہو موجود تھے حتیٰ کہ جناب مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسا نے تجویز کئے ہوئے ہیں اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی ان ہی کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گویا مروجہ عیسائیت کفریات کا ایک کامل چربہ ہے۔ یہ بدیہیہ ہے کہ یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ جو آج سات برس تک لاجواب رہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنے کیلئے کافی تھے۔ چنانچہ مغرب میں یہ امر شروع ہو گیا اس انہدامی کتاب کے بعد فاضل مصنف نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمدؐ عربی کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے انگریزی میں ایک کتاب آئیڈیل پرافٹ لکھی جس نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت دلچسپ پیرایہ میں پیش کیا۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کئے ہیں وہ شاید ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں۔ صدہا نفوس ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ دراصل ان ہی دو کتابوں نے مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک کتاب لکھنے کیلئے مجبور کیا۔ جو اب **تمدن اسلام** کی شکل میں پیش ہوتی ہے۔ یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں۔ کہ کوئی مسلم گھرانہ ان سے خالی نہ ہو۔ ان کے مطالب تو خود بخود اپنی علو شان ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ کتابیں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی و اردو کا ایک بہترین لٹریچر ہیں۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے۔ کہ شروع کر کے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا یہ اشتہاری لفاظی نہیں۔ اس کا ثبوت اسی کتاب **تمدنِ اسلام** سے مل سکتا ہے۔ لکھائی چھپائی تقطیع۔ کاغذ حجم سب کے سب صحافت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے جو حسب ذیل ہے:-

ینابیع المسیحیت	نبوت کا ظہورِ اتم	تمدنِ اسلام
عہ	عاعہ	حصہ اول عہ حصہ دوم عہ

…ل کے پتہ سے سب کتابیں مل سکتی ہیں۔

…لم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

گڈ فرائڈے وغیرہ جو سب کے سب مسیح سے صدیوں پہلے مروجہ مذہب کفریات میں ہو بہو موجود تھے حتیٰ کہ جناب مسیح کے بیس ایک نام جو کلیسیا نے تجویز کئے ہوئے ہیں اور ایسا ہی وہ کلمات جو انجیل نویسوں نے جناب مسیح کی طرف منسوب کئے ہیں وہ سب کے سب قبل از مسیح کنواری زادہ دیوتاؤں کے نام تھے۔ اور وہ الفاظ بھی ان ہی کے منہ سے نکلے ہوئے ہیں۔ گویا مروجہ عیسائیت کفریات کا ایک کامل چربہ ہے۔ یہ بدیہہ ہے کہ یہ واقعات جن کو مستند طریق پر ثابت کیا گیا ہے۔ جو آج سات برس تک لاجواب رہے ہیں۔ وہ عیسائیوں کو اپنے مذہب سے بیزار کرنے کیلئے کافی تھے۔ چنانچہ منبر میں یہ اثر شروع ہو گیا اس ابتدائی کتاب کے بعد فاضل مصنف نے ضروری سمجھا کہ ایسے لوگوں کے سامنے حضرت محمد عربی کو پیش کیا جائے۔ چنانچہ آپ نے انگریزی میں ایک کتاب آئیڈیل پرافٹ لکھی جس نے آنحضرت صلعم کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو نہایت عجیب پیرایہ میں پیش کیا۔ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ مصنف کی ان دو کتابوں نے جو نتائج پیدا کئے ہیں۔ وہ شاید ہی کسی اور کتاب سے مرتب ہوئے ہوں۔ دو سو سے اوپر نفوس ان کتابوں کو پڑھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ دراصل ان ہی دو کتابوں نے مصنف کو تعلیم قرآن پر ایک کتاب لکھنے کیلئے مجبور کیا۔ جو اب **تمدن اسلام** کی شکل میں پیش ہوتی ہے۔ یہ تینوں کتابیں اس قابل ہیں۔ کہ کوئی مسلم گھرانہ ان سے خالی نہ ہو۔ ان کے مطالب تو خود بخود اپنی علو شان ظاہر کرتے ہیں لیکن یہ کتابیں اپنی زبان کے لحاظ سے بھی انگریزی و اردو کا ایک بہترین لٹریچر ہیں۔ پھر پیرایہ بیان کچھ ایسا دلچسپ ہے۔ کہ شروع کرکے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا یہ اشتہاری لفاظی نہیں۔ اس کا ثبوت اسی کتاب **تمدن اسلام** سے مل سکتا ہے۔ لکھائی چھپائی تقطیع۔ کاغذ حجم سب کے سب صحت کا ایک بہترین نمونہ ہیں۔ پھر ان سب باتوں کے باوجود ان کتابوں کی اشاعت عامہ کی خاطر قیمت میں بہت رعایت کی گئی ہے۔ جو حسب ذیل ہے:۔

ینابیع المسیحیت — نبوت کا ظہور تام — تمدن اسلام

ینابیع المسیحیت [illegible] — نبوت کا ظہور تام عہ — تمدن اسلام حصہ اول عہ حصہ دوم عہ

ذیل کے پتے سے کتابیں مل سکتی ہیں

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

تمدّنِ اسلام

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مبلغ اسلام

موضوع بالا پر حضرت خواجہ صاحب موصوف نے قرآن کریم پر ایک کتاب لکھنی شروع فرما دی ہے جس میں آپ قرآنی تعلیمات کا خلاصہ پیش کریں گے جس سے ظاہر ہوگا کہ اسلام ہی اس وقت ایسا زندہ جاوید مذہب ہے جو دنیا کو مصائب حاضرہ سے بچا سکتا ہے۔ محترم و مکرم حضرت خواجہ صاحب ممدوح نے گذشتہ سترہ سالوں میں مغربی رجحان طبع کا اچھی طرح سے مطالعہ کیا ہے۔ ہمیں امید کامل ہے کہ یہ کتاب اہل مغرب کے دل میں کھب جائیگی۔ اور اس سے اسلام کے متعلق اہل مغرب کے قلوب میں ایک روادارانہ فضا پیدا ہو جائیگی۔ اور ان کے دل اسلام کی طرف مائل ہو جائینگے یہ کتاب انکے دل میں مطالعہ قرآن کی ایک حقیقی و سچی تڑپ پیدا کر دیگی۔ جس سے انشاء اللہ حسب دلخواہ شاندار نتائج مرتب ہوں گے۔ ہمیں یقین کامل ہے کہ کتاب مذکورہ کے مضامین جو بالاقساط فی الحال رسالہ اسلامک ریویو میں شائع ہو رہے ہیں۔ جن کا اردو ترجمہ رسالہ اشاعت اسلام لاہور میں شائع ہو رہا ہے۔ اہل مغرب و دیگر مشتاقیان مذہب حقہ کو قائل کر دینگے کہ اسلام ہی دنیا میں ایک سچا مذہب ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کتاب مذکورہ کی یورپ میں کثرت سے مفت اشاعت ہو +

اپنے نتائج تبلیغ میں وسیع نظیر کتابیں

جن شاندار نتائج نے مصنف کو تمدن اسلام کے لکھنے پر آمادہ کیا

یعنی

ینابیع المسیحیت و نبوت کا ظہورِ اتم

مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بانئے مسلم مشن ووکنگ

یہ وہ دو کتابیں ہیں جن میں سے اول الذکر کتاب نے عیسائی مذہب کا کامل انہدام کیا تو دوسری کتاب نے منزل قلوب میں اس انہدام کے بعد تعمیر اسلام شروع کی۔ اگر ینابیع المسیحیت نے ثابت کر دیا ہے کہ مروجہ عیسائیت کا ایک بھی ایسا عقیدہ نہیں مثلاً ابنیت۔ الوہیت و کفارہ وغیرہ اور نہ ایک بھی ایسی رسم نہیں مثلاً عشائے ربانی و دیگر اجزائے سکرامنٹ ایسا ہی انکا ایک بھی تہوار مثلاً کرسمس ایسٹر

زکوٰۃ میں سے ایک معتدبہ رقم اسلام کی اشاعت میں ہم صرف کریں +

(۳) **مسلم مشن ووکنگ** - اشاعتِ اسلام کے لئے۔ یورپ میں ایک فیصلہ کُن و مسلّمہ کامیاب مشن ثابت ہو چکا ہے۔ اور اگر زکوٰۃ کی ایک معتدبہ رقم سے اس مشن کے فنڈس کو مالی تقویت پہنچائی جائے تو تبلیغ کے میدان میں محیّر العقول و شاندار نتائج مترتب ہو سکتے ہیں -

(۴) زکوٰۃ کی ادائیگی کا وقت اب قریب ہے۔ اس لئے میں آپ سے مؤدبانہ ملتجی ہوں - کہ اپنی اور اپنے دوست و احباب کی زکوٰۃ کا ایک معتدبہ حصہ مشن ووکنگ کے بڑھتے ہوئے اخراجات کے لئے مشن ووکنگ کو بھیج دیں +

لاہور
۱۸ ستمبر ۱۹۳۱ء

خادم
خواجہ کمال الدین
بانئ مسلم مشن ووکنگ (انگلستان)

ضروری نوٹ:- تمام ترسیل زر بنام فنانشل سکرٹری
دی مسلم مشن ووکنگ اینڈ لٹریری ٹرسٹ
عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور (پنجاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تار کا پتہ :- اسلام - لاہور (پنجاب)

از دفتر دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

عزیز منزل - برانڈرتھ روڈ - لاہور (پنجاب)

برادر مکرم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

رجب المرجب - زکوٰۃ کا ماہ مبارک آنے کو ہے - جو ۱۲ نومبر ۱۹۳۱ء کو شروع ہوگا مسلم خیرات وحسنات کو اگر مناسب ومنتظم طریق سے فراہم کرکے صحیح مصرف میں لایا جائے - تو بہت سی قومی ضروریات کیلئے مکتفی ہوسکتی ہے -

یہ امر ایک گونہ باعث مسرت ہے - کہ ہمارے مسلم بھائیوں میں سے بہت سے احباب نے اس اہم اسلامی فریضہ کی اہمیت کو اب کماحقہ محسوس کرلیا ہے - لیکن تاہم ہم میں کا ابھی ایک کثیر حصہ اگرچہ دوسرے خیراتی کاموں میں بہت ہی مخیر واقع ہوا ہے لیکن اس اہم فریضۂ اسلام کیطرف سے ابھی تک تغافل شعاری ہی برت رہا ہے۔ قرآن مجید اور حضرت رسالت مآب نبی کریم صلعم نے فریضۂ زکوٰۃ پر خاص زور دیا ہے - نیز کلام پاک یہ بھی فرماتا ہے - کہ ہماری قومی زندگی کا استحکام وبقا کا حصر بہت حد تک خیرات وصدقات پر ہی ہے - قرآن کریم نے زکوٰۃ کے آٹھ مصارف قرار دیئے ہیں - اور انہی اغراض ومقاصد مندرجہ قرآنی پر ہی ہماری زکوٰۃ صرف ہوسکتی ہے - وہ آٹھ مصارف زکوٰۃ بالفاظ قرآن کریم ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

انما الصدقٰت للفقراء والمساکین والعٰملین علیھا والمؤلفۃ قلوبھم وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ وابن السبیل فریضۃ من اللہ واللہ علیم حکیم +

ترجمہ - خیرات کا مال تو بس فقیروں کا حق ہے - اور محتاجوں کا اور ان کارکنوں کا جو مال خیرات وصول کرنے پر تعینات ہیں - اور ان لوگوں کا جن کے دلوں کا پرچانا منظور ہے - اور نیز قید غلامی پر غلاموں کی گردنوں کے چھڑانے میں اور قرضداروں کے قرضے میں اور نیز خدا کی راہ میں اور نیز مسافروں کے زادراہ میں - یہ حقوق اللہ کے ٹھیرائے

کو بھلانے کیلئے ہمیں اس وقت مُروّجہ ذرائع سے استفادہ اُٹھاکر غیر مسلم طبقہ میں جذبۂ اسلام کے پیدا کرنے کی فکر کرنی چاہیئے۔+

مجلّہ "التقویٰ" قاہرہ کے مُدیر صاحب نے ایک چھوٹا سا رسالہ "راہِ نجات" انگریزی اور فرانسیسی زبان میں شائع کیا ہے۔ جوکہ مغربی عیسائیوں کے حلقہ میں مفت تقسیم ہو رہا ہے۔ اُنھوں نے ازراہِ لُطف ہمیں بھی اسکی مُتعدد کاپیاں مُفت اشاعت کیلئے ارسال فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شُکر و احسان ہے۔ کہ دُنیائے اسلام میں اب دین کی اشاعت کی اہمیت کا احساس ہوتا جاتا ہے۔ اور اکابرین اسلام بیرون از ہندوستان نے اس حقیقت نفس الامری کو محسُوس کرلیا ہے۔ کہ دین اسلام کی نشر و اشاعت میں ہی فقط مُسلمانوں کی حفاظت، صیانت و مُرفع الحالی کا راز مُضمر ہے۔ ہندوستان کے ایک کمزور و نحیف مُسلم بزرگؒ نے خوش قسمتی سے اس ضرورت حقّہ کو ایسے وقت محسُوس کرلیا۔ جبکہ بقیۂ دُنیائے اسلام اس کی طرف سے بالکُل غفلت شعاری میں پڑی ہُوئی تھی۔ اور دین کی اشاعت پر پھبتیاں اُڑاتی تھی۔ ہمیں یاد ہے۔ کہ آج سے چند سال پیشتر حضرت مولینا مولوی محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمۃُ القرآن کو مصر کے ارباب لبست و کُشاد نے واہمہ پرنذر آتش کردیا کہ غیر مُسلموں کی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ کرنا کُفر و الحاد ہے۔ ہم نے نیز یہ بھی سُنا ہے کہ مشہُور و معروف نومُسلم جناب مسٹر مارمیڈیوک پکتھال صاحب کے ترجمہ کا بھی اسی قیاس پر مصر میں داخلہ بند کردیا گیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی ہم نے اسی رسالہ کے سرورق پر جسے التقویٰ کے مدیر نے شائع کیا ہے سُورہ مائدہ کی دو آیات کریمہ لکھی ہُوئی پاتے ہیں۔ جس کا انگریزی ترجمہ حضرت مولوی محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمہ سے لیا گیا ہے۔ بہر حال حالاتِ حاضرہ میں یہ اُمور یقیناً خوش آیند ہیں۔ یہ اُمور مسلمانوں کی رواداری ــــ وسعت قلبی اور جامع نظری کے آئینہ دار ہیں +

ہدیۂ تہنیت

ہم اپنے مصری بھائیوں کو ہدیۂ تبریک و تہنیت دیئے بغیر نہیں رہ سکتے آخر ان میں احساس اسلامی و ملی پیدا ہوا۔ رفتار زمانہ نے اسلام کو اصلی اور حقیقی شکل و صورت میں یوروپین اقوام کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت حقہ کو آخر کار اُن پر منکشف کر دیا۔ بہرحال صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے تو غنیمت ہے +

جامعۂ اظہر اپنی شدید قدامت پرستی کیلئے شہرہ آفاق ہے۔ اس نے آخر کار اپنے بیش بہا مجلّہ "نور الاسلام" کے ساتھ انگریزی زبان میں چند صفحات ضم کرنے ہی ضروری سمجھے انکے معزز اراکین کی طرف سے اس کے متعلق جو تحریر شائع ہوئی ہے۔ اس کے دلچسپ حصہ کا اقتباس ناظرین کرام کے ملاحظہ کیلئے ذیل میں دیا جاتا ہے :۔

ہمارے بیرونی ممالک کے مسلمانوں بھائیوں کی متعدد استدعا کے جواب میں آئندہ سے مجلہ نور الاسلام جسے جامع اظہر شائع کرتی ہے۔ اُن دوستوں کے لئے جو عربی سے محض نابلد ہیں انگریزی میں چند صفحات مختص کر دیئے گئے ہیں۔ ہم آپ کی خدمت میں نمونہ کے دو رسالے ارسال کرتے ہیں جنہیں آپ پڑھ کر مسرور ہونگے۔ اور انھیں از راہِ کرم ان احباب میں تقسیم فرمائیں جو اشاعت اسلام کے مسئلہ میں دلچسپی لیتے ہیں +

ہم جملہ برادرانِ اسلام سے درخواست کرتے ہیں۔ کہ عربی زبان سیکھنے کیلئے رسالہ نور الاسلام سے فائدہ اٹھائیں کیونکہ عربی وہ مبارک زبان ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا۔ اس کے تمام مروجہ تراجم اس رفیع الشان عربی زبان کی حقیقی فصاحت و بلاغت کو ادا کرنے سے قطعی قاصر ہیں۔ جو اس کی عبارت کے اندر مسطور ہے +

اشاعت اسلام ۔ اس پر ہمیں کسی ادارتی تنقید کی چنداں ضرورت نہیں حالات حاضرہ میں جس ماحول کے اندر ہم محصور ہو رہے ہیں ہم اس کا انتظار نہیں کر سکتے۔ کہ دنیا بھر پہلے عربی زبان سیکھ لے۔ تو پھر ہم پیام اسلام اُن تک پہنچائیں۔ بحیثیت مسلم یہ تو ہمارا محکم ایمان ہے۔ کہ عربی زبان ہی کسی وقت عالمگیر زبان ہوگی۔ جیسا کہ کسی وقت تھی لیکن اس امید

اختیار کریں یا نہ کریں - چنانچہ یسوع نے ایک عورت سے کہا "تیرے ایمان نے تجھے بچا دیا"
لیکن یہ طریق آیندہ چل کر مضر ثابت ہوا - خون پر ایمان لانا ہی نجات کیلئے کافی سمجھ لیا گیا
اور اکثر حالات میں یہ قول پیش نظر ہونے لگا - "گناہ کرو - تاکہ فضل نازل ہو" - قرآن نے
ان تمام خیالات کا ابطال کیا - اور کسب کو محترم قرار دیا - رہبانیت کو مذموم ٹھیرایا +

(۶) **شفاعت** :- شفاعت کے عقیدہ نے دنیا کو صرف عمل کی قوت ہی سے محروم نہیں کیا
بلکہ ذمہ داری کی حس کو بھی کمزور کر دیا - شفاعت کے بھروسہ پر انسان گناہ کی طرف راغب ہو سکتا
ہے - چنانچہ قرآن نے سب سے پہلے اس عقیدہ کا ابطال کیا - کوئی شخص دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا
اور نہ کوئی شخص دوسرے شخص کی خدا کے سامنے سفارش کر سکتا ہے - بیشک قرآن نے استثناء بھی کیا ہے لیکن
صرف نیکوکاروں کے حق میں جو اپنے رب کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں کہہ سکتے - وہ صرف
انہی لوگوں کے حق میں سفارش کرینگے جو ارادہ الٰہی کے مطابق رحم کے مستحق ہیں +

(۷) **جملہ رسول منجانب اللہ ہیں** :- کوئی قوم ایسی نہیں جسمیں کوئی مذہب نہ ہو - اور اگرچہ
ہر مذہب اپنے منجانب اللہ ہونے کا مدعی ہے لیکن وہ دوسروں کے لئے اس امر کا روادار نہیں ہے
اسی وجہ سے لوگوں میں اختلافات پیدا ہو گئے - وہ مختلف گروہوں میں منقسم ہو گئے - اور اس وجہ سے
سوسائٹی کی بنیادیں ہل گئیں - اور انسانی جماعت سے اخوت کا تخیل مفقود ہو گیا - قرآن مجید نے صلح عمومی
کی بشارت دی - اس نے اعلان کیا - کہ جملہ مذاہب خدا کی طرف سے آئے ہیں - اور ان کے
بانیوں نے بلا استثنا الٰہی چشمہ سے پانی پیا تھا - اختلافات محض اس وقت ہوئے جبکہ وحی الہام ربانی
میں انسانی خیالات کی آمیزش ہو گئی +

پہلے اصول کو چھوڑ کر باقی ماندہ سارے کے سارے اصول اسلام ہی کے مرہون منت ہیں
اور وہ ہمارے اندر بہترین خیالات پیدا کرتے ہیں - اور نہایت دلپسند تہذیب کا موجب ہو سکتے ہیں
اگر موسیٰ اور دیگر انبیاء کو لوگوں نے خدا کا رسول تسلیم کیا - تو آنحضرتؐ کو بدرجہ اولیٰ یہ حق پہنچتا ہے
کہ اپنی نبوت کا اعلان کریں - اور ہمیں لازم ہے - کہ ہم آپ کو خدا کا رسول تسلیم کریں
اور مندرجہ بالا اصولوں سے آپ کا یہ دعویٰ بخوبی پایۂ ثبوت کو پہنچ سکتا ہے +

تسلیم کرلیں جیسا کہ پہلے کیا گیا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا "میں تو مثل تمہارے ایک انسان ہوں" اس اعلان کی بناء پر وہ مشرکانہ خیالات جو پہلے زمانوں میں انبیاء کی شخصیت کے متعلق لوگوں کے دماغوں میں جاگزین ہو جاتے تھے سب کافور ہو گئے +

(۳) مساواتِ بین النّاس :۔ اس اصول کے قیام کے لئے قرآن کی جس قدر بھی تعریف کی جائے تھوڑی ہے۔ پیدائش نسل خون رنگ خاندان وغیرہ کی بناء پر لوگوں میں ادنےٰ اور اعلےٰ کا امتیاز پیدا ہو جاتا تھا۔ جس کی وجہ سے ترقی عمومی رُک جاتی تھی۔ مگر اسلام نے توحید باری پر زور دیا تو مساوات بین النّاس کو ساتھ ساتھ پیش کیا۔ اسکی بدولت جو لوگ تمدنی لحاظ سے ادنےٰ تھے۔ وہ بھی بلند ترین مقام پر پہنچ گئے۔ اسلام نے ان تعصبات نسلی کے مٹا دینے کا تہیہ کر لیا۔ جو آج بھی دنیا کے کثیر حصہ پر مسلّط ہیں۔ مغرب کی حکمران اقوام اپنے رعایا کے ساتھ بُرا سلوک کرتی ہیں۔ اور اسی وجہ سے تمام دُنیا میں بےچینی پیدا ہو رہی ہے لیکن اس تعصب کی بدترین مثال ہندو مذہب میں ملتی ہے جس نے ہندوستان کی ایک تہائی آبادی کو اپنے ظُلم کا تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ یہ لوگ ہندوستان کے اصلی باشندے ہیں۔ اور ہندو اُن کو ہزاروں سال سے "اچھوت" قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ ان لوگوں کا سایہ بھی اگر کسی ہندو پر پڑ جائے تو وہ ناپاک ہو جائیگا۔ ایسے لوگ جو اس رسم کے پیرو ہوں کس طرح تہذیب کا دعویٰ کر سکتے ہیں؟ اسی سلسلہ میں قرآن نے عورتوں کے مرتبہ کو بھی بلند کیا۔ حتےٰ کہ اُسے مرد کے ہم پلّہ قرار دیدیا۔ سیاسی قیدیوں کے ساتھ بھی حُسن سلوک کا حکم دیا اور اُسے اجازت دی۔ کہ اپنی رہائی کے ذرائع تلاش کرے۔ انگلستان جو کبھی غلامی اور غلاموں کی تجارت کا حامی تھا۔ اب انسداد غلامی میں کسی قوم سے پیچھے نہیں ہے +

(۴) جمہوریت :۔ اسلام بجا طور سے "بانی جمہوریت" کا لقب اختیار کر سکتا ہے۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق آنحضرتؐ جمہوری اصولوں پر اپنی قوم پر حکومت کرتے تھے۔ اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں یہ طرز کامل ہو گئی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں۔ کہ جس حکومت میں رعایا کی آزادی کا احترام نہیں۔ وہ حکومت ہی نہیں +

(۵) تقدیسِ اعمال :۔ سابق مذاہب نے عقائد پر زور دیا۔ خواہ وہ عقائد اعمال کا لباس

قرآن مجید کا انکار ایک منطقی غلطی ہے

بقلم خود حضرت خواجہ کمال الدین صاحب

اگر حضرت موسیٰ خدا کے رسول ہیں تو یقیناً آنحضرت صلعم بھی دعویٰ رسالت کر سکتے ہیں اور اگر آپ کی صرف اس اصلاح کو ہی مدِ نظر رکھا جائے۔ جو شراب خوری سے متعلق ہے تو بھی ہم آپ کو خدا کا نبی تسلیم کر سکتے ہیں۔ آپ نے جملہ مُسکرات سے اپنی اُمت کو نجات دیدی۔ اور ایک تہائی نسل آدم کو اس لعنت سے پاک کر دیا جسمیں آج مغرب مبتلا ہو کر جرائم کا ارتکاب کر رہا ہے" +

یہ وہ الفاظ ہیں جو ۱۹۱۴ء میں کیکسٹن ہال لنڈن میں ایک نیک دل عیسائی کی زبان سے نکلے جب کہ وہ ایک مجمع کے سامنے تقریر کر رہے تھے جو الجیریا اور ٹیونس میں شراب کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کیلئے منعقد ہوا تھا۔ یہ ریمارک بالکل صحیح تھا۔ کیونکہ انبیاء محض معجزات دکھانے اور لوگوں کو متحیر کرنے کے لئے مبعوث نہیں ہوتے۔ اُن کا مشن خصوصاً اصلاح ہوا کرتا ہے۔ قرآن مجید نے بہت سی اصلاحات نافذ کیں۔ اور تمدنی حالت کو سنوارنے کیلئے بہت کچھ کیا۔ ہم چند امور کا اس جگہ بیان کرنا چاہتے ہیں +

(۱) **توحید باری** :- توحید کی تعلیم اگرچہ قدیم الایام سے چلی آ رہی تھی لیکن قرآن پاک نے توحید کا صور اس بلند آہنگی کے ساتھ پھونکا۔ کہ اب کسی کو یہ جرأت نہیں ہو سکتی۔ کہ کسی انسان کو "خدا" بنائے۔ بلکہ وہ ہستیاں بھی جو اسلام سے پہلے الوہیت کے مرتبہ پر فائز تھیں۔ اس درجہ سے نیچے گر گئیں۔ اور خدا کے بیٹوں کی نسل دنیا سے منقطع ہو گئی۔ ہندوستان بھی شرک سے پاک ہوتا جاتا ہے۔ اور خود مسیحی کلیسیا بھی اسی طرف آ رہی ہے +

(۲) **رسالت** :- قرآن مجید نے صاف طور پر فرما دیا۔ کہ مسلمان آنحضرت صلعم کو خدا

آپ اُن سے خط و کتابت کریں +

میں نے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ محض دوستانہ مشورے ہیں۔ اور مجھے اُمید ہے کہ یہ اشارات آپ جیسے قابل آدمی کیلئے کافی ہونگے۔ تاہم اگر کسی مسئلہ پر مزید روشنی درکار ہو تو آپ بلا تامل مجھے لکھیں۔ میں اپنی معلومات کے مطابق آپ کی امداد کے لئے تیار ہوں۔ اور حقیقی امداد تو خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ملتی ہے +

اگر آپ اپنے خط کو شائع کرنے کی اجازت دیں۔ تو ہم آپ کے بڑے شکرگزار ہونگے اور آپ ہمیں اپنی ذہنی ترقیات سے ضرور مطلع کرتے رہیں +

آپ کا مخلص

آفتاب الدین احمد نائب امام ووکنگ

ایک اَور امریکن خاتون کا قبولِ اسلام

از استنبول۔ ٹرکی

مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۳۱ء

بخدمت جناب امام صاحب مسجد ووکنگ انگلستان

میرے پیارے جناب! السلام علیکم۔ پانچ سال سے تقریباً دو گھنٹے روزانہ میں ان کتب رسائل کا مطالعہ کرتی رہتی ہوں۔ جو میں وقتاً فوقتاً آپ کے ادارہ سے خریدتی رہی ہوں۔ تمام مجھے ممالک متحدہ امریکہ میں ملتے رہتے ہیں۔ ممالک متحدہ کو چھوڑنے سے پیشتر میں نے سال بھر کیلئے اسلامک ریویو جاری کرایا۔ جو اب میری والدہ مکرمہ کو برابر پہنچ رہا ہے۔ گذشتہ تین ماہ سے میں استنبول میں ہوں۔ اس عرصہ میں میرا نام فلورینس سے نادرہ تبدیل ہو گیا ہے اور یہ نام گورنمنٹ ترکی میں رجسٹری ہو چکا ہے۔ استنبول آنے سے ۲½ سال پیشتر میں سان فرانسسکو کیلیفورنیا میں تھی۔ اور دسمبر گذشتہ میں میں باقاعدہ مسلمان ہو گئی ہوں۔ چھ سال پیشتر سے میں اسلام پر ایمان لے آئی ہوئی ہوں لیکن چونکہ اسلام کے متعلق کافی معلومات نہ مل سکیں اسلئے مجھے اسے ترک کرنا پڑا۔ لیکن مسلسل مطالعہ اور تجربات زندگی کی وجہ سے پھر اسلام کی طرف لوٹ آئی۔ کیونکہ میں ایک مخلص متلاشی حق تھی +

فی الحال میں ایک ترکی خاندان میں رہتی ہوں۔ اُن کی لڑکی مجھے ترکی سکھاتی ہے۔ اور میں اسے انگریزی کی تعلیم دیتی ہوں۔ یہاں بھی ابھی میرے لئے زبان کی بہت سی مشکلات ہیں۔ کیونکہ اس جگہ میں کسی ایسی عورت کو نہیں جانتی جو فرانسیسی یا انگریزی بول سکتی ہو۔ لیکن میں بہت ترقی کر رہی ہوں۔ کیونکہ میں نے بڑی محنت سے ترکی [illegible] +

(آپ کی مخلص بہن نادرہ)

میں شاکر اور صابر رہو۔ یہی وہ لوگ ہیں جو راستباز ہیں اور متقی ہیں" (قرآن مجید ۲: ۱۷۷)
دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ ظاہر کی ایک مخصوص جگہ ہے
لیکن اصل مقصد رُوح یا باطن کا پیدا کرنا ہے۔ نماز کے متعلق ارشاد ہوتا ہے
"افسوس ہے ان نمازیوں پر جو اپنی نمازوں کو غفلت سے ادا کرتے ہیں۔ اور
محض دکھانے کے لئے نیک کام کرتے ہیں۔ اور زکوٰۃ نہیں دیتے (قرآن مجید ۱۰۶: ۴تا۷)
اسلام میں نماز کے محض رسم بن جانے کا اس قدر خطرہ نہیں ہے جس قدر مسیحیت میں ہے
اور سوائے نماز اور روزہ کے اور کوئی ایسی مذہبی رسم اسلام میں نہیں جس کا ادا کرنا فرض
قرار دیا گیا ہو۔ زکوٰۃ اور حج اُن لوگوں کے لئے ہیں۔ جو ان باتوں کی استطاعت
رکھتے ہیں +

(۵) رہا تقدیر کے متعلق۔ یُورپین لوگوں کا اعتراض اس کا جواب یہ ہے
کہ جس طرح مسیحیت میں "تقدیر" کا اعتقاد ہے۔ اسلام میں اُس کا نام ونشان بھی نہیں
افسوس یہ کہ یُورپین صحاب نے تقدیر کا ترجمہ (Fatalism) کر لیا ہے۔ اور اسی وجہ سے
غلط فہمی پیدا ہوگئی۔ تقدیر کے معنی ہیں اندازہ اور اسلامی عقیدہ یہ ہے۔ کہ خدا تعالےٰ
نے ہر شے کا ایک اندازہ مقرر فرمایا ہے۔ اور اگر ہم اشیاء متمتع ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں
اُن کے اندازوں سے واقفیت حاصل کرنی چاہئے۔ ظاہر ہے۔ کہ جو کتاب یہ تعلیم
دیتی ہو کہ "یقیناً ہمنے انسان کو رستہ دکھا دیا ہے۔ تاکہ وہ شکر گزار ہو یا ناشکری کرے
(اُسے اختیار ہے) (قرآن مجید ۷۶: ۳) وہ "قسمت" کی تعلیم ان معنوں میں کبھی نہیں دے سکتی
جن معنوں میں اعتراض کا موقع دیا ہے +

(۶) عربی زبان کے سیکھنے کے متعلق یہ ہے کہ ہر مسلمان کیلئے عربی سیکھنی لازمی نہیں ہے
عربوں کو چھوڑ کر بہت کم مسلمان ایسے ہیں جو عربی جانتے ہیں۔ لیکن اگر آپ عربی سے
گھبراتے نہیں۔ تو ہمیں یقین ہے کہ کچھ عرصہ کے بعد ہم آپ پر اسی طرح فخر کریں گے
جس طرح آج محمد مارماڈیوک پکتھال پر کرتے ہیں +

(۷) آپ چند لوگ مسلمانوں سے متعارف ہونا چاہتے ہیں۔ میں مس براؤن کا پتہ لکھتا ہوں

میں کوئی دقت محسوس نہیں ہوتی۔ یوروپین اصحاب کی جانب جو کچھ بدگمانی مسلمانوں کے دلوں میں پائی جاتی ہے۔ اس کا سبب اختلاف عقاید نہیں ہے۔ بلکہ خود اہل یورپ کا سیاسی عمل سیاسات کا ذمہ دار ہے۔ اور لارنس کی وضع کے لوگوں نے اس جذبہ کو مزید تقویت بہم پہنچادی ہے۔ پس سیاسات کے لئے مسلمانوں کو ملزم قرار نہیں دیا جاسکتا۔ علاوہ بریں اب یہ بدگمانی رفتہ رفتہ دور ہو رہی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کو علم ہوتا جاتا ہے۔ کہ اب بہت سے یوروپین خلوص کے ساتھ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ عالیجناب لارڈ ہیڈلے بالقابہ جب پہلی مرتبہ مصر اور جنوبی افریقہ گئے۔ تو بہت سے مسلمانوں نے انھیں جاسوس خیال کیا تھا لیکن جب وہ دوبارہ مکہ معظمہ وغیرہ گئے۔ تو آپ کا گرمجوشی کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔ مناسب ہوگا۔ اگر آپ اپریل نمبر میں ہمارے شذرہ بعنوان "یورپین اسلام" مرحوم کا مطالعہ کرلیں۔ اگر نومسلم کو اسلامی علوم سے کافی واقفیت ہو تو مسلمانوں میں اس کی بہت زیادہ قدر و منزلت ہوتی ہے۔ اور ہمارا ذاتی تجربہ ہے۔ کہ جب مشرقی مسلمان کسی تعلیمیافتہ یوروپین کے مشرف بہ اسلام ہونے کی خبر پڑھتے ہیں۔ تو اُن کے قلوب میں مسرت کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اور اس لئے وہ نومسلم اپنے عقاید کی خاطر ہر قسم کی قربانی پر آمادہ ہو جاتا ہے +

(۴) اسلامی تعلیمات کے رسوم کی شکل میں مبتدل ہو جانے کی بابت یہ عرض ہے۔ کہ کسی مذہب کے تمدن سے آشنا ہونے کے لئے چند باتوں کی پابندی بہرحال لازمی ہے۔ جس کے بغیر چارہ نہیں۔ بیشک بہت سے ایسے مسلمان بھی ہیں جو بغیر سمجھے ہوئے اپنی نماز ادا کرتے ہیں۔ لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں جن کو سمجھ کر پڑھنے سے بہت کچھ روحانی فوائد حاصل ہوئے ہیں۔ قرآن شریف نے اس دشواری کا حل بیان کردیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔ کہ نکوکاری یہ نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی یا مغرب کی طرف کرو۔ بلکہ نکوکاری یہ ہے۔ کہ تم اللہ اس کے رسولوں پر یوم آخرت پر ایمان لاؤ۔ اور اپنی دولت اعزہ اور یتامیٰ پر خرچ کرو۔ اور مسافروں اور مساکین کی مدد کرو نمازیں پڑھو، زکوٰۃ دو اور ایفائے عہد کرو مصیبت

وہاں کے لوگوں نے یہ خیال نہیں کیا جو آپ کے دل میں آیا۔ ملٹن نے بھی یونانی اور لاطینی ادب کا مطالعہ کیا تھا؛ لیکن اس کے سامنے مسیحیت کا کا پیش کردہ نصب العین تھا۔ اس نے اور اسی وضع کے لوگوں نے مسیحیت کو فروغ دینے کیلئے اصنام پرستوں کی تہذیب سے مواد ذہنی حاصل کیا تھا۔ اور اسی طرح بعض مسلمانوں نے اسلام کیلئے کام کیا احیاء العلوم کی تحریک جو مغربی تہذیب کی بانی ہے۔ دراصل اسپین کے مسلمانوں نے شروع کی تھی۔ اور یہ محض اتفاق ہے کہ اسلام نے اپنے دور ابتدائی میں کسی مغربی قوم کو پورے طور پر حلقہ بگوش نہیں بنایا یہی وجہ ہے کہ اُسے مشرقی مذہب خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن قرآن شریف فرماتا ہے۔ کہ خدا مشرق اور مغرب دونوں کا مالک ہے۔ اسلام کا عربی تمدن اب خواب و خیال ہو چکا ہے۔ اور اب ہم منتظر ہیں۔ کہ مغرب سے اسلامی تمدن کا نیا آفتاب طلوع ہوگا +

(۲) آپ نے لکھا ہے۔ کہ اسلامی تاریخ میں بھی تاریک صفحات ہیں۔ یہ سچ ہے لیکن اس کے روشن صفحات اس کے تاریک صفحات سے بدرجہا زیادہ ہیں۔ اسی پر فیصلہ کا مدار مقرر ہو سکتا ہے۔ مسیحیت اور اسلام کی تاریخوں میں اصولی اختلاف ہے۔ وہ یہ کہ اسلام کی تاریخ جوں جوں ابتدا میں مطالعہ کی جائے روشن ہے۔ لیکن مسیحیت کی تاریخ بانی سے جس قدر دور ہوتی جائیگی اُسی قدر روشن ہوگی۔ جب تک ہم اس گندہ آلودہ دنیا میں رہتے ہیں ہم کو بہترین اشیاء میں بھی برائی کا شائبہ نظر آئیگا۔ پس صحیح طریق عمل یہ نہیں کہ ہم شدید تنقید کریں۔ بلکہ صداقت کے علمبردار بنکر برائیوں کو نابود کردیں +

(۳) نومسلم کا مرتبہ اسلام میں کیا ہے؟ اس کے متعلق میں عرض کروں گا کہ اس گئے گزرے زمانہ میں بھی اسلام نے اپنا پیدائشی حق زائل نہیں کیا ہے ہندوستان کے تجربہ سے ہم آپ کو یقین دلا سکتے ہیں۔ کہ تمدنی سیاسی اور مذہبی نقطۂ خیال سے مسلمان ہندو کو یورپ کے مسیحیوں سے بہتر نہیں خیال کرتے۔ لیکن اس پر بھی اگر کوئی ہندو مسلمان ہو جاتا ہے۔ تو اُسے اپنے ہم رتبہ مسلم خاندان میں شادی کرنے

مس موصوفہ سے متعارف کر سکتے ہیں؟ اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کسی اور نومسلم سے متعارف کر دیجئے۔ میں اُس کے ساتھ اپنے تجارب مذہبی کا موازنہ کرنا چاہتا ہوں +

آخر میں اس امر کی معافی چاہتا ہوں۔ کہ میں نے بیک وقت بہت سے سوالات آپ کی خدمت میں عرض کر دئیے۔ اور میں محسوس کرتا ہوں۔ کہ میرا یہ خط ایک شخص کا پیمانۂ تحمل لبریز کر دینے کیلئے بہت کافی ہے +

آپ کا مخلص

جے۔ ایل۔ پی

اس خط کا جواب

المسجد ووکنگ جون ہفتم ۱۹۳۱ء

اخویم۔ السلام علیکم!

آپ کا مہربانی نامہ ملا جس کے مضامین میں خلوص اور نیک نیتی کی بو آتی ہے۔ اور یقین ہے۔ کہ آپ کو روشنی ملیگی۔ میں اس قسم کے مباحث سے کبھی ہرگز ملول نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مجھے تو خوشی ہوتی ہے۔ کہ کوئی شخص سچائی کے ساتھ اپنے شبہات پیش کرے۔ قرآن پاک کی تعلیم ہمارے لئے اس معاملہ میں یہ ہے کہ لوگوں کو اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور موعظت کے ساتھ بلاؤ۔ اور اُن کے ساتھ بہترین طریق پر تبادلہ خیال کرو۔ یقیناً تمہارا رب خوب جانتا ہے۔ کہ کون گمراہ ہے۔ اور کون صحیح رستہ پر چل رہا ہے" (قرآن مجید ۱۶: ۱۲۵)

چونکہ آپ تعلیمیافتہ اور روشن دماغ آدمی ہیں۔ اس لئے میں آپکے سوالات کے جوابات اختصار کے ساتھ عرض کرونگا۔ کیونکہ العاقل تکفیہ الاشارہ میرے جوابات زیادہ تر مشورہ کے رنگ میں ہونگے۔ تاکہ آپ خود اپنے لئے شاہراہ منتخب کر سکیں +

(۱) آپ نے اپنی مغربی تعلیم و تربیت کا ذکر کیا ہے۔ اس ضمن میں عرض ہے کہ گزشتہ پندرہ سو سال سے یورپ ایک مشرقی انسان یسوع نامی کو سجدہ کرتا رہا ہے۔ اور کبھی

مجبور ہو کہ خدا نے ہر شخص کے لئے پہلے ہی سے فیصلہ کر دیا ہے کہ وہ جنتی ہوگا یا دوزخی۔ ظاہر ہے۔ کہ اس صورت میں ہمیں نیک اعمال کیلئے کوئی محرک نہیں مل سکتا۔ ہاں۔ یہ مانتا ہوں۔ کہ انسان کی زندگی تاثرات ارثی پر تعلیم و تربیت پر ماحول اور سوسائٹی پر منحصر ہے۔ اور اگر ہم زید کے متعلق سب کچھ جانتے ہیں۔ تو پھر ہم بہ آسانی یہ حکم لگا سکتے ہیں۔ کہ آیندہ زندگی میں فلاں موقع پر پہنچ کر زید کونسی راہ اختیار کریگا؟ شوپن ہار نے اپنی تالیف موسومہ "اجزائے تاریخ فلسفہ" میں اس شخص کی دشواری کو ظاہر کیا ہے۔ جو خدا کو خالق کائنات تسلیم کرنے کے بعد انسان کو مختار تسلیم کرتا ہے وہ لکھتا ہے۔ کہ مخلوق ہونا اور پھر مختار ہونا یہ دو متضاد باتیں ہیں۔ جو ایک شخص میں جمع نہیں ہو سکتیں +

زبان کے متعلق کیا مشورہ ہے؟ کیا ایک نومسلم کیلئے عربی سیکھنی ضروری ہے کسی زبان کے حاصل کرنے میں ذاتی طور پر مجھے کوئی دشواری نہیں معلوم ہوتی بلکہ میں تو خوش ہونگا +

آخر میں یہ لکھنا ضروری ہے۔ کہ میں اسلام سے بہت کچھ متاثر ہوا ہوں۔ اب تک میرا وقت ادب اور فلسفہ کے مطالعہ میں گزرا ہے۔ لیکن اب مجھے دن بدن مذہب کی ضرورت کا احساس ہوتا جاتا ہے۔ اور میرا خیال ہے۔ کہ اسلام میں مجھے وہ تمام باتیں مل جائیں گی جن کا میں ایک مذہب میں متلاشی ہوں +

اگرچہ فی الحال میں اسلام قبول کرنے کیلئے اپنے اندر آمادگی نہیں پاتا۔ تاہم میرا خیال ہے۔ کہ آخرالامر اسلام مجھ پر غالب آ کر مجھے اپنا غلام بنا لیگا۔ میں اپنی تعطیل کا آخری مہینہ شاید جرمنی میں بسر کرونگا۔ اور وہاں سب سے جدا ہو کر میں اپنے متعلق آخری فیصلہ کرونگا۔ اور جب اکتوبر کے آخر میں کیمبرج واپس آؤں گا تو یہ مسئلہ حل شدہ ہوگا۔ اگر میں نے صحیح فیصلہ کر لیا۔ تو مسلمان ہونے کیلئے مجھے کیا کرنا چاہئے؟ میں اسلام کی عالمگیر اخوت میں کس طرح داخل ہو سکتا ہوں؟ اور فی الحال مجھے کن کتابوں کا مطالعہ کرنا چاہئے +

(ریویو) ماہ مئی میں ایک نومسلمہ مس براؤن کی تصویر شائع ہوئی ہے کیا آپ مجھے

میں نے مشرقی سیاحت کے متعلق بہت سی کتابیں پڑھی ہیں - برٹن اور ڈاؤٹی سے لے کر مسٹر ٹامس کی تازہ تصنیف تک تاکہ میں یہ معلوم کر سکوں کہ مجھے مشرق سے اس قدر دلچسپی کیوں ہے - لیکن باوجود اس وابستگی کے آخر کار میں مغربیت کے دامن ہی میں ناپائندہ ہوتا ہوں - اگرچہ مجھے مغربی مصنفین کے کلام میں بہت لطف آتا ہے - لیکن میں جانتا ہوں - کہ میں مشرق سے بھی بہت کچھ سیکھ سکتا ہوں - بیشک یہ سچ ہے - کہ میری ولادت اور تربیت ایسے ماحول میں ہوئی ہے - کہ میرے لئے خالی الذہن ہو کر مطالعہ کرنا بہت مشکل ہے - گویا میرے پاس وہ کنجی نہیں - جس سے مطالعہ کا کا دروازہ کھول سکوں +

فی الحال میں اسلام کو اس کے پیروؤں سے جانچنے کی طرف مائل ہوں - اور یہ لوگ بسا اوقات بڑی تنگدلی کا مظاہرہ کرتے ہیں - میں جانتا ہوں کہ مسیحیت کا ریکارڈ بھی ایسا ہی خراب ہے - شاید بدتر ہوگا - تاہم یہ ایسی بات نہیں جو کسی مذہب کے متعلق فیصلہ میں اثر انداز ہو سکے - ہاں یہ ضرور ہے - کہ ان باتوں کا تحت الشعوری اثر ضرور ہوتا ہے +

اب سوال یہ ہے - کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں - تو میرے ساتھ مسلمان کس قسم کا طرز عمل روا رکھینگے؟ کیا وہ مجھے ایک بیرونی آدمی سمجھینگے - اور شبہ کی نظر سے دیکھیں گے؟ میرا ایسا خیال ہے - کہ خواہ میرا خلوص کتنا ہی زبردست کیوں نہ ہو - میں ان لوگوں کے برابر نہ ہو سکونگا - جو پیدائشی مسلمان ہیں - غالباً یہ محض میرا وہم ہے - مگر میرے اندر تو موجود ہے +

اسلام میں ظاہری باتیں یا فرائض کیا ہیں؟ میں صلوٰۃ پنجگانہ سے تو واقف ہوں اور رمضان کے روزوں سے بھی - کیا اس قسم کی رسوم اور بھی ہیں؟

اسلامی تقدیر کا اصلی مفہوم کیا ہے؟ مسیحی مصنفین بتاتے ہیں - کہ اسلام ایک جامد مذہب ہے - اور اس میں ترقی کی صلاحیت بالکل نہیں ہے - کیونکہ مسلمان تقدیر پر اعتقاد رکھتے ہیں - میں ایسی تقدیر کا قائل نہیں ہو سکتا - جس کی رو سے انسان یہ تسلیم کرنے پر

[illegible]

مراسلات

ذیل میں مسٹر ے ایل بی کا وہ خط درج کیا جاتا ہے۔ جو انھوں نے امام مسجد ووکنگ کو لکھا تھا صاحب موصوف کا پہلا خط جولائی نمبر میں شائع ہو چکا ہے +

بخدمت امام المسجد ووکنگ

ڈیر سر:۔ میں اپنے امتحان سے فارغ ہو کر اب تعطیلات بسر کرنے اپنے وطن آیا ہوں۔ اور مجھے فرصت نصیب ہوئی ہے۔ کہ آپ کو مفصل خط لکھوں +

میں نے اسلامک ریویو کے نمبروں اور اُن کتابوں کا جو آپ نے مجھے روانہ کی تھیں بغور مطالعہ کیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں کئی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ پہلے میں اُن باتوں کا ذکر کرونگا۔ جو اسلام میں مجھے پسند آئیں +

(۱) **توحید ایزدی**:۔ میں نے مسیحیت اور خصوصاً کیتھولک مذہب کا کافی مطالعہ کیا ہے۔ میری عقل نے تثلیث کے مسئلہ کو کبھی بھی قبول نہیں کیا۔ علمائے الٰہیات نے ہمیں بتایا ہے۔ یہ مسئلہ منطق کی مدد سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ ہم اس کو صرف ایمان کی مدد سے قبول کر سکتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ یہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ ایسے جوابوں سے میری تسلی نہیں ہو سکتی۔ کیتھولک مذہب میں خدا کی عظمت تاریکی کے پردہ میں چھپ جاتی ہے اور ہمیں کبھی اس کا جلوہ نصیب نہیں ہوتا۔ کنواری مریم اور ہزاروں اولیا اسکے گرد اگرد حلقہ باندھے ہوئے ہیں یعنی ہمارے اور خدا کے درمیان حائل ہیں +

اسلام میں دوسری خوبی یہ ہے۔ کہ رسوم شرعی نہیں ہیں۔ اور یہ بڑی تسلی بخش بات ہے۔ یعنی یہاں نہ صلیب کا نشان ہے۔ نہ بُت اور مجسمے ہیں۔ اور نہ تسبیح ہے۔ یہ باتیں میری رائے میں انسان کی عظمت ذاتی کو کم کرتی ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں۔ کہ انسان اس قدر ضعیف العقل ہے۔ کہ بغیر ان آلات کے خدا تک پہنچ ہی نہیں سکتا +

(۲) اسلام میں منظم احباریت کا وجود نہیں ہے۔ ایک مخصوص جماعت کے فوق العادت قوتوں کے مالک ہونے کے دعووں نے مجھے ہمیشہ روحانی تکلیف پہنچائی ہے۔ بلکہ ان کی حماقت پر مجھے غصہ آتا ہے۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ میری ہمدردی مخالفین احباریت مثلاً والٹیر اور اناطول فرانس کے

[illegible]

مراسلات

مذہب اسلام میں احباریت کا وجود نہیں ہے

مفصلہ ذیل خط جو عنوان کا قائل ہے، مولینا ہارون مصطفےٰ لیسون نے ڈیلی ٹیلیگراف کو لکھا تھا۔ لیکن وجہ ظاہر کئے بغیر اُسے شائع نہیں کیا گیا +

شاید اسکی عدم اشاعت کی وجہ یہ ہو کہ اڈیٹر جریدہ مذکور تسلیم کرنا نہیں چاہتا ہوگا۔ کہ وہ اسلامی معاملات سے قطعاً واقف نہیں ہے۔ اور اس نے اس معاملہ میں جان ہالگنز ہیڈ کے مقولہ پر عمل کیا ہو کہ اڈیٹر وہ ہے جس سے کبھی کوئی غلطی سرزد نہ ہو۔ علاوہ بریں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ برطانوی پریس کے طرز عمل سے ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اسکے ارکان برطانی اصحاب کو صداقت اسلام کے بنیادی اصولوں سے ناواقف رکھنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ اسلئے اڈیٹر نے خط مذکور کو طاق نسیان پر رکھ دیا) +

۱۱ مئی سنہ ۱۹۳۱ء

جناب من! آپ نے اپنے اخبار کی ... کی اشاعت میں اس خبر کے اندراج کے ضمن میں کہ امام مسجد ووکنگ نے ایک شخص کے خلاف جس نے ان کی حیثیت عرفی کا ازالہ کیا تھا پانچسو پاؤنڈ کی ڈگری حاصل کی ہے۔ امام موصوف کو پریسٹ یعنی طبقہ احبار کا ایک فرد لکھا ہے اور ان کے نام سے پہلے ریورینڈ بھی لکھا ہے۔ یہ دونوں اصطلاحی الفاظ غیر موزوں ہیں۔ بلکہ غلط ہیں اور ان سے اسلام کے متعلق غلط فہمی پیدا ہونے کا امکان ہے +

اسلام میں نہ احباریت تھی نہ ہے۔ اور نہ ہو سکتی ہے۔ اور لفظ "امام" اس شخص کے نام کے ساتھ مستعمل ہے جس کی اقتدا کی جائے۔ یہ لفظ قرآن شریف میں استعمال ہوا ہے۔ اور دونوں معانی میں آیا ہے "مثال" اور "نمونہ" (ملاحظہ ہو ۲: ۱۰۹، ۱۷: ۷۳ و ۲۵: ۷۴ و ۳۶: ۱۱) +

امام اُسے ہی کہتے ہیں جو کسی مسجد میں نماز پڑھاتا ہے۔ اور ہر مسجد میں خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی

کہ اس نے ہمیں ایسی حیرت انگیز استعدادیں دے کر پیدا کیا۔ تو کیا وہ ہمیں ایسی قوت عطا نہ کریگا۔ جس کی مدد سے ہم ان استعدادوں کو پایہ تکمیل تک پہنچا سکیں +

(۹) یہ کائنات قوانین کے ماتحت ہے۔ اور جو لوگ خلاف ورزی کرتے ہیں انھیں اپنی غفلت کا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے لیکن کوئی عقلمند حکومت اس وقت تک ملزموں کو قیدخانہ میں نہیں ڈالتی۔ جب تک ضابطہ قانون شائع نہ کر دے۔ اور جب تک کوئی مسودہ قانون پاس ہونے سے پہلے شائع نہ کیا جائے۔ اس پر قانون کا اطلاق نہیں ہوسکتا اس اصول کو خالق کائنات نے بھی اپنے لئے پسند فرمایا ہے۔ اور یہ بات اپنے ذمہ ٹھیرالی ہے۔ کہ ہر قوم اور ہر ملک میں ان لوگوں کو مبعوث کیا جائے۔ جو اس کے قوانین کو مخلوق تک پہنچا دیں۔ انہی کو قرآنی اصطلاح میں نبی اور رسول کہتے ہیں +

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کا مکتوب

مذہب مستقبل

جناب امام صاحب مسجد ووکنگ کا عنوان بالا کی تحت میں ایک مضمون "ڈنفرمیلائن جرنل" سکاٹلینڈ میں شائع ہوا ہے۔ جو امید ہے۔ کہ ہندوستان کے مسلم بھائیوں کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔

بخدمت۔ جناب مدیر صاحب ڈنفرمیلائن جرنل۔

جناب عالی! آپ اپنے گرامی پرچہ ۲۳ مئی ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں عنوان بالا کے موضوع پر رقمطراز ہیں۔ کہ ریورنڈ ڈاکٹر اے ایم۔ ڈینوک لکھتے ہیں۔ کہ دنیا قماربازی میگساری بے اعتدالی کی مکمل سرمستیوں میں مدہوش تھی جس سے دس ہزار نفوس تلف ہو گئے۔ اور بیشمار گھرانے بے خانماں ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔ اب سوال یہ ہے کہ مستقبل زمانہ میں کس مذہب کو فوقیت و استیلا حاصل ہوگا +

ہر الفاظ بالا میں سے لفظ دنیا کو لیتا ہوں جسے موصوف بزرگ نے استعمال کیا ہے۔ اور اس دنیا سے انکی مراد پیروان مسیحیت ہیں۔ اور اگرچہ عبارت سے یہی ظاہر ہے۔ کہ دنیا سے مراد انکی یہی ہے جس کا سطور بالا میں ذکر کیا۔ تو معاملات کی حالت واقعی دگرگوں۔ تاسف انگیز۔ الم افزا۔ اور ناخوشگوار ہے + بہرحال میں موقر بزرگ کی گرامی توجہ اس حقیقت نفس الامری کی طرف مبذول کرتا ہوں کہ مذہب اسلام جسے نسل انسانی کی آبادی میں چالیس کروڑ نفوس مانتے ہیں۔ اور ان میں سے ایک تہائی حصہ برطانوی رعایا پر مشتمل ہے بادہ گساری کے استعمال اور قماربازی کو قطعاً ممنوع و حرام قرار دیتا ہے +

میں محترم پادری صاحب کو مطہر مذہب اسلام کی قبولیت کی دعوت دیتا ہوں۔ اور ان سے اس مذہب حقہ کو مستقبل کا مذہب قائم کرنے کیلئے ان کی باہمی استمداد کا متمنی ہوں۔ کیونکہ دنیا بھر میں اس وقت یہی ایک مصلح مذہب ہے۔ جو دنیا کو میخواری و دیگر مفاسد سے جس کا ہم سب کو اس وقت رونا ہے نجات دلا سکتا ہے +

نیک و بد میں امتیاز کر سکیں ۔ پس یہ قوت خارج سے آنی چاہیئے ۔ اور در اصل الہام کی شکل میں آ چکی ہے +

(۵) طلب علم ہماری سرشت میں داخل ہے ۔ اور اگر خدا نے اپنی مہربانی سے اس کائنات میں وہ تمام چیزیں پیدا کر دی ہیں ۔ جو ہماری ضروریات زندگی کو پورا کر سکتی ہیں تو یقیناً اس نے ہماری طلب علم کیلئے بھی کوئی انتظام کیا ہوگا ۔ اور یقیناً یہ نعمت بھی اس نے مہیا کی ہوگی ۔ قرآن پاک ایسی ضرورت کو پورا کرتا ہے +

(۶) اگرچہ تمام اشیاء اپنی غذا ایک ہی ماخذ سے حاصل کرتی ہیں ۔ لیکن وہ مقررہ تناسب کے مطابق حاصل کرتی ہیں ۔ ہر شے جبلّی طور پر جانتی ہے ۔ کہ اسے اپنی روزمرہ ضرورت کیلئے کس چیز کی کس مقدار میں ضرورت ہے لیکن ہم کو یہ وجدان پیدائشی طور پر حاصل ہیں ۔ یہ بات جزوی طور پر ہمیں تعلیم و تربیت سے حاصل ہوتی ہے ۔ اور ہمارے گذشتہ تجارب کا جسے ضمیر کہ سکتے ہیں نتیجہ ہوتی ہے ۔ لیکن یہ قوت کئی پہلوؤں سے ناقص ہوتی ہے ۔ ان مقادیر کا صحیح علم آسمان سے آنا چاہیئے ۔ تاکہ انسان صحیح طریق پر زندگی بسر کر سکے +

(۷) قرآن انسان کو خدا کا نائب قرار دیتا ہے ۔ اور ہمیں خود بھی اس امر کا احساس ہے کہ ہم کائنات کے حاکم اور افسر اعلےٰ ہیں ۔ پس اگر ہم نائب ہیں تو ہمیں اپنے افسر اعلےٰ کی طرف سے کچھ ہدایات بھی ملنی ضرور ہیں ۔ تاکہ ہم اس کی مرضی کے مطابق نیابت کر سکیں ۔ قرآن کے نزول کے وقت ہم حیوانوں سے بھی بدتر تھے ۔ اس کتاب نے ہمیں اُن ذرائع سے آگاہ کیا ۔ جن کی بدولت ہم اپنے حقوق حاصل کر سکتے ہیں ۔ عربوں نے اُن اصولوں پر عمل کیا ۔ اور ورثہ حاصل کر لیا ۔ پس جو لوگ الہام کے قائل نہیں انھیں لازم ہے ۔ وہ یہ سمجھائیں ۔ کہ قرآن کے نزول کے بعد عربوں کے اندر یہ حیرت انگیز تبدیلی کیونکر پیدا ہوگئی ؟

(۸) ہم کو بہترین طریق پر خلق کیا گیا ہے ۔ ہم بہترین طور پر ہر بات کو انجام دے سکتے ہیں بشرطیکہ ہماری رہنمائی صحیح طور پر کی جائے ۔ ورنہ ناکامی یقینی ہے ۔ اگر خدا ہم پر مہربان تھا

مسلسل طور پر جاری نہ رہے ۔ ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندگی حاصل کرینگے ۔ اور ترقی کا سلسلہ بدستور جاری رہیگا ۔ یہی وجہ ہے ۔ کہ قرآن مجید نے حیات بعد الممات کا متعدد مرتبہ ذکر کیا ہے ۔ بلکہ یہ بات تو ہمارے ایمان کا جزو ہے ۔ الکتاب نے ہماری آئندہ زندگی کی ترقیات اور ارتقائی منازل کے طے کرنے کا بھی ذکر کیا ہے ۔ اور وہ منازل قرآنی اصطلاح میں ہفت بہشت کے نام سے موسوم ہیں ۔ اگر ہم قدیم عقائد کے پابند ہوتے تو دہریہ کی طرح دنیا کو اتفاق کا نتیجہ قرار دے سکتے تھے ۔ اور کہہ سکتے تھے جس طرح قرآن مجید نے کفار کا قول نقل کیا ہے ۔ ہماری زندگی اسی دنیا تک محدود ہے لیکن اگر حیات انسانی مسلسل رہنے والی چیز ہے ۔ جیسا کہ تمام الہامی کتابیں کہتی ہیں ۔ اور صحیح سائنس کا فتویٰ بھی یہی ہے ۔ تو ہمیں واقعی وحی و الہام کی ضرورت ہے ۔ قرآن مقدس نے مفصلہ ذیل امور کی طرف ہماری توجہ مبذول کی ہے ۔ جن سے الہام کی ضرورت ظاہر ہوتی ہے +

(۱) ہر شے کو اس کے مرتبہ کمال سے واقف کر دیا گیا ہے ۔ اور جب وہ خدا کے مقرر کردہ قوانین پر گامزن ہوتی ہے ۔ تو اسکی مخفیہ قوتیں سب بروئے کار آجاتی ہیں کائنات میں یہ قانون ہر جگہ کارفرما ہے ۔ لہٰذا "وقوت" میں بھی کارفرما ہوگا لیکن ہم ماں کے پیٹ سے اپنے ذہن کی اصلاح کیلئے کوئی علم لیکر نہیں آتے یہ تو اوپر ہی سے آتا ہے +

(۲) اگر خدا ہر شے کی ربوبیت کرتا ہے ۔ تو خدا ہمارے "شعور" کو بھی غذا عطا کریگا کیونکہ وہ ہر شے کی پرورش کرتا ہے ۔ اور محض اپنی مرضی سے ہر ذی روح کو پالتا ہے +

(۳) اگر خدا چاند سورج ستارے اور دیگر روشن اجرام پیدا نہ کرتا تو ہم اندھیرے میں رہتے ۔ پس کیا وہ ہم کو روحانی تاریکی سے نکالنے کا سامان مہیا نہ کریگا ؟

(۴) تمام اشیاء ان مادوں سے محدود ہیں ۔ جو کسی شے کیلئے مفید ہیں یا مضر ۔ لیکن ہر ذی روح میں ایسی باطنی قوت موجود ہے ۔ کہ وہ اپنے مفید مطلب مادوں کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے ۔ اور مضر مادوں کو خارج کر دیتی ہے طبعی طور سے ہمارا جسم اسی اصول پر عمل کرتا ہے لیکن ذہنی طور سے ہمارے پاس یہ قوت نہیں ہے ۔ کہ ہم از خود

قائم ہوئیں۔ تاکہ زمین کو سکون حاصل ہو۔ فضائے زمین بھی کشادہ ہوئی۔ تاکہ ساکنانِ ارضی کیلئے راستہ صاف ہو سکے اور فضائے آسمان کو ستاروں سے مزین کیا گیا۔ تاکہ اندھیرا دور ہو۔ پھر بادلوں سے پانی برسا۔ تاکہ مردہ مادہ دور ہو جائے۔ ......

اس کے بعد وہ زمین میں سمایا۔ اور اس سے سبزی ترکاریاں پیدا ہوئیں۔ پھر باغات میں پھل اور پھول پیدا ہوئے۔ اور کھیتوں میں بہت سے اناج پیدا ہوئے۔ اور اسی لئے دن اور رات بنائے گئے۔ اور اُن کی مدت میں اختلاف رکھا گیا۔ تاکہ ہوائیں اور بادل ظہور پذیر ہوں۔ ہواؤں نے جہازوں کو حرکت بخشی۔ اور جہازوں کی بدولت ہمیں سمندری دولت نصیب ہوئی۔ دن اس لئے بنایا۔ کہ ہم لوگ کاموں میں لگے رہیں۔ اور رات آرام کے لئے بنائی گئی۔ تاکہ ہم اپنے جسموں کو آرام دے سکیں۔ الکتاب میں ہماری پیدائش کا حال بھی مذکور ہے۔ مختلف اشیاء کے زبدے باہم ملے۔ اور اُن کی بدولت انسانوں کے اندر مادہ منویہ پیدا ہوا۔ پھر وہ مادہ عورت کے رحم میں قائم ہوا۔ اور اس میں وہ سات مختلف منازل میں سے ہو کر گذرا۔ اور ایک نئی مخلوق کی شکل میں جلوہ گر ہوا۔ زمین سے جو پیلائے برآمد ہوئے۔ مختلف اقسام کے ہمارے استعمال کے لئے اور غذا کے لئے۔ الکتاب فرماتی ہے۔ کہ کل کائنات انسان کی خادم بنائی گئی ہے۔ اور انسان کو مختلف نعمتیں دی گئی ہیں۔ جن کا تصور بھی دشوار ہے۔ مختصر یہ کہ ہماری جملہ ضروریات پہلے ہی سے مہیا کر دی گئی ہیں۔ اس کائنات کے بنانے والے کے سامنے ضرور کوئی مقصد ہوگا۔ کیونکہ اس نے اس کائنات کو لاکھوں سال میں ترتیب دیا ہے اور یہ وقفہ بلاوجہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اگر وہ چاہتا تو ایک لمحہ میں سب کچھ پیدا کر سکتا تھا یہ کائنات اس ترتیب سے بنائی گئی ہے کہ اسمیں ذی عزت مخلوق رہ سکے۔ اور وہ مخلوق سوائے انسان کے اور کیا ہو سکتی ہے؟ انسان تو خدا کا خلیفہ ہے +

الکتاب نے انسان کو اس کے حقیقی مرتبہ سے آگاہ کیا۔ اگر ایسا ہوتا کہ ہم اس دنیا میں ساٹھ ستر سال زندہ رہنے کے بعد ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو جاتے۔ تو پھر یہ سلسلہ تخلیق محض ایک کھیل تماشا ہوتا۔ لیکن غور کیجئے۔ کہ یہ تمام کاریگری اور محنت بالکل بیکار ہے۔ یقیناً اس کیلئے کوئی مقصد ہونا چاہئے۔ چنانچہ کائنات میں جو کچھ ہے۔ وہ کسی نہ کسی مقصد کے لئے ہے۔ اور وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا۔ جب تک ہماری زندگی

ہی مختلف جہانوں کا ذکر کرتے ہیں ۔ جن میں ہو کر ہم شروع سے اب تک گزرے ہیں ۔ اور موجودہ حالت ہمارے ارتقاء کی منزل مقصود ہے ۔ اب ہم گویا ایک نئی پیدائش کے سر پر کھڑے ہیں ۔ یہ زندگی نئے الحال شعور کی زندگی ہے ۔ ہر منزل میں ہمیں زاد حیات نصیب ہوتا رہا ہے ۔ اور اس میں رہ کر اگلی منزل میں جانے کی استعداد بھی ہمارے اندر پیدا ہوتی رہی ہے۔ ہم قدرتی طور پر اپنے خالق کے دست نگر ہیں ۔ کہ وہ ہم کو موجودہ منزل میں نیز آیندہ میں حیات کا سامان عطا کرے گا ۔ اب ہم دماغی عالم میں ہیں اسلئے ہمیں ذہنی غذا کی ضرورت ہے ۔ ہم لوگ ان طریقوں کو معلوم کرنا چاہتے ہیں ۔ جن پر چل کر ہم دماغی اخلاقی اور روحانی منازل کو طے کر سکیں ۔ کیونکہ موجودہ اور آیندہ عالم کے خاص ترکیبی عناصر یہی ہیں ۔ پس ہمیں وحی و الہام کی ضرورت ہے +

موجودہ دنیا بلا شک تھوڑی مدت کے لئے ہے ۔ اور ہمیں یہاں کے لئے کسی رہنمائی کی چنداں ضرورت بھی نہیں ہے ۔ لیکن موت ہماری ہستی کا خاتمہ نہیں کر سکتی ۔ مرنے کے بعد بھی زندگی ہے ۔ اور وہ زندگی تو ابدی ہے ۔ اسلئے ہمارے لئے اشد ضروری ہے کہ ہم اس کو روشن بنا لیں تاکہ اندھیرے میں ٹاپک ٹوئیاں نہ ماریں ۔ ہم کو آیندہ زندگی میں شادمانی اور راحت حاصل کرنے کے لئے عمدہ اصولوں کی ضرورت ہے +

تمام مسئلہ حیات بعد الممات پر موقوف ہے ۔ بیشک یہ ایک دقیق مسئلہ ہے ۔ لیکن ہم اپنے ارد گرد کی اشیاء کو دیکھ کر اور مختلف ارتقائی منازل طے کرتے اور ان کے مجموعی تجارب کی بناء پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں ۔ کہ موجودہ زندگی ہماری آخری منزل نہیں ہے قرآن پاک اس کا بہت ہی روشن طریق پر ذکر کرتا ہے ۔ وہ ہماری توجہ ابتداء سے آفرینش کی طرف مبذول کرتا ہے اور زمین و آسمان کی تخلیق کا ذکر کرتا ہے ۔ کہ وہ سات ۱ یاما میں واقع ہوئی ۔ اور اس سے کوئی مقصد حل ہوتا ہے ۔ جسے اب جہلاء کے نام سے پکارتے ہیں ۔ وہ پہلے نماز دب اور بخارات سے پر تھی ۔ جب ایک نمازآلودہ مادہ نے مجتمع ہو کر جوش آگ کے گرم تھا زمین کی شکل اختیار کر لی ۔ زمین اور آسمان اس وقت ایک بند چیز تھے ۔ اور انمیں بہت سی غیر مرتب اشیاء موجود تھیں ۔ اس کے بعد پانی آیا ۔ اور اس نے بند صندوق کو کھولا

سائنس کہتا ہے۔ کہ تمام کائنات اٹل قوانین کے پھندے میں جکڑی ہوئی ہے جو بظاہر متضاد ہوں۔ لیکن در اصل اگر کوئی منتظم اور حکیم مؤثر ہو تو نہایت ہم آہنگی سے کام کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ کائنات میں نظم اور ارتقاء یہ دونوں باتیں عقل علم اور قدرت مطلقہ کے ماتحت پائی جاتی ہیں۔ اسی کی بدولت ماہرین علم الحیٰوۃ نے اپنے سابقہ ملحدانہ عقاید ترک کرکے، خدا کو مدبر الامور تسلیم کر لیا۔ لیکن یہ کس قدر عجیب ہے، کہ یہاں بھی قرآن مجید نے سائنس کی تحقیقات جدیدہ کو پہلے ہی سے بیان کر دیا ہے۔ منجملہ دیگر امور کے الکتاب ان حقائق کا بیان بھی کرتی ہے۔ اور یہ اور بھی حیرت انگیز بات ہے۔ کہ لفظ رب ان تمام حقائق کا حامل ہے۔ جملہ رب العالمین سے پہلے لفظ الحمد واقع ہے۔ جس کے معنے ہیں تعریف، توصیف حمد و ثناء اور اس کے علاوہ اطاعت کے معنے بھی ہیں۔ کیونکہ جب ہم حمد و ثناء کرتے ہیں تو گویا اپنے آپ کو خدا کے مقرر کردہ قوانین کا مطیع قرار دیتے ہیں۔ اور اسلام کے لفظی معنے بھی گردن نہادن ہی ہیں۔ یعنی قرآنی جملہ مذکورہ نہ صرف خدا پر ہمارا اعتقاد ظاہر کرتا ہے۔ بلکہ ہمارے عقیدہ حیات یعنی مذہب کا علمبردار بھی ہے۔ یعنے اسلام اطاعت اور فرمانبرداری کا دوسرا نام ہے۔ اگر خدا نے فعل تخلیق کو قوانین کے ماتحت رکھا ہے۔ تو ہماری زندگی اور ترقی سب کی سب انہی قوانین کی متابعت پر منحصر ہے بغیر اُن کی اطاعت کے ہم ایک لمحہ کیلئے بھی زندگی بسر نہیں کر سکتے۔ لیکن ہم جملہ قوانین فطرت سے آگاہ نہیں ہیں۔ لہذا ہماری رہنمائی کیلئے وحی الٰہی کا نزول ضروری ہے +

قرآن مجید فرماتا ہے۔ کہ ہر نبی ایک ہی پیغام لے کر آیا۔ اور ان سبھوں نے یہی تعلیم دی کہ اللہ یا رب کی اطاعت کرو۔ اگر اللہ ہی تمام قوانین کا منبع ہے اور رب تخلیق اور تربیت کے طریقے بتاتا ہے۔ تو ہم ان قوانین سے غافل نہیں رہ سکتے یہی وہ مذہب ہے، جس کا قرآن پاک ذکر کرتا ہے۔ اور اس کا مفہوم ظاہر ہے +

جملہ زیر بحث "الحمد للہ رب العلمین" اس مذہب کی نوعیت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے، جس کی پیروی ہم پر فرض ہے۔ سائنس اور قرآن دونوں

مختلف تعلیمات کا خلاصہ ہی نہیں ہے۔ بلکہ اپنے دعاوی پر بہترین دلائل بھی رکھتی ہے۔ جس میں خدا کا ذکر کیا گیا ہے۔ جس کو "رب" کے نام سے پکارا گیا ہے۔ واضح ہو۔ کہ "رب" کا ترجمہ عموماً پالنے والا یا روزی دینے والا کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ دونوں لفظ عربی لفظ کے مفہوم کو پورے طور پر ادا نہیں کر سکتے۔ رب وہ ہے۔ جو نیستی سے ہستی کرتا ہے۔ اور مختلف اشیاء کو ترکیب دے کر نئی اشیاء بناتا ہے۔ اور ان میں صلاحیتیں ودیعت کرتا ہے۔ تاکہ وہ استعدادیں آئندہ چل کر بروئے کار آجائیں۔ وہ ہر شئے کے خواص سے واقف ہے۔ اور انکو اپنی مرضی کے مطابق کرنا جانتا ہے۔ تاکہ وہ اپنے ارادہ کی تکمیل کر سکے۔ اور وہ ان اندازوں کو معین کرتا ہے جن کے مطابق اشیاء باہمدگر امتزاج قبول کر کے نئی اشیاء برپا کر سکتی ہیں۔ وہ اشیائے کائنات کا منتظم ہے۔ وہ ارتقائے کائنات کیلئے قوانین وضع کرتا ہے۔ اور اشیائے کا ارتقائی منازل کی شاہراہ پر ڈالتا ہے۔ قرآن میں جب لفظ رب مستعمل ہوتا ہے۔ تو وہ ان تمام معانی کا حامل ہوتا ہے۔ اور ان معانی کی تائید عربی لغات اور ادب جاہلیہ دونوں سے ہوسکتی ہے۔ علاوہ بریں فطرت کے جملہ مظاہر اسبات پر شاہد ہیں۔ کہ صانع فطرت ان تمام صفات کا حامل ہے۔ طریق تخلیق کے مطالعہ میں سائنٹیفک تحقیقات اب ان عناصر سے آگے بڑھ گئی ہے۔ جن کو کسی زمانہ میں کائنات کا باعث یقین کیا جاتا تھا۔ اب تو سائنس کے سامنے "ایتھر" کا عقدہ لاینحل موجود ہے۔ اور اس ایتھر سے روشنی کی شعاعیں مسلسل صادر ہو رہی ہیں۔ اور یہ شعاعیں فی الفور عالم صبابی میں مبدل ہوتی جاتی ہیں۔ جس سے سالمات پیدا ہوتے ہیں۔ ان بے شمار سالمات سے عناصر ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اور امتزاج اور اجتماع کا یہ طریق عمل مقررہ قوانین کے ماتحت مسلسل جاری ہے۔ حتیٰ کہ اثیری مواد سے انسانی دماغ کی خلیات مرکب اور مرتب ہو جاتی ہیں۔ اور اس سے وقوف اور شعور پیدا ہوتا ہے۔ سائنس بھی قرآنی تعلیم کا مؤید ہے۔ کہ ابتدا ہی میں اشیاء مقدر اور معین ہو جاتی ہیں۔ اور تدریجی ارتقائی منازل میں وہ خواص ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ القصہ سائنس نے فطرت میں پہلے بہت سی باتیں مشاہدہ کیں۔ تب جاکر علت مدرکہ اولین کی ہستی پر اعتقاد ظاہر کیا۔

قرآن مجید ایک معجزہ ہے

بقلم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مدّظلہٗ

کتاب مقدس کے کئی اعجازی خصائص ہیں۔ جن کو مدّنظر رکھنا ضروری ہے۔ تمام مذہبی کتابوں میں یہ کتاب اپنے مقصد میں سب سے زیادہ کامیاب رہی ہے۔ اس کتاب نے سب سے پہلے ان لوگوں کی اصلاح کی جو حیوانیت کے کنارے پر کھڑے ہوئے تھے۔ اور انھیں ادنےٰ حالت سے تہذیب و تمدن کے بلند ترین مقام پر پہنچا دیا۔ اور یہ تبدیلی اس قدر قلیل عرصہ میں پیدا ہوگئی جس کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ اس کتاب نے دنیا کے بڑے حصہ کی قسمت پلٹ دی۔ اور اس کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے لیا۔ اور باقی ماندہ حصہ کو تہذیب کے صحیح راستہ پر ڈال دیا۔ یہ کتاب ہنوز بنی نوع آدم کیلئے منبع حسنات ہے۔ اور اعلےٰ ترین خیالات کی تعلیم دیتی ہے۔ مثلاً توحید باری جمہوریت اور اخوت عامہ۔ اگرچہ یہ کتاب انسانیت کے تمام اہم مسائل کا صحیح حل عطا کرتی ہے۔ اور زندگی کے ہر شعبہ میں رہنمائی کرتی ہے۔ تاہم یہ کتاب معجزانہ طور پر مختصر ہے۔ تمام تعلیمات صرف ۶۶۶۶ آیات میں سما گئی ہیں +

ہم کو اس کتاب کی ایک سورت میں کئی ابواب کی برابر اور ایک آیت میں کئی سورتوں کی برابر معلومات مل سکتی ہیں۔ اور اس کا ایک ایک لفظ معانی اور حقائق کا خزانہ ہے۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ اس کتاب میں کسی جگہ تحکمانہ رنگ نہیں پایا جاتا کیونکہ ہر عقیدہ کیلئے دلائل اور براہین مہیا کئے گئے ہیں۔ اور یہ کتاب اپنی صداقتوں کی تائید میں حقائق فطرت کو پیش کرتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسکے ابتدائی الفاظ اپنے اندر زبردست حقائق پوشیدہ رکھتے ہیں۔ وہ یہ ہیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ یعنی تمام تعریفیں اُس خدا کیلئے ہیں۔ جو سب جہانوں کا رب (پالنے والا اور پرورش کرنے والا) ہے۔ یہ آیت

[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

اور یہ طریق تبلیغ کم خرچ اور مفید ترین ثابت ہوا ہے۔ مسلم بھائی جن جن لائبریریوں میں یہ رسالہ بھجوا دینگے تو اسے ہزاروں غیر مسلم پڑھینگے۔ اور پڑھنے والوں میں سے کوئی مسلمان ہو گیا۔ جیسا کہ آئے دن ہوتا رہتا ہے۔ تو اس کا ثواب وہ مسلم بھائی خود علماء دین سے دریافت لیں +

لائبریریوں میں رسالہ اسلامک ریویو کی مفت اشاعت کی سکیم کو روبراہ کرنے میں متعدد مسلم بھائی ہمارے ممد و معاون ہیں۔ جنمیں سے جناب علی احمد خان صاحب بی۔ اے مکینیکل انجینیر ڈیرہ نواب صاحب کا نام نامی قابل ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں اجر عظیم عطا فرمائے۔ وہ اپنی طرف سے ہر ماہ بیس نئی لائبریریوں کے نام رسالہ اسلامک ریویو مفت جاری کرنے کے لئے امداد فرماتے رہتے ہیں اس کار خیر میں آپ کی مخلصانہ مساعی دیگر مسلم بھائیوں کیلئے قابل اتباع ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے۔ کہ دوسرے مسلم بھائی بھی اُن کی طرح اس کار خیر میں ہمارا ہاتھ بٹا کر داخل حسنات ہوں +

خادم۔ خواجہ عبد الغنی

سکرٹری دی مسلم مشن ووکنگ اینڈ لٹریری ٹرسٹ۔ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ۔ لاہور

ضروری نوٹ:۔ ووکنگ مشن ٹرسٹ سے متعلق جملہ ترسیل زر بنام جناب فنانشل سکرٹری دی مسلم مشن ووکنگ اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل۔ برانڈرتھ روڈ لاہور ہونی چاہئے +

گوشوارہ آمد و خرچ دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ لاہور بابت ماہ ستمبر ۱۹۳۱ء

تفصیل آمد	نمبر شمار	رقم آمد (ہندوستان و انگلستان) پائی	آنہ	روپیہ	تفصیل خرچ	نمبر شمار	رقم خرچ (ہندوستان و انگلستان) پائی	آنہ	روپیہ
آمد مشن۔ ریویو و کتب	۱؎	۹	۱۰	۲۲۱۲	خرچ ووکنگ مسلم مشن انگلستان و لاہور	۱؎ تا ۴؎	۱۰	۱۳	۳۳۱۵
آمد برائے مفت تقسیم اسلامک ریویو	۲؎	۰	۸	۱۸۷					
آمد ریزرو فنڈ	۳؎	۰	۰	۵	خرچ ریزرو فنڈ	۵؎		۸	۶۷
میزان آمد	۰	۹	۲	۲۴۱۰	میزان خرچ	۰	۱۰	۵	۳۳۸۳

دستخط۔ فنانشل سکرٹری دی ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل لاہور

نوٹ:۔ حال ہی میں دین کی اشاعت کے دلدادہ ایک مسلم بزرگ نے مفت اشاعت اسلامک ریویو کیلئے یکصد پونڈ اور اسلام اینڈ مسلم پریئر کی طباعت چہارم کیلئے یکصد پونڈ مسجد ووکنگ میں بھیجی ہے۔ سکرٹری

اسلام کی مغرب میں عظیم الشان کامیابی

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی جو گذشتہ اٹھارہ سال سے مغربی دنیا میں عیسائیت کے انہدام میں مصروف عمل تھا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر و احسان ہے۔ کہ اس کی پیہم مساعی مثمر ہو گئیں نخلِ عیسائیت جس کی جڑیں سرزمین مغرب میں کامل طور سے مضبوط ہو چکی تھیں۔ آج وہ جڑھ سے اکھڑ گئیں۔ جن گرجاؤں میں آغاز اجرا اسلامک ریویو ۱۹۱۳ء میں چہل پہل رہتی تھی۔ اور تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ آج وہ تقریباً خالی ہیں۔ رسالہ مذکورہ کے مسلسل مطالعہ سے سیکڑوں کی تعداد میں انگریزی قوم حلقہ بگوش اسلام ہو چکی ہے۔ اس اسلامی مجلہ کو مغرب و امریکہ کی ہزاروں مختلف لائبریریوں میں لکھوکھا انسان مسلسل مطالعہ کرتے ہیں۔ اور ان میں اکثر اعلانِ اسلام کرنے کے بغیر ہی عقاید اسلامی کو اپنے معتقدات میں شامل کر چکے ہیں۔ گویا ۱۹۳۱ء میں نصف کے قریب مغربی دنیا نے عقاید عیسائیت کو چھوڑ دیا ہے۔ اب وہ نئے عقائد کی فکر میں ہیں۔ اور یہ وقت ہے۔ کہ ہم انھیں ضروری لٹریچر بھیج دیں۔ ہم چاہتے ہیں۔ کہ کم از کم پانچہزار کاپی اس وقت مغرب میں اسلامک ریویو کی مفت تقسیم ہو۔ تین ہزار کاپی تو مغرب کی لائبریریوں و کتب خانہ کو مسلم بھائیوں کی طرف سے مفت جائے اور دو ہزار کاپی ان فضلائے مغرب اور فرقہ جدیدین (ماڈرنسٹ طبقہ) کو بھیجی جائے۔ جو عیسائیت سے بیزار ہو چکے ہیں۔ اور کسی جدید مذہب کے متلاشی ہیں۔ ہمارا پچھلا تجربہ ہے۔ کہ یہ کام از بس سرسبز ہو کر رہیگا۔ اگر پانصد مسلم احباب اس کار خیر کی پیدا شدہ مذہبی فضا کے ماتحت اہمیت کو محسوس کریں۔ اور ان میں ہر ایک کم از کم اسلامک ریویو کی دس کاپیاں مغرب میں مندرجہ بالا طریق پر مفت تقسیم کرنے کے قابل ہیں کر دے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ بمقصد اشاعت اسلامک ریویو کا سالانہ چندہ ۵ روپے ہو گا اگر پانصد مسلم احباب فی کس ۵۰ سالانہ یعنی دس کاپیاں ہر ماہ مفت تقسیم کی ذمہ داری لے لیں تو پانچہزار ریویو کی کاپیاں ۱۹۳۲ء میں مغرب میں مفت تقسیم ہو سکتی ہیں۔ ہم مغربی لائبریریوں میں کئی سالوں سے اسلامک ریویو مفت بھیج رہے ہیں۔ جسے پڑھ کر لوگ کثرت سے مسلمان ہوگئے ہیں

[illegible]

اور آج تو عادتیہ اخلاق کے علاوہ بعض لوگ باطنی قوتوں میں صاحب تجربہ ہونے کے مدعی ہیں۔ چنانچہ کُل اہل کتاب اُن قوتوں میں سے بعض کے مالک انبیاء علیہم السلام کو مانتے ہیں۔ اب اگر یہ باطنی استعدادیں ہم سب میں ہیں جن کے وجود کا ایک ادنیٰ ثبوت صحیح خوابوں کے ذریعہ ہو جاتا ہے۔ تو پھر اُن کا ظہور اتم ایک آئندہ زندگی کو چاہتا ہے۔ قرآن کریم نے تو قریب قریب اپنے مہتم بالشان امور کو اسی مسئلہ ارتقاء کے ذریعہ ثابت کیا ہے۔ جس کی تشریح میں انشاء اللہ جدید شرح قرآن میں کروں گا +

اب میں خان صاحب کے استفسار کی طرف آتا ہوں۔ قرآن کریم کے مطالعہ سے امور ذیل نظر آتے ہیں

(اول) الٰہی قدرت نے سب سے اوّل نُور کو پیدا کیا۔ اور نُور سے ہی زمین و آسمان بنے۔
(دوم) مختلف رنگ خدائے تعالیٰ قدیم نے پیدا کئے۔ جن میں سے سب سے اوّل پیدا شدہ نُور نے سیاہ رنگ کو اختیار کیا۔ یہ استدلال جو ایک طرح نص صریح ہے حضرت محی الدین ابن عربی نے بھی کیا ہے۔ یعنی جس صورت میں حسب تعلیم اسلام کُل کائنات اسماء حسنٰے کا ظہور ہے۔ تو سب سے پہلا اسم جو نظر آتا ہے۔ وہ الباطن ہے۔ یعنی وہ وقت جب کہ سب کچھ بطن میں تھا۔ اور الظاہر کے اظلال میں نہ آیا تھا۔ سو لازمی امر ہے۔ کہ نُور کا پہلا رنگ سیاہ تھا۔ چونکہ یہی رنگ الباطن کے مناسب حال ہے (سوم) سب سے پہلے سماوی دُنیا ترتیب میں آئی۔ اس کے بعد زمین بنی (چہارم) سماوی دُنیا کی روشنیاں جیسا اُوپر بیان ہوا زمین میں باعث حمل ہوئیں۔ جس سے آخر انسان بنا +

اب اگر ابتداء رنگوں سے ہوئی۔ اور رنگوں میں سے پہلا رنگ سیاہ تھا۔ اور اس کے سوائے چھ رنگ اور ہیں۔ اور انہی کی ترکیب سے اجرام فلکیہ پیدا ہوئے۔ کیونکہ وہ نُور سے بنے ہیں۔ تو ظاہر ہے کہ اس نُور کے مفردات وہ رنگ ہیں۔ جو اپنے خواص (شکل) میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس سے یہ نظر آتا ہے۔ کہ جن تراکیب کے ماتحت نشأۃ کائنات ہوئی۔ وہ قوت کیمیائی سے ہوئی۔ قرآن کریم نے پیدائش کو صفت خلق سے وابستہ کیا ہے۔ خلق کا فعل ابتداء سے ابتداء میں ہوا۔ جیسے فقرہ خالق السموات والارض سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور خلق کے چار معنے قرآن نے بھی کئے ہیں۔ اور ایسا ہی لغت میں پایا جاتا ہے (۱) یعنی کسی چیز کی شکل تجویز کرنا (۲) اُن اجزا کو آپس میں ملانا جن سے وہ چیز پیدا ہو۔ کیونکہ خلق اُس پیدائش سے تعلق رکھتا ہے۔ جو مختلف چیزوں کے ملنے سے ہو۔ تیسرا اُن مقداروں اور قوانین کا تجویز کرنا جنہیں اجزاء صنعیہ مل کر پیدائش کا ایک راہ اختیار کرلیں (۴) ہر چیز کو تکمیل تک پہنچانا۔ چونکہ خلق ابتدا ہی ہے

حیات بعد الموت کے ساتھ ساتھ ہی حشر اجساد ۔ خلقِ جدید اور اُس کی کیفیت کے مسائل بھی سامنے آجاتے ہیں ۔ دُنیا ان صداقتوں کے ثبوت میں عقل اور علم کو چاہتی ہے ۔ قیامت کے مُنکرین تو مسیح کے وقت صدوقی پیدا ہوگئے تھے ۔ چُنانچہ ایک صدوقی نے آپ سے قیامت کا ثبوت بھی چاہا ۔ لیکن جو جناب مسیح نے جواب دیا ۔ وہ کوئی علمی جواب نہیں ۔ اور نہ کوئی اُسے آج تسلیم کرسکتا ہے ۔ یعنی آپ نے فرمایا ۔ کہ اسرائیلی اپنے آپ کو حضرت ابراہیم کا بیٹا قرار دیتے تھے ۔ پھر موت کے بعد اگر حضرت ابراہیم زندہ نہیں تو پھر اُن کی اولاد کیسے ہوسکتی ہے؟ الغرض ان حقائق کا عقلی ثبوت قرآن سے پہلے کسی الہامی کتاب میں نظر نہیں آتا ۔ قرآن کریم نے اس امر کے ثبوت میں نظریہ ارتقاء کو پیش کیا ہے ۔ انسان کی پیدائش کو نشاۃ کائنات کی اول منزل سے لے کر ایک بالغ منزل قرار دیا یعنی جس طرح نجوم کی روشنیاں مختلف شکلیں بدلتی بدلتی انسانی ہیولے میں آ جمع ہوئیں ۔ جہاں پر انہیں نفس سے موسُوم کیا گیا ہے ۔ اس اصُول پر نفس نے آگے بھی کئی منازل طے کرنی ہیں ۔ جنہیں حیات بعد الموت سے تعلق ہے +

مسئلہ ارتقاء کے ماتحت ہر ایک چیز کی آخری منزل ارتقاء وہ ہوتی ہے ۔ یا با الفاظ دیگر اسکی حیات اُس وقت منقطع ہو جاتی ہے ۔ جبکہ اس کے اندر کے ودیعت شدہ خواص کُل کے کُل نشوونما پاجائیں ۔ ترقی کن جوہر خواہ مختلف منازل ہی سے گُذرے ۔ لیکن اس کا سفر اس منزل تک جاری رہیگا جب تک اُس کے کُل کے کُل خواص مکمل طور پر ظاہر نہ ہو جائیں ۔ اسی بحث کو قرآن کریم نے کئی موقعوں پر اُٹھایا ہے ۔ چُنانچہ سُورۂ اعلیٰ کی پہلی پانچ چھ آیتیں بھی یہی بیان کرتی ہیں کہ انسانوں کے مخفیہ قوے کا ظہور ہی آیندہ زندگی کو چاہتا ہے ۔ پس ظاہر ہے ۔ کہ قوئے باطنیہ چھوڑ تمام انسانوں میں عامہ استعداد بھی کامل نہیں ہوتی ۔ جن اخلاق کا ظہور زید و بکر میں ہوتا ہے اُس کا نام ونشان بھی خالد میں نہیں ہوتا ۔ حالانکہ اسمیں بھی یہ ساری استعدادیں موجود ہوتی ہیں ۔ اور

سلہ سبح اسم ربک الاعلیٰ ۔ الذی خلق فسوی ۔ والذی قدر فھدی ۔ والذی اخرج المرعی فجعلہ غثاءً احوی ۔ آیات بالا میں پہلی تین آیتیں تو ہر ایک چیز کی ارتقائی منازل کا ذکر کرتی ہیں لیکن چوتھی آیت میں نشو بحیثیت نباتات کی مشارفت ہے ۔ جو منازل مذکورہ بالا میں سے گذر کر ختم ہو جاتی ہیں ۔ ان کا مل ہونے کے بعد ان پر ہلاکت وارد ہوتی ہے ۔ لہذا انسان ہلاک نہیں ہوسکتا ۔ جب تک اس کے قوے کی تکمیل نہ ہو جائے اور وہ حیات آیندہ کو چاہتی ہے ۔ چنانچہ اس سُورۂ شریف کے اخیر میں والآخرۃ خیرٌ وابقیٰ ہے +

[illegible]

young burgess

young burgess

کو بھی پورا نہیں کرتے۔ اس لئے انہوں نے مذہب سے انکار کر دیا ہے۔ میں اپنے ایام علالت میں خصوصاً ان گذشتہ پندرہ ماہ میں کتاب حکیم کو اس نگاہ سے دیکھتا رہا۔ اور اب میں نے ارادہ کیا ہے۔ اور یکم جنوری کو علمی زاویۂ نگاہ کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کی شرح لکھوں۔ جو سردست تو "اسلامک ریویو" میں اور اس کا ترجمہ رسالہ

"اشاعت اسلام"

میں شائع ہو۔ اور اس میں انھیں حکماء کو حقائق قرآن کی طرف متوجہ کیا جائے۔ یہ حسن اتفاق ہے کہ جو مضمون میں نے "الہام ایک ضرورت حقہ ہے" کے عنوان کو "ریویو" کے جنوری نمبر کیلئے لکھا ہے۔ اس میں ایک حد تک مسئلہ ارتقاء پر بھی بحث کی ہے۔ دوسرا مسئلہ نشأۃ کائنات طبعاً محولہ بالا شرح قرآن مجید میں آنا چاہئے۔ وہاں میں کسی قدر وسعت کے ساتھ اس مسئلہ پر لکھونگا۔ لیکن میں عزیز مکرم کو کل کا حوالہ دینا نہیں چاہتا۔ اور ان کی خواہش کے مطابق ذیل کی سطور لکھتا ہوں :۔

"نظریہ ارتقاء"

حکیم سپنسر کی تحقیق کے بعد یہ مسئلہ کچھ اس قدر مقبول ہوا ہے۔ کہ دنیا کے بہت سے حقائق اور کئی ایک لاینحل مسئلے اسی نظریئے کی روشنی میں حل کئے گئے ہیں۔ اس مسئلہ کا موجد تو حکیم ڈارون سمجھا گیا ہے جس نے بڑی تحقیق و تدقیق کے بعد مخلوقات کو مختلف چیزوں کی باہمی امتزاج کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ اس کے نزدیک انسان کی پیدائش کا باعث وہ امتزاج انواع مختلفہ ہوا ہے۔ جس کے ماتحت مختلف جانور دوسرے جانوروں سے مباشرت زوجیت میں آکر نئی نئی مخلوق کی تولید کا موجب ہوتے چلے آئے ہیں۔ یعنے ہر نیا پیدا شدہ جانور کسی اور جانور سے جا ملا۔ اور اس سے ایک اور نوعِ حیوان پیدا ہوئی۔ اسی طرح سے بندر پیدا ہوا۔ جس کی نوعیت نے مختلف ہیولے اختیار کئے۔ آخر کار بندر ایک بالغ جانور کی صورت میں ظاہر ہوا۔ جسے اورنگیٹانگ کہتے ہیں۔ میں نے اس نسل اورنگیٹانگ کا ایک فرد لندن کے چڑیا خانہ میں دیکھا۔ جو بہت حد تک شکل میں انسان سے ملتا ہے۔ اس کی دم بھی بہت مختصر سی ہے۔ حرکات بھی کچھ اسی قسم کی ہیں۔ سیدھا چل سکتا ہے لیکن نہ قوت نطق اس میں ہے۔ اور نہ اس کا مدرکہ انسانی نفس ناطقہ کی طرح مختلف ادراک بلوغت اور کمالات پر مشتمل ہے۔ حکیم موصوف کا خیال ہے کہ اورنگیٹانگ کے بعد ایک دو اور نسلوں میں سے ہو کر انسان نے موجودہ شکل اختیار کی ہے۔ لہٰذا حکیم ڈارون کی یہ تحقیق نہایت دلچسپ معلوم ہوتی ہے۔ یہاں غربیت زدہ ممالک میں اس مسئلہ کو کچھ ایسی گردش مل گئی ہے۔ کہ وہ اس کی صداقت پر ایمان لائے۔

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

یہ بھی لازم ہے۔ کہ ہمیں اُن اندازوں سے آگاہ کرے +

اِسلامی عقاید

پس مُسلمانوں کا عقیدہ ہے۔ کہ ایسے اندازے خُدا کی طرف سے آتے ہیں قانُون شرعی میں غلط اندازوں کو جرائم قرار دیا جاتا ہے۔ اور پھر جُرم کی سزا ایک ضروری بات ہے تاہم قانون ہمیں سزا دینے کے لئے نہیں آیا۔ بلکہ گناہوں سے بچانے کیلئے پس شریعت کو ہم سزا کا پیغام نہیں کہہ سکتے محض اس بناء پر وہ ہمیں سزا سے آگاہ کرتی ہے لیکن پولوس نے شریعت کو ایسا ہی سمجھا۔ وہ عیسائیت کو رومن مذہب میں رنگین کرنے کے جوش میں تھا۔ اور اس لئے مُتضاد خیالات کا شکار ہو گیا۔ اس نے خُدا کی برکت یعنی شریعت کو بدنام کیا۔ تاکہ وہ مشرکانہ عقیدہ یعنی خون سے نجات کو یسوع کے سادہ مذہب میں داخل کر سکے۔ حالانکہ یسوع کا مذہب کچھ نہیں تھا۔ مگر پابندی شریعت یعنی اسلام۔ غرضیکہ مذکورہ بالا تقدیر الٰہی پر ایمان رکھنا مُسلمان کا عین مذہب ہے۔ دوسرے عقاید مفصلہ ذیل ہیں :۔

(۱) اللہ خالق قانُون (۲) ملائکہ عاملان قانُون (۳) کُتب ضوابط قانون (۴) انبیاءؑ حاملان قانون (۵) معاد جبکہ جزا و سزا بموجب قانُون مرتّب ہوگی (۶) حشر و نشر جبکہ ہم قبروں سے دوبارہ زندہ ہو کر اُٹھینگے اور زندگی کا نیا دور شروع ہوگا +

قرآن مجید ناشر العلوم ہے

تمام کائنات پر قوانین الٰہیہ کی حکومت ہے۔ اور الکتاب کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے اندر قوانین کی مُتابعت کی رُوح پیدا ہو جائے۔ قانون سے ناواقفیت قدرتی طور پر تکلیف کا باعث ہوگی۔ اور ہماری زندگی میں اختلال رُونما ہو جائیگا۔ اور ہماری قوتیں ترقی کرنے سے رہ جائینگی لیکن علم ہم کو ان دُشواریوں سے نجات دے سکتا ہے۔ پہلی وحی نے جو آنحضرت صلعم پر نازل ہُوئی جبکہ نبوّت کی چادر آپ کے کاندھوں پر ڈالی گئی اسی بات کی تصدیق کی تھی (۹۶ : ۳ تا ۶) وہ اس لئے آئی۔ کہ انسان کو اس منزلت پر فائز کرے جس کا وہ مستحق ہے۔ اس میں اس بے ضابطگی کا بھی ذکر ہے۔ جو انسان کی راہ ترقی

معذور ہیں کہ اُن میں انفرادیت کی حس موجود نہیں لیکن ہم ایسا نہیں کر سکتے یہ مسئلہ کا دوسرا پہلو یہ ہے ۔ کہ بذاتِ خود کوئی شے بُری نہیں ہے ۔ اس کا غلط استعمال اُس کو بُرا بنا دیتا ہے ۔ بُرائی خدا کی طرف سے نہیں آتی ۔ بلکہ جب ہم اشیاء کا غلط استعمال کرتے ہیں تو بُرائی پیدا ہو جاتی ہے مثلاً درد دُور کرنے میں افیون مجرب ہے ۔ لیکن اگر کافی سے زیادہ مقدار میں کھائی جائے تو زہر ہو جائیگی ۔ فطرت میں ہر شے مفید اور بابرکت ہے لیکن جب اس کا غلط استعمال کیا جائیگا ۔ تو وہ لعنت ہو جائیگی ۔ ہمارے جذبات کا بھی یہی حال ہے موقع کے لحاظ سے وہ نیکی یا بدی بن جاتے ہیں ۔ ایک طریق پر انسانی جماعت کو ان سے فائدہ پہنچتا ہے ۔ دوسرے طریق پر نقصان ۔ پس نیکی اور بدی ایک ہی شئے کے مختلف اندازوں کا نام ہے ۔ اشیاء میں ذاتی خواص موجود ہیں ۔ اور وہ ظاہر ہوتے ہیں ۔ لیکن موقع اور محل انھیں اچھا یا بُرا بنا دیتا ہے ۔ آگ میں جلانے کی خاصیت ہے جو چیز ڈالو گے جل جائیگی ۔ صحیح طریق پر استعمال کرو ۔ بہت مُفید ہے لیکن اس کا غلط استعمال کس قدر تباہ کُن ہے !

بیشک تجربہ ہم کو اشیاء کے استعمال کا طریق سکھا دیتا ہے ۔ اور مادی دُنیا میں یہ ایک عام مشاہدہ کی بات ہے لیکن رُوحانی عالم میں ہم تجربہ نہیں کر سکتے ۔ خدا تمام اشیاء کا خالق ہے ۔ لہٰذا خیر و شر بھی اُس کے اقتدار سے باہر نہیں ہیں اور اس نے ہر شئے کو ایک اندازہ پر بنایا ہے ۔ کہ فلاں حد تک یہ شے مفید رہیگی اور اُس کے بعد مضر ہو جائیگی ۔ انہی اندازوں کو قوانین کے نام سے موسوم کیا گیا ہے ۔ عام طور پر قانون کے یہی معنی ہیں ۔ اس کا مقصد یہ ہے ۔ کہ ایک خاص اندازہ کو جائز اور دوسرے کو ناجائز قرار دے ۔ اور کُل کائنات اسبات پر گواہی دے رہی ہے ۔ جب اشیاء کو مقررہ اندازوں میں ملایا جاتا ہے ۔ تو وہ خاطر خواہ نتیجہ دیتی ہیں ۔ اور معملوں کی روزمرہ کارروائی اس پر شاہد ہے ۔ الہام ربانی ہم کو اُن چیزوں کے متعلق آگاہی دیتا ہے ۔ جن کا حال ہمیں کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا تھا ۔ اگر خدا نے اشیاء کو خلق کیا ۔ اور انھیں ایک اندازہ پر بنایا تو پھر اس پر

قرآن میں اس کی طرف منسوب کئے گئے ہیں۔ بعض اوقات ہم ان محرکات کے زیر اثر آکر غلطی کر بیٹھتے ہیں۔ جن کو قرآن میں "خناس" کہا گیا ہے۔ یہ خواہ آدمیوں سے سرزد ہوں یا عالم بالا سے۔ غیر مرئی ہونا ان کے عدم پر دلالت نہیں کر سکتا۔ ہم بہت سی ایسی چیزوں کو مانتے ہیں۔ جن کو آنکھ سے نہیں دیکھ سکتے۔ اگر برائی کی جانب ترغیب ابتدا سے موجود رہی ہے۔ اور اگر برائی پیدا اسی وقت ہوتی ہے۔ جبکہ ہم اپنی قوتوں کا غلط استعمال کرتے ہیں۔ تو پھر اس کا وجود ان کے وجود کے ساتھ ساتھ ہے۔ اگر آدم پہلا انسان ہے۔ تو اس کا بہکانیوالا بھی جنت میں اس کے ساتھ ضرور ہوگا۔ اگر ہر شے برائی کے ماتحت آسکتی ہے۔ تو پھر اگر قرآن نے ہمیں شیطان سے متنبہ کیا ہے۔ کہ وہ ہر جگہ موجود ہے۔ تو ایک بڑی حقیقت کا انکشاف کیا ہے۔ سائکولوجی میں مسلم ہے۔ کہ قلب انسانی تمام افعال کا محرک ہے۔ خواہ وہ اچھے ہوں یا برے پس آنحضرت صلعم کی یہ حدیث محل ضحک نہیں ہو سکتی۔ کہ بعض اوقات شیطان ہمارے دلوں پر حکومت کرتا ہے۔ لیکن جو لوگ قوانین الٰہیہ کے پابند ہیں شیطان ان پر تصرف نہیں کر سکتا۔ قرآن میں ایک جگہ لکھا ہے۔ کہ جو لوگ اللہ کو یاد نہیں کرتے ان کا ساتھی شیطان ہو جاتا ہے۔ اور وہ بہت برا ساتھی ہے (۴ / ۳۸)

مسئلہ خیر و شر

لیکن انکتاب ہماری بد اخلاقیوں کو ایک اور چیز سے منسوب کرتی ہے۔ اور یہ ہے ہمارا امیلان بالسّوء گویا کل مسئلہ ہماری تعریف خیر و شر پر منحصر ہے۔ برائی کی تخلیق نے انسان کو شروع سے الجھن میں ڈال رکھا ہے۔ لیکن قرآن مجید نے اس مسئلہ کا بھی حل کر دیا۔ وہ کتاب جو اس لئے آئی کہ ہماری قوتوں کو صحیح راستہ پر لگا دے۔ ضرور ہے کہ ان باتوں سے آگاہ کرتی جو برائی کی طرف لے جاتی ہے۔ کیونکہ برائیوں سے تمام خوبیاں مٹ جاتی ہیں۔ کائنات میں ہر شئے کسی نہ کسی فائدہ کیلئے بنائی گئی ہے بشرطیکہ اس کا مخصوص اندازہ میں استعمال کیا جائے۔ مثلاً جو مقدار پانی کی اونٹ کیلئے معمولی ہے۔ وہ انسان کو مار ڈالنے کیلئے کافی ہے۔ پھر جانور بعض افعال بعض طریق پر کرتے ہیں۔ اگر ہم انکی اتباع کریں تو جرائم کے مرتکب ہونگے۔ دوسرے کا مال غصب کر لینا جانوروں میں ایک معمولی بات ہے۔ لیکن وہ اسلئے

امتیازی نشان ہوتا ہے۔ غرضکہ مختلف منازل میں سے گزر کر ہم آفاقی شعور کی منزل تک پہنچتے ہیں۔ جبکہ انسانی دماغ، الٰہی دماغ میں ضم ہو جاتا ہے +

لیکن اخلاقی اور روحانی ترقیات کے علاوہ ہماری ترقی کے دیگر ذرائع بھی ہیں ہمیں مختلف مادی علوم حاصل کرنے ہیں۔ اور ہر علم ہمارے سامنے ایک دنیا کھول دیتا ہے اور ہمارے اندر مذہب فلسفہ آرٹ شاعری اور دیگر جمالیاتی احساسات کے پیدا کرنے کی قابلیت موجود ہے۔ اور ہمیں اپنی مخفی قوتوں کو بھی بیدار کرنا ہے۔ کائنات کے مختلف شعبوں میں تحقیقات بھی کرنی ہے۔ اور یہ جملہ امور ایک مسلمان کی توجہ کا مرکز ہونے چاہئیں۔ اور اگر کوئی مذہب جو منجانب اللہ ہونے کا مدعی ہے۔ ہماری توجہ ان امور کی طرف مبذول نہیں کرتا۔ تو وہ مذہب کہلائے جانے کا مستحق نہیں ہے۔ اور وہ کتاب محض داستانِ پاستان ہے +

جنتِ آدم

فطرتِ انسانی ایک حیرت انگیز باغ ہے۔ اور وہ ہر قسم کے درختوں سے جن میں مختلف ذائقوں کے پھل لگے ہیں پُر ہے۔ لیکن جو درخت صحیح طریق پر نہیں اُگتا وہ شجرِ ممنوعہ ہو جاتا ہے، جنتِ آدم دراصل خود آدم کی فطرت تھی جس میں نیکی کی بہت سی استعدادیں مخفی تھیں لیکن بُرائی کی استعداد بھی موجود تھی، اس کا قصہ، جیسا کہ قرآن مجید میں ایک تمثیلی رنگ میں دیا گیا ہے پورے معاملہ پر روشنی ڈالتا ہے اس میں انسان کو ایسے بلند مقام پر دکھایا گیا ہے۔ کہ وہ فرشتوں کا مسجود ہے اور بفحوائے قرآن یہ بلند ترین مرتبہ ہے۔ جو انسان کو حاصل ہو سکتا ہے۔ جبکہ وہ فطرت کا حاکم اور اس کے رموز کا واقف بن جاتا ہے۔ قصہ میں اس کے اخراج کا ذکر بھی ہے۔ جبکہ وہ صحیح راہ سے ہٹ جاتا ہے، اور یہ اس وقت ہوتا ہے۔ جبکہ وہ شجرِ ممنوعہ کا پھل کھاتا ہے۔ یعنی جبکہ وہ اپنے قوا کا استعمال غلط طریق پر کرتا ہے +

شیطان

ہم ایک اور ہستی کا ذکر بھی پڑھتے ہیں۔ جو اسی باغ میں ہے۔ جو انسان کو بہکاتا ہے۔ اور وہ شیطان ہے، شیطان کے متعلق ہمارا تصور خواہ کچھ ہی ہو، ہم اسے ایک مستقل وجود مانیں یا بُرائی کی روح قرار دیں یا خود اپنی گناہ کرنے کی صلاحیت کو شیطان سمجھیں، بہرحال ہم اُن مضر اثرات سے نابلد نہیں ہو سکتے جو

اس وقت تک تمام شعوری استعدادیں مخفی خزانہ کے طور پر دماغ میں جاگزیں ہوتی ہیں۔ باطنی طور پر خود دماغ ان کو ترقی کے لئے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔ اسلام سے پہلے فلسفہ اور مذہب دونوں نے اس معاملہ میں انسان کی کوئی رہنمائی نہیں کی۔ بلکہ دماغی ترقی کو صدیوں کیلئے روک دیا۔ قدیم زمانہ میں انسان کو کسی خوبی کا حامل نہیں سمجھا جاتا تھا۔ اور نہ اس دُنیا میں کسی خوبی کا اقرار کیا جاتا تھا۔ اور ہندو فلسفہ کی رُو سے تو کسی شے میں حقیقت کا پتہ نہیں جو کچھ نظر آتا ہے۔ یہ سب دھوکہ ہے اور انسانی مسرت انقطاع یا ترک دُنیا میں منحصر ہے۔ بُدھ مذہب کے نزدیک دُنیا تمام تر کلفت اور اندوہ کا سرمایہ ہے۔ اور انسانی نجات فنائے ذاتی پر موقوف ہے۔ زرتشتی مذہب نے خیر کے ساتھ شر کو بھی لازمی قرار دیا۔ اس مذہب کی رُو سے کائنات دو خداؤں کے قبضۂ اقتدار میں ہے۔ جن کا نام **یزدان** اور اہرمن ہے۔ یُونانی لوگوں میں انتقام پسند نیمسس کا تذکرہ عام تھا۔ اور یہ دُنیا اُن کا خیال تھا کہ اس کے ہاتھ میں مثل کھلونے کے ہے لیکن مغربی ممالک یُورپ میں کلیسائی الٰہیات تو سب سے چار قدم آگے بڑھ گئی۔ اسکی تعلیم یہ ہے۔ کہ گناہ ہماری سرشت میں داخل ہے۔ کیونکہ ہم سب گناہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے۔ کہ ایسی تعلیمات کی موجودگی میں انسانی ترقی ایک امر موہوم ہے +

بہر کیف ہندوستان میں برہمنی یا بُدھی فلسفہ کی طرف زیادہ اعتناء نہیں کیا گیا لیکن رفتہ رفتہ "مایا" کے نظریہ کی بدولت لوگ اس قدر غفلت آشنا ہو گئے۔ کہ انہوں نے اپنی حفاظت کا خیال ہی ترک کر دیا۔ نتیجہ یہ نکلا۔ کہ مفتوح ہو گئے۔ اگر مغربی کلیساء کو انسان کے اندر کوئی خوبی نہیں ملی تو عقلیت جدید نے اس کے برعکس نظریہ قائم کیا۔ یعنی اس کے رُو سے انسان غیر محدود قوتوں کا مالک ہے۔ یہ دونوں عقائد ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور ان سے بعض مضر نتائج پیدا ہوئے۔ آخر الذکر نے بقائے اصلاح کے اصول پر کاربند ہو کر جارحانہ اقدام کو جائز قرار دیا جس کی رُو سے ہر ذاتی مفاد کیلئے دوسروں پر دست حرص دراز

[illegible]

رسالہ اسلامک ریویو انگریزی کی خدماتِ جلیلہ

اس اسلامی مجلہ نے گذشتہ اٹھارہ سالوں میں اسلام کو اپنی اصلی شکل و صورت میں نہایت ہی جوانمردی دلیری بیباکی۔ اور جرأت سے یورپ میں پیش کیا ہے۔ اس نے عیسوی مذہب کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا ہے عیسائیت کی کمزوریوں و لغزشوں کو بے نقاب کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ یہ اسلامی رسالہ اسلام کے تمام پہلوؤں پر احسن طور سے روشنی ڈالتا رہا ہے۔ اس نے مغرب میں عیسوی مُناددوں کے دانت کھٹے کر دیئے ہیں۔ ان کے کذب و دجل کی قلعی کھول دی ہے۔ اب ان میں جملہ کی سکت نہیں۔ اس رسالہ نے اہل مغرب کے دل سے تمام غلط فہمیوں اور شکوک کو رفع کر دیا ہے۔ جو اسلام سے متعلق اہل مغرب کے دلوں میں سالہا سال سے گڑے چلے آتے تھے۔ اور جو اسلام کے خوبصورت و دلربا چہرہ کو بدنما کئے ہوئے تھے۔ رسالہ ہذا کے مسلسل مطالعہ سے اہل مغرب محاسن اسلام کی نشر و اشاعت کی آسان سی آسان۔ اور کم خرچ ترکیب ہے۔ مسجد ووکنگ کے چند کارکنوں کو اس قدر عظیم الشان کامیابی کبھی حاصل نہ ہوتی۔ اگر وہ اس طرح ریویو کی مفت اشاعت نہ کرتے۔ کیونکہ آجکل تقریر کی بجائے تحریر ہی تبلیغی مقاصد کے حصول کیلئے بہترین و آسان آلہ کار ہے۔ ہم میں اس قدر مالی استطاعت نہیں کہ ہم ہر ایک مقام پر مشنری بھیج سکیں۔ لیکن ایک جگہ بیٹھ کر ہم اسلامک ریویو کے ذریعہ دنیا بھر میں تہلکہ مچا سکتے ہیں۔ اسلامک ریویو دنیا کے تقریباً ہر گوشہ میں پہنچتا ہے۔ لیکن ایک محدود تعداد و حلقہ کے اندر کیا ہمارے مسلم بھائی اس ضرورت حقہ کو محسوس نہ کرینگے۔ اس رسالہ کا سالانہ چندہ عام خریداران سے ۸ عہ انگلستان امریکہ و یورپ کی لائبریریوں میں جو مفت تقسیم کرانا چاہیں۔ اُن سے

صہ روپے سالانہ +

خواجہ عبد الغنی سکرٹری ووکنگ مسلم مشن اینڈ لٹریری ٹرسٹ عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور

([illegible])

قسم کی مفت اشاعت پر ہی خرچ ہوگا۔ چنانچہ جس وقت بھی دو نئے خریدار پیدا ہوتے ہیں ہم ایک رسالہ مفت تقسیم کرتے ہیں۔ میں اس کتاب کے لئے یکم جنوری سے ریویو کے بیس صفحے وقف کر دوں گا۔ مسلم بھائی ریویو کی خریداری بڑھائیں وہ خود خریدا بنیں اوروں کو بنائیں۔ اسکی قیمت ساڑھے سات روپیہ سالانہ ہے۔ لیکن اگر کوئی دوست خریداری کے ماسوا یا الگ صرف پانچ روپیہ سالانہ بھیج دے۔ تو ہم ایک رسالہ اس غرض کیلئے مفت بھیج سکتے ہیں۔ اس امر کے لئے میں نے ایک اور راہ بھی نکالی ہے۔ آئندہ یکم جنوری سے رسالہ اشاعت اسلام (لاہور) اُردو کے نصف اوراق یعنی چوبیس صفحے اس مجوزہ قرآن کے حامل ہونگے۔ اس رسالہ کی قیمت ساڑھے تین روپے سالانہ ہے۔ اس اشتہار پر جو احباب رسالہ اشاعت اسلام کے خریدار ہوسکتے۔ ان کی خریداری کا منافع بھی اسی کام پر خرچ ہوگا +

اس خریداری سے ہمارے دوستوں کے پاس نہ صرف چار پانچ صد صفحے کی ایک کتاب ہی آجائیگی۔ جس میں بہتر سے بہتر لٹریچر ہوگا۔ بلکہ وہ ایک افضل کار خیر میں بھی شریک ہونگے۔ اشاعت اسلام ہر مسلمان پر واجب ہے۔ ہم مغربی کتب خانوں میں کئی سال سے اپنا ریویو مفت بھیجتے ہیں۔ جسے پڑھ کر لوگ کثرت سے مسلمان ہوئے ہیں۔ اب اگر ایک پانچ روپے بھیج کر کوئی مسلمان بھائی کسی لائبریری میں یہ رسالہ بھجوا دے تو اس کو توسینکڑوں پڑھینگے۔ پھر اگر پڑھنے والوں میں سے کوئی مسلمان ہوگیا تو اس کا ثواب وہ خود علمایانِ دین سے دریافت کرلے +

اس تحریر کو ختم کرنے سے پہلے میں یہ بھی لکھنا چاہتا ہوں۔ کہ آج سیاسی مصائب نے ہمیں سخت گھیر رکھا ہے۔ جن کا ہمارے حق میں مفید حل حکمران قوم کے ہی ہاتھ میں ہے۔ اگر ہماری اس کوشش سے اسی قوم کے افراد مسلمان ہونے لگے تو پھر یہ سیاسی گتھی ایسی سلجھیگی کہ اسکی نظیر کوئی اور نظر نہ آئیگی ÷

فٹ نوٹ :- اس اشتہار کے متعلق کل خط و کتابت سیکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل برانڈرتھ روڈ لاہور کے ذریعہ ہونی چاہئے۔ والسلام

خواجہ کمال الدین - ۳۰ - نومبر سنہ ۱۹۳۱ء

کی نئی پیداکردہ ضروریات اور آرا کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کو پیش کریں۔ یہ تو صریح بات ہے۔ کہ موڈرنسٹ کوئی بہتری یا بہتر امر اپنے عقیدہ کے لئے تجویز نہیں کر سکتے۔ جو قرآن کریم نے تعلیم نہ فرمایا ہو۔ ان پندرہ سالوں میں بھی انہوں نے قرآن کی ہی پیروی کی۔ اسی لئے میں نے اپنے محولہ بالا کل کے مضمون میں یہی عرض کیا ہے۔ کہ یکم جنوری سے میں اُن کے لئے قرآن کریم کی ایک نئی شرح لکھنی شروع کر دوں گا جسے وہ اس نیک کام میں اپنے سامنے رکھ لیں۔ وہ آگے بھی ہماری تحریر سے ناآشنا نہیں چنانچہ جب انھوں نے یہ اعلان کیا۔ کہ انسان متخلق باخلاق آلہیہ ہو کر الوہیت کے مقام کی طرف صعود کر سکتا ہے۔ جس کا خلاصہ میں نے ضمن (و) مذکورہ بالا میں دیا ہے۔ تو کلیسا کے ایک مؤقر اخبار موسومہ بہ چرچ ٹائمز نے یہی لکھا کہ تم تو عموماً وہی کہتے ہو جو خواجہ کمال الدین کہتا ہے۔ تم کیوں مسلمان نہیں ہو جاتے؟+

اس قسم کی شرح قرآن سے اہلِ سائنس بھی بطیب خاطر مائل بہ اسلام ہو سکتے ہیں وہ خدا کی ہستی کے تو قائل ہو چکے ہیں۔ وہ اُسے ہادی بھی مانتے ہیں۔ ہاں اُن کے اپنے مذہب میں چونکہ وہ امورِ عالیہ نہیں جن کا نام وہ مذہب حقہ رکھیں۔ اسلئے وہ اس سے بیزار ہیں۔ وہ جو چاہتے ہیں۔ میں اُن سے اچھی طرح واقف ہوں۔ چنانچہ اُن کی بیشتر باتوں کو میں نے اپنی کتاب تمدن اسلام میں درج کیا ہے۔ جب یہ بزرگ اپنے مطلوبہ امور کو قرآن کریم میں پا لینگے۔ تو کیوں وہ مسلمان نہ ہو جائیں بلکہ وہ تو آج بھی اسلام کو دوسرے مذاہب پر ترجیح دیتے ہیں۔ میں نے تمدن اسلام کو انگریزی میں لکھنے کے علاوہ پچھلے سال قرآن کریم کے بعض مضامین پر چند آرٹیکل اسلامک ریویو میں بھی تجربۃً لکھے۔ اور میں نے اپنے تجربہ کو صحیح پایا +

مجوزہ شرح قرآن کریم تو انشاء اللہ میں لکھونگا لیکن اُس کا موڈرنسٹ یا اہلِ سائنس تک پہنچانا تو آپ ہی ہو سکتا ہے۔ جب میرے ساتھ برادران اسلام شریک ہو کر اس مسلم لٹریچر کو بلاقیمت ان اصحاب تک پہنچا دیں۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ اسلامک ریویو یا اس کا ترجمہ ہزار در ہزار کاپیوں میں چھپے اور مفت تقسیم ہو جائے۔ مسلمان بھائی خود قرآن کو دیکھیں تو انہیں نظر آ جائیگا۔ کہ انکی خیرات و زکوٰۃ کا بہترین مصرف یہی ہے۔+

لیکن خیرات کے علاوہ میں ایک آسان راہ بتلاتا ہوں۔ اسلامک ریویو آج اپنے قدموں پر کھڑا ہے۔ اس کی جتنی بھی خریداری بڑھیگی۔ اس کا منافع اس

(ہ) انسان ایک مکمل فطرت لیکر دُنیا میں آتا ہے جو گناہ سے پاک ہوتی ہے +

(و) دُنیا میں خدا انسان کی شکل میں نہیں آتا۔ ہاں انسان اخلاق خداوندی اختیار کر لیتا ہے۔ +

(ز) جناب مسیح نے کبھی تعلیم نہیں دی کہ وہ خدا تھے +

اس طرح دو چار اُمور اور بھی ہیں جو موڈرنسٹ نے عیسائی معتقدات سے خارج کر دیئے ہیں۔ انہوں نے ان چند سالوں میں عیسائیت کو کُل تعلیمات باطلہ سے پاک کرکے آج سنہ ۱۹۳۱ء میں یہ اعلان کیا ہے کہ اب انھیں عیسوی کریڈ (عقیدہ مذہب) کو بھی بدلنا چاہیے۔ کریڈ سے انکی مراد وہ انتالیس عقاید ہیں جنہیں انگلستانی کلیسیا نے بطور مذہب مدت سے تجویز کر رکھا ہے۔ اور جس پر اُن کا ایمان ہے۔ اسطرح یہ بزرگ کُل کی کُل کلیسوی تعلیم توڑ کر اب اُن اصول حقہ کی تلاش میں لگ گئے ہیں۔ جن پر وہ اپنے لئے کسی نئے مذہب کی تعمیر کرنا چاہتے ہیں۔ بالفاظ دیگر وہ مروجہ عیسوی مذہب کو باطل قرار دیکر آئندہ ان اصولوں کی تلاش و تجویز میں ہونگے جن پر وہ مذہب کی بنیاد رکھیں گے لیکن اس وقت اُنکے ہاتھ صرف دو اُمور ہیں۔ ایک ہستیٔ باریتعالیٰ پر ایمان دوسرا یہ کہ مسیح ایک نبی تھے۔ وہ کیا تعلیم لائے تھے۔ یہ اب انھیں خود تجویز کرنی ہوگی +

میں نے اپنے تبصرہ میں یہ بھی دکھلایا ہے کہ ان فضلاء نے جو تحقیق کی وہ وہی ہے۔ جو قرآن نے تعلیم کی ہے۔ تھا ہی یہ بھی بات ہے کہ جب یہ غلط تعلیمات تیسری صدی سے شروع ہو کر پانچویں صدی تک مذہب کفریات سے عیسائی مذہب میں آ شامل ہوئی تھیں۔ تو یہ تو خدا تعالیٰ کا فرض تھا۔ کہ وہ چھٹی صدی میں عیسائی مذہب کی اصلاح کرتا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اُسی وقت قرآن کریم نے آکر وہی اُمور سکھلائے جن کی پیروی لفظاً لفظاً آج موڈرنسٹ نے کی۔ اب جو وہ نئے عقاید بنانا چاہتے ہیں۔ تو وہ کیوں قرآن کریم کی مزید تعلیم سے اس امر کیلئے مستفید نہوں لیکن سوال یہ ہے کہ اُن کو اس تعلیم سے آگاہ کرنا کس کا فرض ہے۔ یہ کام تو ہمارا ہے۔ کس قدر خدا تعالیٰ کا احسان ہے۔ کہ اس نے چند سالوں میں انہدام عیسائیت کو خود عیسائیوں کے ہاتھ سے ہی کرا دیا۔ ہاں اُس کا جو کام تھا وہ تو کر چکا۔ اب باقی کا کام مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ قرآن کریم کی جو آیت یہ کہتی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ تو نبی صلعم پر درود[1] بھیجتا ہے مسلمانو! تم بھی بھیجو۔ اس کے اصلی اور لغوی معنے حسب تشریح تاج العروس یہ ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ اور اس کے ملائک آنحضرت کے مشن کی سرسبزی کیلئے کام کر رہے ہیں مسلمانو تم بھی وہی کرو۔ اس ارشاد ربی کے ماتحت ہمارا فرض ہے کہ موڈرنسٹوں کو نئے عقیدہ کے بنانے میں امداد دیں۔ اور اس طرح انھیں اسلام کی طرف لائیں۔ زمانہ

---

[1] إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا +

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

میں انگریزی قوم حلقہ بگوشِ اسلام ہوگئی - وہاں ہماری تحریک نے لکھو کہا انسان مغرب میں ایسے پیدا کر دیئے - جنہوں نے اعلانِ اسلام کرنے کے بغیر عقاید اسلامی کو اپنے معتقدات میں شامل کر لیا - اس قسم کی کامیابی کو ایک سترہ اٹھارہ سال میں دیکھ کر اگر میں سجداتِ شکر ادا کرتا ہُوا خوشی سے دُنیا کو چھوڑنے کیلئے تیار نہ ہو جاتا تو میں اپنے آپ کو کافرِ نعمت سمجھتا لیکن اس شکر پر خُدا تعالیٰ نے لَازِیدَنَّکُم نعمتی کا رنگ بھی مجھے دکھانا چاہا - جب میں نے اُن خطرناک بیماریوں سے نجات پائی تو یکلخت میری طبیعت اِس تلاش کی طرف مائل ہوگئی - کہ اہلِ سائنس نے اپنی تحقیقات کی رُو سے ہستیِ باریتعالیٰ پر از سرِ نو ایمان لا کر کن وجوہ سے انکار مذہب کر دیا - مجھے وہ وجوہ نہ صرف وزنی ہی نظر آئے بلکہ مجھے یہ بھی نظر آیا - کہ دیگر مذاہب میں جن امور کے ہونے سے فضلائے زمانہ مذہب کو خیرباد کہنے پر تیار ہیں - وہ بشکلِ احسن قرآن کریم میں موجود ہیں - اس وقت قرآنِ کریم کی ایک زبردست پیشگوئی کے پُورا ہونے کا وقت آگیا ہے یعنی جب اسلامی اصُول کُل ادیان پر غالب آجائیں گے - مغرب و مشرق چھوڑ برادرانِ وطن جیسے قدامت پرستوں نے بعض اصُول ہائے اسلام کو قبول کرنے کیلئے آمادگی ظاہر کر دی ہے ٹرکوں جس نے مذہب کو اپنے مُلک سے نکال دیا - وہ بھی تو انھیں اصُولوں کی ترویج کر رہا ہے - جن کو ایک بے ضرر شکل میں سب سے اوّل قرآن نے تعلیم کیا - میں نے برابر ایک سال بستر پر لیٹے لیٹے اس نکتۂ نگاہ سے خُدا کی آخری کتاب پر غور کیا - اور میں تیار ہو گیا - کہ ضروریاتِ حاضرہ کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کی ایک شرح لکھوں - میں اِسی ارادے میں تھا کہ اسلامک ریوُیو مجریہ ستمبر گذشتہ نے ایک عظیم الشان بشارت کا اعلان کیا - وہ یہ ہے - کہ عیسائی فرقہ جدیدین کے ایک رُکن رکین یعنی ڈاکٹر بارنس لشپ برمنگھم نے اعلان کیا ہے - کہ وہ مروجہ عقاید عیسائیت کو چھوڑ کر کسی نئے عقیدہ کے بنانے کے فکر میں ہیں یعنی کلیسیا نے جن عقاید کا نام بطور کریڈ (اصُولِ مذہب) اعلان کیا ہُوا ہے - وہ صحیح نہیں +

اگر نئی عمارت کیلئے پُرانے کھنڈرات کے دفعیہ کی ضرورت ہوتی ہے تو کوئی قوم کسی نئے مذہب

مغرب میں فتح اسلام کے متعلق ایک جدید مژدہ

ضروریات حاضرہ کے ماتحت ایک جدید شرح قرآن مجید کی ضرورت
مغربی فضلائے مسیحیت کی جماعت کا عقاید عیسائیت سے انکار

اِس خاکسار کو رہین بستر ہُوئے آج پُورے پانچ سال ہو چکے ہیں۔ اس عرصے میں میری مرض نے مُہلک سے مُہلک شکل اختیار کر لی۔ ذیا بیطس نے مُزمنہ ہو کر سِل کو پیدا کر دیا۔ تین دفعہ موت کامل رنگ میں سامنے آ گئی۔ اپنے بیگانے میری زندگی سے مایُوس ہو گئے لیکن خدا تعالیٰ نے کسی خدمت خاصہ اور اُسکی کامیابی دیکھنے کیلئے مجھے از سرِ نو زندہ کیا۔ اگست سنہ ۱۹۳۰ء میں مُہلک بیماریوں کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن مصلحتِ ربّی نے مجھے آج تک غالباً اسلئے بستر پر لٹائے رکھا کہ میں اُس کام کی تیاری کروں جس کیلئے زندگی کا نیا اجارہ مجھے بخشا گیا ہے۔ مرض کے خطرناک سے خطرناک مرحلے پر بھی نہ میری زبان پر حرفِ شکایت آیا۔ اور نہ میرے چہرے پر تکلیف کے آثار نظر آئے۔ اسکی یہی وجہ تھی میں سمجھتا تھا۔ کہ جس کام کیلئے میں پیدا ہُوا ہوں وہ ابو جہ احسن پورا ہو چکا ہے۔ اور مجھے بطیبِ خاطر یہاں سے چلا جانا چاہیئے۔ نخلِ عیسائیت جس کی جڑھیں سرزمین مغرب میں کامل طور پر مضبوط ہو چکی تھیں اُسے میں نے جڑھ سے اُکھڑتا دیکھا۔ جن کنیسوں اور گرجوں میں مَیں نے اپنے جانے پر سنہ ۱۹۱۲ء میں اتوار کے دن ایک تل رکھنے کی گنجائش نہ دیکھی اُنھیں سنہ ۱۹۲۵ء میں قریب قریب خالی دیکھا۔ اگر سنہ ۱۹۲۳ء میں مَیں نے ایک کتاب[۵۸] کے ذریعہ یہ اعلان کیا۔ کہ عیسویت اپنی موجُودہ شکل میں یُورپ کے قدیم مذہب کُفّار کا مثنیٰ ہے تو آج اس آواز کو میں مغرب کے در و دیوار میں گونجتا پاتا ہوں۔ عام طور پر یُورپ کہ رہا ہے کہ یہاں عیسائیت کے لباس میں سُورج پرستی ہو رہی ہے۔ میں نے اس معاملے میں اُس قت بڑے سے بڑے پادریوں کو اپنا ہم نوا پایا۔ دوسری طرف اسلامی تخم ریزی سرزمینِ تثلیث میں نہ صرف نخلِ فور نورس ہی بن گئی۔ بلکہ وہی نورس دیکھتے دیکھتے ایک چھوٹا سا بانمر درخت ہو گیا۔ جہاں سینکڑوں کی تعداد

[۵۸] ینابیع المسیحیت

[illegible]

مسلم مشن ووکنگ انگلستان کا مکتوب

جناب جے۔ ایل۔ سی۔ ایچ۔ بیٹم الیاس محمد علی صاحب

کا

اعلان اسلام

جناب الیاس محمد علی صاحب ۱۸۷۹ء میں پیدا ہوئے۔ آپ نے بری و بحری فوجی ملازمت کی ۱۹۱۹ء میں فرسٹ لیفٹیننٹ کے عہدے پر آپ کو پنشن ملی۔

میں کیوں مسلمان ہوا

رُوحِ انسانی کی اتھاہ گہرائیوں میں قادرِ مطلق کی ہستی کا احساس مستور رہا۔ یہ احساس بارتقائی کم و بیش تو اخی و تعلیمی حالات پر منحصر ہے اور اس ماحول پر بھی بہت حد تک اس کا حصر ہے۔ کہ جس کے اندر کسی نے نشو و نما پائی ہو۔ کیونکہ میرے مختصر مذہبی خیالات اسی ماحول کے اندر ڈھلتے ہیں امور بالا بعینہٖ میرے حسب حال تھے۔ میرے والدین کٹر کیتھولک تھے۔ انہوں نے کٹر کیتھولک تعلیم مجھ کو دے کر پادری بنانا چاہا۔ لیکن قضا و قدر کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ اتفاق حسنہ سے میں مشرق بعید۔ ملک جاوا میں چلا گیا۔ اور مجھے خود اپنی آنکھوں سے مسلمانوں کی تہذیب و تمدن و دیگر حالات و اخلاق ان کے اندر رہکر دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے مشاہدہ کیا کہ مسلمانوں کو اپنے مذہب سے شدید الفت ہے مسلمان اپنے دین کے سچے وفادار ہیں۔ ان عینی مشاہدات نے میری آنکھیں کھول دیں انہوں نے پادری صاحبان سے، اس کذب و افترا کے پول کو بے نقاب کر دیا۔ جو وہ مسلمانوں کے سر تھوپ رہے تھے۔ میں نے پادریوں سے اکثر مسلمانوں کو کافر کہتے ہوئے سُنا۔ وہ مذہب اسلام جنہیں پادری صاحبان بدنما دھبوں سے ملوث کرکے بدنام کیا کرتے تھے۔ اور جیسے وہ ناقابل عمل و قابل نفرت مذہب کہہ کر ٹھکرایا کرتے تھے۔ وہ پیارا مذہب اسلام ایسا نہیں۔ یہ محض ان کا جھوٹا پروپاگنڈا ہے۔ اور اسلام پر محض افترا اور بہتان ہے +

جویائے حق اور دلدادۂ صداقت ہونے کی وجہ سے آج سے چھ سال پیشتر ہی سے میں نے اسلام کی حمایت و نصرت کے لئے کمر ہمت باندھ لی۔ اور اسی وقت سے میں باطل دنیا اور تشکک و شبہات کے بالمقابل۔ دنیا کے مذہب میں اسلام کو اسکی حقیقی و جائز جگہ دلانے کے لئے ہمہ تن مصروف عمل ہو گیا۔ اس مقصد عظیم میں میں نے بعض منقدر نمایاں و نیک دل حضرات کی استمداد بھی حاصل کی۔ اور ہالینڈ میں بھی اسی شان و شکوہ والی مسجد کی تعمیر کا متمنی ہوا۔ جو لنڈن۔ برلن اور پیرس میں موجود ہے۔ رفتہ رفتہ مجھ پر یہ حقیقت منکشف ہوتی گئی۔ کہ اسلام کیلئے جدوجہد کو جاری رکھنا ازبس ضروری ہے۔ اسی اثنا میں میں نے بعض مخلص مسلم بھائیوں کی عنایات و توجہ سے اسلام کے متعلق بہت کچھ سیکھ لیا۔ قرآن مجید کے کما حقہ مطالعہ کے بعد یہ امر مجھ پر متحقق ہو گیا۔ کہ میرا تو مذہب ہی ہمیشہ سے غیر محسوس طور سے اسلام رہا ہے۔ موجودہ اظہار اسلام سے فرق صرف اتنا ہے۔ کہ اب میں علانیہ طور پر اسلام کی قبولیت کا اعلان کر رہا ہوں۔ ورنہ عملاً تو سالہا سال سے میں فطری اصول ہائے اسلامی کا پابند رہا ہوں۔ جبل اعلان کے لئے اس وقت میں از حد مسرور ہوں۔ اب میں محسوس کر رہا ہوں۔ کہ مسلمانوں بھائیوں کے اندر رہکر مجھ پر یہ فریضہ مذہبیہ عاید ہوتی ہے۔ کہ میں ان کے ساتھ ملکر اللہ تعالے کی حمد و ستائش کروں۔ اور کل نسل انسانی کی نجات کے لئے مساعی ہوں +

یہ امر میری از حد شدید تکلیف کا موجب ہوتا ہے۔ کہ میں نے کیوں آج سے چند برس پیشتر ہی اس پیارے مذہب اسلام کو قبول نہیں کیا۔ اس تحریر کو اب میں ختم کرتا ہوں۔ اور حتمی وعدہ کرتا ہوں۔ کہ آج سے میری آیندہ زندگی دنیا کے بہترین مذہب الاسلام کی خدمت و اشاعت کے لئے وقف رہیگی +

خادم

جے۔ ایل۔ سی۔ ایچ۔ بیٹم

الیاس محمد علی

[illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] | [illegible]

[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]
[illegible]

اور دیکھو ان میں سے ایک نے، جو یسوع کے ساتھ تھے ایک ہاتھ بڑھایا تلوار کھینچی۔ اور سردار
کاہن کے ملازم کا کان اُڑا دیا۔ تب یسوع نے اس سے کہا، اپنی تلوار نیام میں کر کیونکہ
وہ سب جو تلوار چلاتے ہیں تلوار ہی سے قتل کئے جاتے ہیں (متی ۲۶: ۵۱ و ۵۲)+
اور ایک نے جو نزدیک ہی کھڑا تھا تلوار کھینچ لی۔ اور سردار کاہن کے نوکر کا کان
(مرقس ۱۴: ۴۷ و ۴۸)+
اُڑا دیا۔ تب یسوع نے اس سے کہا کہ اپنی تلوار نیام میں کرلے
اور اُن میں سے ایک نے سردار کاہن کے نوکر کا کان اُڑا دیا۔ یسوع نے کہا بس
(لوقا ۲۲: ۵۰ و ۵۱)
رہنے دے، پھر اُس نے اس کا کان چھوا اور اچھا کر دیا
تب پطرس نے تلوار نکالی اور سردار کاہن کے ملازم کا کان کاٹ دیا۔ اور
یسوع نے اس سے کہا۔ اپنی تلوار نیام میں رکھ لے کیا میں وہ پیالہ نہ پیوں جو میرے
باپ نے مجھے عنایت کیا ہے؟ یوحنا ۱۸

ان اقتباسات سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں:-
(۱) چاروں انجیل نگار متفق ہیں۔ کہ یسوع کی حفاظت کیلئے تلوار چلائی گئی+
(۲) یسوع نے اپنی زبان سے اس فعل کی کوئی مذمت نہیں کی (یاد رہے۔ کہ
انجیلی یسوع یہودیوں کی غلطیوں پر اُنھیں سختی کے ساتھ سرزنش کرتا ہے)+
(۳) یسوع کے الفاظ، اختصار کے ساتھ اس فعل کا جواز ثابت کرتے ہیں+
(۴) شاگردوں کا یہ تشدد آمیز فعل یسوع کے الفاظ مندرجہ لوقا ۲۲: ۳۶ کا نتیجہ ہے
افسوس ہے کہ آئندہ نسلوں نے یسوع کے الفاظ کو مدار عمل بنا لیا، اور اگر وہ
ایسا نہ کرتیں تو آج جو الزام مسیحیت پر عاید ہو رہا ہے وہ نہ ہوتا۔ اگرچہ پروٹسٹنٹ لوگ جنگ مقدس
یعنی حروب صلیبی کو ناروا ٹھیراتے ہیں لیکن کوئی شخص نہیں کر سکتا۔ کہ اگر ان لوگوں کو اپنے مقاصد
میں کامیابی ہوتی تو ان کا طرز عمل کیا ہوتا +

روایتی تلوار یہ غیر مناسب ہے کہ آئے دن صداقت اور انصاف کی حمایت تلوار کے زور سے
کی جائے، لیکن یونہی ہوتا آیا ہے۔ وہ اسپرٹ جسے شجاعت کہتے ہیں، اور جو آج بھی اسی قدر

[illegible]

[illegible]

اشاعت اسلام

جلد (۱۷) بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۳۱ء نمبر ۱۱ و ۱۲

شذرات

اس ماہ کے رسالہ کو جناب مسٹر سی ۔ ایل ۔ کے ۔ وان بیٹم الیاس محمد علی صاحب کے فوٹو سے مزین کیا جاتا ہے ۔ نومسلم موصوف کے حالات زندگی اور ان کا ایک دلچسپ مضمون اس رسالہ میں کسی دوسری جگہ "میں کیوں مسلمان ہوا" کے عنوان سے درج کیا جاتا ہے +

اشاعت حاضرہ سے سترھویں جلد کا اختتام ہوتا ہے ۔ سال رواں کے بلند پایہ مضامین نے علمی ۔ ادبی و مذہبی دنیا کے لٹریچر میں ایک عدیم النظیر اضافہ کیا ہے ۔ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب کا گہر بار قلم ۔ رسالہ ہذا کے صفحات پر جو دُر بے بہا بکھیرتا رہا ہے ۔ وہ قارئین کرام سے مخفی نہیں ۔ وہ بلند ترین تخیلات کسی قلمی توصیف و تعریف کے منت کش نہیں

آیندہ جنوری ۱۹۳۲ء نمبر کا اسلوب بیان انشاءاللہ اور بھی اچھوتا ہوگا ۔ اس میں بالالتزام شرح کلام مجید ہوگی ۔ جو حضرت خواجہ صاحب موصوف کے تدبر فی القران اور افکار کے نتائج ہونگے ۔ اس شرح کی ایک ادنےٰ سی جھلک اُن مضامین سے دکھائی دیتی ہے ۔ جو اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ "نشاۃ کائنات ۔ مسئلہ ارتقا اور قرآن کریم ایک معجزہ ہے" کے موضوع سے شائع ہو رہے ہیں +

ان دُرہائے بہا سے مسلم بھائی تو ہی مستفید ہو سکتے ہیں ۔ اگر رسالہ ہذا کا حلقۂ اثر وسیع ہو جائے ۔ اسلئے ہماری استدعا ہے ۔ کہ قارئین کرام اپنے حلقۂ اثر میں اسکی توسیع اشاعت فرما کر داخل حسنات ہوں +

عام اقتصادی کساد بازاری ۔ رسالہ کے مالیات پر بھی اثر انداز ہوئی ہے ۔ گذشتہ کئی ماہ سے رسالہ مذکور شدید ترین مالی پریشانیوں میں محصور ہے ۔ رسالہ کا موجودہ سرمایہ چونکہ منفرد نمبر کا متحمل نہ تھا ۔ اسلئے ناگزیر مالی مشکلات کے ماتحت ہم اجتماعی نمبر (نومبر و دسمبر ۱۹۳۱ء) شائع کر کے سترھویں جلد کو ختم کرتے ہیں ۔ ہم اللہ تعالےٰ سے دُعا کرتے ہیں ۔ کہ وہ ہمیں توفیق دے ۔ کہ سال آیندہ ہم بہتر سے بہتر رنگ میں ناظرین کرام کی خدمت میں اسے پیش کر سکیں ۔ اللہ تعالےٰ ہماری مالی مشکلات کو حل فرمائے ۔ اور برادران اسلام کے دل میں اس اسلامی تحریک کی اعانت کی تحریک ڈالے ۔ آمین ثم آمین +

سال آیندہ کیلئے رسالہ کا بقاء و قیام ۔ قارئین کرام کی توجہ اعانت پر ہی منحصر ہے ۔ جن حضرات کا چندہ اس نمبر کی وصولی پر ختم ہو جاتا ہے وہ احباب اپنا سالانہ چندہ مبلغ ۵ روپے پیشگی بابت سال ۱۹۳۲ء بذریعہ منی آرڈر ارسال فرمائیں ۔ ڈاکخانہ کے تازہ قواعد سے ترسیل وی ۔ پی میں طرفین کو خواہ مخواہ کی تکلیف و زیرباری ہوگی ۔ ہم دسمبر ۱۹۳۱ء کے اخیر تک منی آڈروں کی انتظار کے بعد یکم جنوری ۱۹۳۲ء کو ان سب احباب کی خدمت میں رسالہ جنوری ۱۹۳۲ء بذریعہ وی ۔ پی ارسال کر دینگے ۔ جن کا چندہ دسمبر ۱۹۳۱ء کے اخیر ختم ہوتا ہے ۔ اور جن کی طرف سے ۳۱ دسمبر ۱۹۳۱ء تک ہمیں چندہ بذریعہ منی آرڈر نہ ملیگا +

دفتر رسالہ سے بھی منفرداً ہر ایک بہی خواہ رسالہ کی خدمت میں جن کا چندہ دسمبر ۱۹۳۱ء کے اخیر ختم ہوتا ہے اطلاعی کارڈ لکھے جائیں گے ۔

امید ہے ۔ کہ ناظرین کرام اس امر خاص توجہ سے کام لینگے +

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	〃 〃	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	
[illegible]	〃 〃	[illegible]	
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	〃	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]



J. L. CH. VAN B[illegible], alias MOHAMMAD 'ALI
Born 1870. Served in the Army and Navy and retired a first lieutenant in 1910

WHY I BECAME A MUSLIM

DEEP down in the human soul there lurks the consciousness of the fact that there does exist the Almighty God. It is more or less dependent upon the circumstances of education and up-bringing under which one is born that our definite religious views are shaped. It was exactly so in my case. My parents were strict Catholics and they brought me up a staunch Catholic, marking me out for the priesthood. But fate would have it otherwise and my footsteps took me to the country of Java, in the Far East, to observe with my own eyes how dearly and faithfully Muslims held their faith.

[illegible]

This was an eye-opener to me; for I learnt that the Muslims, as dinned, by the Christian priestcraft, into our ears, are anything but heathens, and Islam which they misrepresented so much is not a religion with hateful practices. . . .

Being a lover of truth, I took up the cudgels for Islam some six years ago, to secure for it its rightful place against untrue and unjust suspicions. I had with this aim in view to call in the help of some distinguished and good-hearted friends for the purpose of building a mosque in Holland in the same way as in London, Berlin, and Paris. Gradually it dawned upon me that it was imperative the fight for Islam should be maintained. In the meantime I had learned about Islam from some of my true Muslim friends, and after thoroughly studying the Holy Qur-ān I came to the knowledge that Islam had always been my religion.

The only difference which the present declaration (which I herewith enclose) makes is that I am now openly going over to Islam and in this I feel very happy. Now I realize that my place is among my Muslim brothers to glorify Allah for bringing salvation to mankind.

It does me immense pain to realize why I had not accepted Islam as my faith earlier. I close with the promise that my life from now onwards will be dedicated to the service of the best religion of the world Al-Islam.

Yours sincerely,

J. L. Ch. van Beetem

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]

[illegible]

بابت ماہ نومبر ۱۹۳۱ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُن مِّنكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اردو ترجمہ

اسلامک ریویو انگریزی مجریہ مسجد ووکنگ (انگلستان)

زیر ادارت

خواجہ کمال الدین

قیمت تین روپیہ آٹھ آنے (۳/۸) سالانہ

قیمت پانچ روپے سالانہ ممالک غیر کیلئے

انتباہ:- درخواستہائے خریداری بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام

عزیز منزل برانڈرتھ روڈ۔ لاہور (پنجاب)

سنہ ۱۹۳۱ء

مسلم پرنٹنگ پریس لاہور میں میاں مولا داد کے اہتمام سے چھپوا کر خواجہ عبدالغنی منیجر اشاعت برانڈرتھ روڈ سے شائع کیا